فتاویٰ امن پوری

Part 451-475

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

حفظہ اللہ

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا کسی خاص شخص کو قطعی طور پر جنتی قرار دیا جا سکتا ہے؟

جواب: قطعی طور پر جنتی صرف اسی شخص کو کہا جا سکتا ہے، جس کے متعلق کتاب وسنت میں نص وارد ہو جائے، باقی کسی بڑے سے بڑے متقی و پرہیز گار کے متعلق قطعی طور پر جنتی قرار نہیں دینا چاہیے، یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے، کئی نصوص اسی پر دلالت کناں ہیں۔ البتہ کسی نیک انسان کے جنتی ہونے کے متعلق حسن ظن اور اُمید غالب رکھی جا سکتی ہے اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا گو رہنا چاہیے۔

❀ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطٰى رَهْطًا، وَسَعْدٌ جَالِسٌ، فَتَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا، فَقَالَ : أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيلًا، ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ، فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي، فَقُلْتُ : مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ؟ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا، فَقَالَ : أَوْ مُسْلِمًا : ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي، وَعَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ : يَا سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ، وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ، خَشْيَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ .

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں (مالِ غنیمت) تقسیم کیا، ایک آدمی کو نہ دیا، وہ مجھے اچھا لگتا تھا، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نے فلاں کو نہیں دیا، جبکہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: مومن یا مسلمان۔ میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر پہلی بات دہرائی: آپ نے فلاں کو نہیں دیا، جبکہ میں اسے مومن خیال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مومن یا مسلمان۔ میں پھر پہلی بات دہرائی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلا سا ہی جواب دیا، پھر فرمایا: سعد! میں ایک شخص کو مالِ غنیمت دیتا ہوں، جبکہ دوسرا شخص مجھے اس سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ہے، مبادا کہ اللہ تعالیٰ اسے چہرے کے بل جہنم میں نہ گرادے۔''

(صحيح البخاري : 27، صحيح مسلم : 150)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّهُ لَا يُقْطَعُ لِأَحَدٍ بِالْجَنَّةِ عَلَى التَّعْيِينِ إِلَّا مَنْ ثَبَتَ فِيهِ نَصٌّ كَالْعَشَرَةِ وَأَشْبَاهُهُمْ وَهٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ متعین کر کے کسی کو قطعی جنتی نہیں کہنا چاہیے، البتہ اگر اس کے بارے میں کوئی نص ثابت ہو، تو کہہ سکتے ہیں، جیسے عشرہ مبشرہ صحابہ اور ان جیسے دیگر صحابہ۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں اس پر اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 181/2)

سوال: کیا مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بعد توبہ قبول ہوگی؟

(جواب): قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔اس کے بعد کسی کا ایمان قبول کرنا فائدہ نہیں دے گا، نہ کسی توبہ کرنے والے کو توبہ نفع دے گی، کیونکہ توبہ کی مہلت سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک ہے،اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہے،لہٰذا اس سے پہلے پہلے کفر سے توبہ ہو یا گناہوں سے،قبول ہے،اس کے بعد کوئی توبہ قبول نہیں۔اس پر متواتر احادیث موجود ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ﴾(الأنعام: ١٥٨)

''وہ صرف اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے (عذاب لے کر) آئیں یا تیرا رب یا تیرے رب کی کوئی نشانی آ جائے۔جس دن آپ کے رب کی کوئی نشانی آ جائے گی،اس دن کسی کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہو گا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو گی۔(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ تم بھی انتظار کرو،ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔''

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا، فَذَاكَ حِينَ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ

تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾(الأنعام : ١٥٨)

''قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے، اس وقت زمین پر بسنے والے سب لوگ ایمان لے آئیں گے، لیکن یہ وہ وقت ہو گا، جس کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾(الأنعام : ١٥٨) ''جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے ہوں گے، (سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد) ان کا ایمان لانا انہیں فائدہ نہ دے گا۔''

(صحيح البخاري : 4635، صحيح مسلم : 157)

❀ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ الشَّمْسُ؟ قَالُوا : اَللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ قَالَ : إِنَّ هٰذِهٖ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّ سَاجِدَةً، وَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُقَالَ لَهَا : ارْتَفِعِي، ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا، ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتّٰى تَنْتَهِيَ إِلٰى مُسْتَقَرِّهَا ذَاكَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَيُقَالُ لَهَا : ارْتَفِعِي

أَصْبِحِي طَالِعَةً مِّنْ مَغْرِبِكِ، فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِّنْ مغْرِبِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَدْرُونَ مَتٰى ذَاكُمْ؟ ذَاكَ حِينَ: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾(الأنعام: ١٥٨)

''کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ سورج چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، وہاں سجدے میں گر جاتا ہے اور اسی حالت میں ہی رہتا ہے، تا آنکہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور جہاں سے آئے ہو، وہیں واپس چلے جاؤ۔ سورج واپس ہو جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے، سجدے میں گر جاتا ہے اور سجدے میں ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے کہا جاتا ہے: اٹھو اور اسی جگہ واپس چلے جاؤ، جہاں سے آئے تھے، سورج لوٹ جاتا ہے اور صبح کے وقت اپنے طلوع ہونے والی جگہ سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے، لوگوں کو اس میں کوئی بات عجیب نہیں لگتی، یہاں تک کہ (قرب قیامت) سورج عرش کے نیچے اپنے اسی ٹھکانے پر پہنچ جائے۔ پھر اسے کہا جائے گا: اٹھو اور صبح مغرب سے طلوع ہونا، تو وہ صبح مغرب سے طلوع ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جانتے ہیں کہ یہ کب ہوگا؟ اس وقت جب: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ ''کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہوگی۔''

(صحیح البخاري : 7424، صحیح مسلم : 159)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ، مَعَ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ مَنْ أَحْدَثَ إِيمَانًا، أَوْ تَوْبَةً بَعْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا لَا تُقْبَلُ مِنْهُ، وَإِنَّمَا كَانَ كَذٰلِكَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، لِأَنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَكْبَرِ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَعَلَامَاتِهَا الدَّالَّةِ عَلٰى اقْتِرَابِهَا وَدُنُوِّهَا، فَعُومِلَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ مُعَامَلَةَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

''آیت کریمہ کے ساتھ ساتھ یہ متواتر احادیث دلالت کناں ہیں کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد جو شخص بھی (کفر سے) ایمان لایا یا توبہ کی، تو اس سے (توبہ اور ایمان) قبول نہیں کیا جائے گا۔ بلاشبہ ایسا ہی ہوگا، واللہ اعلم!، کیونکہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے اور ان علامات میں سے ہے، جو قیامت کے بالکل قریب اور اس سے ملی ہوئی ہوں گی، لہٰذا اس وقت (لوگوں کے ساتھ) وہی معاملہ کیا جائے گا، جو قیامت کے دن کیا جانا ہے (مطلب کہ جیسے روز قیامت معافی قبول نہیں، اسی طرح سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد بھی معافی قبول نہیں)۔''

(البِداية والنّهاية : 263/19)

(سوال): مال تجارت پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہے، سال کے بعد جتنا مال موجود ہو، اس کا محتاط اندازہ لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اس پر کئی دلائل موجود ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

”خالد نے اپنی زرہیں اور جنگی ساز وسامان کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیا ہے۔“

(صحيح البخاري : 1468، صحيح مسلم : 983)

جب عمال نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے آلات حرب کو سامانِ تجارت سمجھتے ہوئے زکوٰۃ کا مطالبہ کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ یہ سامان راہِ خدا میں وقف ہے، سامانِ تجارت نہیں۔ مطلب یہ کہ وہ سامان مال تجارت ہوتا، تو زکوٰۃ کا مطالبہ درست تھا۔

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى وُجُوبِ الزَّكَاةِ فِي الْأَمْوَالِ الَّتِي تُرْصَدُ لِلتِّجَارَةِ وَهُوَ كَالْإِجْمَاعِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَزَعَمَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ أَهْلِ الظَّاهِرِ أَنَّهُ لَا زَكَاةَ فِيهَا وَهُوَ مَسْبُوقٌ بِالْإِجْمَاعِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ ان اَموال پر زکوٰۃ واجب ہے، جنہیں تجارت کے لیے تیار کیا گیا ہے، اس پر اہل علم کا تقریباً اجماع ہے۔ اہل ظاہر میں سے بعض متاخرین کا مؤقف ہے کہ مال تجارت پر زکوٰۃ نہیں، مگر یہ مؤقف اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔“

(مَعالم السّنن : 53/2)

سوال: کیا اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام افضل ترین اُمت ہے؟

جواب: جس طرح نبی کریم ﷺ کو دیگر تمام انبیاء ورسل علیہم السلام پر افضیلت حاصل ہے، اسی طرح اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو بھی گزشتہ تمام اُمتوں پر فضیلت اور برتری ملی ہے، اس اُمت کی کئی اعتبار سے فضیلت ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾(البقرة : ١١٠)

”تم بہترین اُمت ہو، جنہیں لوگوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، نیز اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ذَكَرْنَا الْأَحَادِيثَ الْمُتَوَاتِرَةَ فِي فَضْلِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَشَرَفِهَا وَكَرَمِهَا، عِنْدَ اللّٰهِ .

”ہم نے کئی متواتر احادیث ذکر کی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس اُمت کی فضیلت اور شرف وعزت پر دلالت کناں ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر : 74/3)

سوال: خطبہ جمعہ میں سامعین کس طرف چہرہ کریں گے؟

جواب: خطبہ جمعہ کے دوران سامعین کو چاہیے کہ وہ مکمل توجہ خطیب کی طرف رکھیں، اپنا چہرہ ادھر اُدھر پھیرنے کے بجائے خطیب کی طرف دیکھیں، بعض لوگ سارے خطبہ میں

نیچے سر جھکا کر بیٹھے رہتے ہیں، نتیجتاً ان پر اُونگھ اور نیند طاری ہو جاتی ہے، لہٰذا خطبہ کے دوران خطیب کی طرف دیکھنا چاہیے، تاکہ پوری توجہ خطبہ میں رہے۔

❁ **امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ يَسْتَحِبُّونَ اسْتِقْبَالَ الْإِمَامِ إِذَا خَطَبَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ .

''نبی کریم ﷺ کے صحابہ اور دیگر کا اس پر عمل ہے کہ وہ دوران خطبہ امام کی طرف رُخ کرنے کو مستحب سمجھتے ہیں، امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 509)

❁ **امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:**

كُلُّ مَنْ أَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَرٰى أَنْ يُسْتَقْبَلَ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذَا خَطَبَ .

''جن اہل علم کو بھی میں جانتا ہوں، وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جمعہ کے دن دوران خطبہ امام کی طرف منہ کیا جائے گا۔''

(الأوسط : 74/4)

❁ **نیز فرماتے ہیں:**

هٰذَا كَالْإِجْمَاعِ .

''اس پر تقریباً اجماع ہے۔''

(الإشراف : 106/2)

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

سُنَّةٌ مَسْنُونَةٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا أَعْلَمُهُمْ يَخْتَلِفُونَ فِي ذٰلِكَ وَإِنْ كُنْتُ لَا أَعْلَمَ فِيهَا حَدِيثًا مُسْنَدًا .

”(دوران خطبہ امام کی طرف منہ کرنا) اہل علم کے نزدیک مسنون مستحب عمل ہے، میں نہیں جانتا کہ کسی نے اس بارے میں اختلاف کیا ہو، اگرچہ اس باب میں مجھے کسی مرفوع (صحیح) حدیث کا علم نہیں۔“

(الاستذکار : 50/2)

حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

يُسْتَحَبُّ أَنْ يُسْتَقْبَلَ الْإِمَامُ إِذَا خَطَبَ، وَهِيَ عِنْدَ الْجَمِيعِ سُنَّةٌ مَسْنُونَةٌ، وَهُوَ هَدْيُ الْمُسْلِمِينَ .

”مستحب یہی ہے کہ دوران خطبہ امام کی طرف منہ کیا جائے، تمام اہل علم کے نزدیک یہ مسنون سنت ہے، نیز یہ مسلمانوں کے لیے باعث ہدایت ہے۔“

(الإقناع : 872)

فائدہ:

اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ فِي هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ .

”اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ثابت نہیں۔“

(سنن التّرمذي، تحت الرقم: 509)

سوال: نفلی صدقہ اعلانیہ کرنا افضل ہے یا پوشیدہ کرنا؟

جواب: فرض صدقہ اور نفل صدقہ اعلانیہ کرنا بھی جائز ہے اور پوشیدہ اور راز داری کے ساتھ کرنا بھی جائز ہے، البتہ اخلاص دونوں صورتوں میں شرط ہے، اگر کسی کا مقصد ریا کاری، شہرت حاصل کرنا اور لوگوں کو راضی کرنا ہو، تو خواہ صدقہ پوشیدہ کیا جائے یا اعلانیہ، ہر دو صورت نہ صرف نا مقبول ہے، بلکہ گناہ ہے۔

نفلی صدقہ راز داری کے ساتھ کیا جائے، تو زیادہ بہتر اور افضل ہے۔ کئی نصوص اس پر دلالت کناں ہیں، کیونکہ پوشیدہ صدقہ کرنے میں عموماً ریا کاری کا خدشہ نہیں ہوتا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾(البقرة: ٢٧١)

"اگر تم اعلانیہ صدقہ کرو، تو یہ بھی اچھا ہے، البتہ اگر مخفی صدقہ کرو اور فقرا کو دو، تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔"

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ ؛ ...... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ، أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهٗ .

"سات شخص ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ دے گا،

کہ جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا؛ ......(ان میں سے ایک شخص وہ ہے)، جس نے صدقہ کیا اور اسے مخفی رکھا، یہاں تک اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہوا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔''

(صحيح البخاري : 660، صحيح مسلم :1031)

۞ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلٌ كَالْإِجْمَاعِ .

''اس پر تقریباً اجماع ہے (نفلی صدقہ پوشیدہ کرنا افضل ہے)۔''

(شرح صحيح البخاري : 421/3)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا افضل ترین اعمال میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، کئی مشہور متواتر احادیث میں درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے مسائل واحکام بڑی تفصیل کے ساتھ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور آثار سلف میں منقول و ماثور ہیں، کئی اہل علم نے درود پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ہماری بھی اس عنوان پر ایک جامع کتاب بنام ''ذِکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے، جس میں درود کے من جملہ تمام مسائل واحکام اور فضائل کو صحیح ومستند روایات کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے اور درود کے متعلق پھیلائی گئی گمراہیوں کا رد بھی کر دیا گیا ہے، واللہ الحمد!

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَاءَتِ الْأَحَادِيثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَمْرِ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ، وَكَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ .

”رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث آئی ہیں، جن میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم اور کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر : 458/6)

سوال: ایک بچے اور ایک آدمی کی جماعت کیا طریقہ ہے؟

جواب: دو آدمی ہوں، تو ایک امام بن جائے گا اور دوسرا امام کی دائیں طرف کھڑا ہو گا، اگر امام کے علاوہ دوسرا نابالغ ہو، تب بھی وہ امام کے برابر دائیں جانب کھڑا ہو گا، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَصَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ جَاءَ، فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ نَامَ، ثُمَّ قَامَ، فَجِئْتُ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ، فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهٖ، فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيطَهٗ، أَوْ قَالَ : خَطِيطَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

”میں نے ایک رات اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر بسر کی۔ رسول اللہ ﷺ عشا کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے اور چار رکعتیں پڑھ کے سو گئے۔ پھر نماز کا قیام کیا، تو میں بھی آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے دائیں جانب کر دیا۔ پھر پانچ رکعت پڑھیں، اس کے بعد دو رکعت پڑھیں۔ پھر سو گئے، میں نے خراٹوں کی آواز سنی۔ پھر آپ ﷺ فجر کے لئے تشریف لے گئے۔“

(صحيح البخاري : 697، صحيح مسلم : 763)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِمَامَ إِذَا لَمْ يَأْتَمَّ بِهٖ غَيْرُ وَاحِدٍ، فَإِنَّهٗ يُقِيمُهٗ عَنْ يَمِينِهٖ بِحِذَائِهٖ، وَلَوْ كَانَ صَبِيًّا لَمْ يَبْلُغِ الْحُلُمَ، وَهٰذَا كَالْإِجْمَاعِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.

”اگر امام کی اقتدا کرنے والا ایک ہی شخص ہو، تو امام اسے اپنے برابر دائیں طرف کھڑا کرے گا، اگرچہ وہ نابالغ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر اہل علم کا تقریباً اجماع ہے۔“

(فتح الباري : 197/6)

سوال: ویل چیئر پر بیٹھ کر حج کرنا کیسا ہے؟

جواب: جو شخص پیدل حج نہیں کرسکتا، تو سوار ہو کر حج کرسکتا ہے، لہٰذا ویل چیئر پر بیٹھ کر ارکان حج ادا کرنا جائز اور صحیح ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰى إِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ عَلَى الْبَيْدَاءِ نَظَرْتُ إِلٰى مَدِّ بَصَرِي مِنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ رَاكِبٍ وَّمَاشٍ وَّعَنْ يَمِينِهٖ مِثْلُ ذٰلِكَ وَعَنْ يَّسَارِهٖ مِثْلُ ذٰلِكَ وَمِنْ خَلْفِهٖ مِثْلُ ذٰلِكَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ

الْقُرْآنُ وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيلَهُ فَمَا عَمِلَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهِ

”رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھی، پھر قصواء (اونٹنی) پر سوار ہوئے، حتی کہ جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بیداء پر چڑھی، تو میں نے تا حد نگاہ رسول اللہ ﷺ کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں سوار اور پیادہ لوگوں کا جم غفیر دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان میں تھے، آپ پر قرآن کا نزول ہوتا تھا، آپ اس کی تأویل وتفسیر جانتے تھے، آپ جو جو عمل کرتے، ہم بھی ویسے ہی کرتے جاتے تھے۔“

(صحیح مسلم : 1218، المُنتقٰی لابن الجارود : 469)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ الْحَجِّ رَاكِبًا وَمَاشِيًا وَهُوَ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ وَقَدْ تَظَاهَرَتْ عَلَيْهِ دَلَائِلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعُ الْأُمَّةِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ سوار ہو کر اور پیدل دونوں حالتوں میں حج کرنا جائز ہے، یہ اجماعی مسئلہ ہے، اس پر کتاب وسنت اور اجماع اُمت کے دلائل بالکل واضح ہیں۔“

(شرح مسلم : 173/8)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ تیمّم میں کندھوں تک ہاتھ پھیرنا ضروری ہے؟

جواب: تیمّم میں صرف ہاتھوں اور چہرے کا مسح کیا جاتا ہے، ہاتھوں کے مسح میں کندھوں تک مسح کرنا مشروع نہیں۔

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (٤٤٩ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا التَّيَمَّمُ إِلَى الْمَنَاكِبِ، فَالْأُمَّةُ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ عَلٰى خِلَافِهٖ .

''کندھوں تک تیمّم کرنا (مشروع نہیں) تمام علاقوں میں اُمت کا عمل اس کے خلاف ہے۔''

(شرح صحيح البخاري :480/1)

سوال: کیا کالے کتے کو شکار کے لیے سدھارنا اوراس کے ذریعے شکار کرنا جائز ہے؟

جواب: کتوں کو شکار کے لیے سدھارنا جائز ہے اوران کے ذریعے شکار کرنا بھی جائز ہے، کتاب وسنت کے دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے، نیز اس پر اجماع بھی ہے۔

ہر رنگ اور نسل کا کتا شکار کے لیے سدھارا جا سکتا ہے، کسی کتے کی ممانعت نہیں۔

شکاری کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑ دیں، اگر وہ شکار کو زخمی کر کے لے آئے، تو اسے ذبح کر لیں، تو وہ شکار حلال ہے۔ بلکہ اگر شکاری کتا شکار کو زخمی کر دے اور شکار ذبح ہونے سے پہلے ہی دم توڑ دے، تو بھی شکار حلال ہے، بشرطیکہ کوئی دوسرا کتا اس میں شریک نہ ہوا ہو۔

❁ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ، فَيُمْسِكْنَ عَلَيَّ، وَأَذْكُرُ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، فَقَالَ : إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ، وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، قُلْتُ : وَإِنْ قَتَلْنَ؟ قَالَ : وَإِنْ قَتَلْنَ، مَا لَمْ يَشْرَكْهَا كَلْبٌ لَيْسَ مَعَهَا .

''میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں سدھارے ہوئے کتے (شکار پر) چھوڑتا ہوں، وہ میرے لیے شکار پکڑتے ہیں، میں اس پر اللہ کا نام لیتا ہوں، تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آپ اپنا سدھارا ہوا کتا چھوڑیں اور اس پر اللہ کا نام (بسم اللہ) پڑھ لیں، تو (کتے کے پکڑے ہوئے شکار کو) کھا سکتے ہیں، میں نے عرض کیا: خواہ کتے شکار کو قتل بھی کر دیں؟ فرمایا: (جی ہاں) خواہ کتے اسے قتل بھی کر دیں، جب تک ان کے ساتھ کوئی باہر والا کتا شریک نہ ہو۔"

(صحیح مسلم : 1929)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

فِي إِطْلَاقِهِ دَلِيلٌ لِإِبَاحَةِ الصَّيْدِ بِجَمِيعِ الْكِلَابِ الْمُعَلَّمَةِ مِنَ الْأُسُودِ وَغَيْرِهِ وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَجَمَاهِيرُ الْعُلَمَاءِ .

"حدیث میں مطلق کتوں کا ذکر ہے، یہ دلیل ہے کہ سارے کے سارے سدھارے ہوئے کتوں سے شکار کرنا جائز ہے، خواہ وہ کالے رنگ کے ہوں یا کسی اور رنگ کے، امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ اور جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے۔"

(شرح مسلم : 74/13)

سوال: کیا انسان کا تھوک نجس ہے؟

جواب: کسی انسان کا تھوک نجس نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کا تھوک بطور تبرک جسم پر ملتے تھے، اگر تھوک نجس ہوتا، تو نبی کریم ﷺ کبھی بھی صحابہ کو اس کی اجازت نہ دیتے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہی ہمیں نفاست و طہارت کے سلیقے اور آداب بتائے ہیں۔

❁ سیدہ اسما بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

وَلَدْتُ بِقُبَاءٍ، ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ، ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ، فَمَضَغَهَا، ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ؛ رِيقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں نے قباء میں عبداللہ بن زبیر کو جنم دیا۔ میں بچے کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت ِاقدس میں حاضر ہوئی اور اسے آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا۔آپ ﷺ نے کھجور منگوا کر اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈال دیا۔چنانچہ اس بچے کے پیٹ میں جانے والی سب سے پہلی چیز نبی کریم ﷺ کا مبارک لعاب تھا۔''

(صحيح البخاري : 5469، صحيح مسلم : 2146)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنَ الدُّنْيَا، وَأَوَّلِ يَوْمٍ مِنَ الْآخِرَةِ.

''دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن اللہ تعالیٰ نے میرا اور نبی کریم ﷺ کا لعاب اکٹھا کر دیا۔''

(صحيح البخاري :4451)

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ، قَالَ : فَأَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأُتِيَ بِهِ، فَبَصَقَ رَسُولُ اللّٰهِ فِي عَيْنَيْهِ، وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ كَأَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ،

''علی کہاں ہیں؟ عرض کیا: آنکھوں میں تکلیف ہے، لہٰذا نہیں آ سکے، فرمایا: ان

کو لائیے، وہ آئے تو لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا، پھر دعا فرمائی اور آنکھیں اس طرح صحت پا گئیں کہ گویا کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔‘‘

(صحيح البخاري : 4210؛ صحيح مسلم : 2404)

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَتٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ فَأَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ أَوْ فَخِذَيْهِ فَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهٖ وَأَلْبَسَهٗ قَمِيصَهٗ، فَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

’’عبداللہ بن ابی کو قبر کے گڑھے میں ڈال دیا گیا، تو بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے حکم سے اسے (قبر سے) باہر نکالا گیا، تو آپ نے اسے اپنے گھٹنوں یا رانوں پر رکھ کر اس کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اسے اپنا قمیص پہنایا، واللہ اعلم۔‘‘

(صحيح البخاري : 1270، صحيح مسلم : 2773، المُنتقٰى لابن الجارود : 524)

❀ اس حدیث کے تحت علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

حُجَّةٌ عَلٰى مَنْ قَالَ : إِنَّ رِيقَ ابْنِ آدَمَ وَنُخَامَتَهٗ نَجِسٌ ...... اَلْعُلَمَاءُ كُلُّهُمْ عَلٰى خِلَافِهٖ، وَالسُّنَنُ وَرَدَتْ بِرَدِّهٖ، وَمَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ يَكُونَ رِيقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِسًا، وَيَنْفُثُهٗ عَلٰى وَجْهِ التَّبَرُّكِ بِهٖ، وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَلَّمَنَا النَّظَافَةَ وَالطَّهَارَةَ، وَبِهٖ طَهَّرَنَا اللّٰهُ مِنَ الْأَدْنَاسِ .

”یہ حدیث اس شخص کے خلاف حجت ہے، جو کہتا ہے کہ انسان کا تھوک اور بلغم نجس ہے۔.....تمام اہل علم اس کے خلاف ہیں، احادیث اس کا رد کرتی ہیں۔ اللہ کی پناہ کہ نبی کریم ﷺ کے لعاب مبارک کو نجس کہا جائے، جبکہ نبی کریم ﷺ تبرک کے طور پر (عبد اللہ بن اُبی) کے منہ میں اپنا لعاب ڈال رہے ہیں، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ہی ہمیں نظافت اور طہارت کی تعلیم دی ہے، آپ ﷺ کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں گندگی سے پاک کیا ہے۔“

(شرح صحيح البخاري: 337/3)

سوال: نماز تہجد کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے کہ تہجد نفلی نماز ہے، فرض نہیں، اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسے فرض کہنا سراسر غلط ہے۔

❀ سعد بن ہشام رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا:

أَنْبِئِينِي عَنْ قِيَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: أَلَسْتَ تَقْرَأُ: يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ؟ قُلْتُ: بَلٰى، قَالَتْ: فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ افْتَرَضَ قِيَامَ اللَّيْلِ فِي أَوَّلِ هٰذِهِ السُّورَةِ، فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَوْلًا، وَأَمْسَكَ اللّٰهُ خَاتِمَتَهَا اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا فِي السَّمَاءِ، حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ فِي آخِرِ هٰذِهِ السُّورَةِ التَّخْفِيفَ، فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيضَةٍ.

”رسول اللہ ﷺ کے قیام کی بابت کچھ فرمائیں؟ فرمایا: سورت مزمل نہیں پڑھی آپ نے؟ عرض کیا: جی پڑھی ہے، فرمایا: اس سورت کے آغاز میں اللہ

نے قیام اللیل فرض قرار دیا ہے۔ یہ سورت نازل ہوئی، تو نبی کریم اور صحابہ ایک سال تک قیام کرتے رہے۔ بارہ ماہ تک اس کی آخری آیات نازل نہ ہوئیں۔ بالآخر آخری حصہ نازل ہوا، جس میں تخفیف کا حکم تھا۔ رات کا قیام جو پہلے فرض تھا، اب نفل ہے۔''

(صحیح مسلم : 746)

معلوم ہوا کہ نماز تہجد فرض نہیں، اسی طرح دیگر قیام اللیل بھی فرض نہیں، رات کے کسی حصہ میں مخصوص تعداد رکعات پڑھنا فرض نہیں کیا گیا۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ قَوْلَ الْقَائِلِ بِأَنَّهُ فَرْضٌ وَلَوْ كَقَدْرِ حَلْبِ شَاةٍ قَوْلٌ مَتْرُوكٌ وَشُذُوذٌ وَالْعُلَمَاءُ عَلٰى خِلَافِهٖ كُلُّهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّهُ فَضِيلَةٌ لَا فَرِيضَةٌ وَلَوْ كَانَ قِيَامُ اللَّيْلِ فَرْضًا لَكَانَ مُقَدَّرًا مُوَقَّتًا مَعْلُومًا كَسَائِرِ الْفَرَائِضِ .

''یہ کہنا کہ قیام اللیل فرض ہے، خواہ اتنی مقدار میں ہو کہ جتنی دیر ایک بکری کا دودھ دھویا جاتا ہے، شاذ اور متروک قول ہے، اہل علم کا موقف اس کے خلاف ہے، سارے کے سارے علما کہتے ہیں کہ قیام اللیل با فضیلت عمل ہے، مگر یہ فرض نہیں۔ اگر قیام اللیل فرض ہوتا، تو دیگر فرائض کی طرح اس کی مقدار اور وقت بھی مقرر اور معلوم ہوتا۔''

(الاستذکار : 89/2)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا جنت وجہنم وجود میں آ چکی ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ جنت اور جہنم دونوں وجود میں آ چکی ہیں۔ جنت نیکو کاروں کے لیے اور جہنم گناہ گاروں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ یہ ہمیشہ باقی رہیں گی، کبھی فنا نہ ہوں گی۔ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اس پر قرآن، احادیث متواتر اور اجماع سلف دلیل ہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيرًا﴾ (الفتح : ٦)

”ان (کافروں) پر اللہ تعالیٰ کا غضب ناک ہوا اور ان پر لعنت کی، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے، وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔“

❀ نیز فرمانِ الٰہی ہے:

﴿بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا﴾ (الفرقان : ١١)

”بلکہ انہوں نے قیامت کو جھٹلا دیا، ہم نے قیامت کے منکروں کے لیے ہی

جہنم تیار کی ہے۔“

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْهَا، إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ .

”ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا، جس نے بلی کو قید کیا تھا، حتیٰ کہ بلی مرگئی، تو وہ عورت اس کی وجہ سے جہنم میں چلی گئی، کیونکہ جب اس نے بلی کو قید کیا، تو نہ اسے کھلایا پلایا اور نہ اسے آزاد کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔“

(صحيح البخاري : 3482، صحيح مسلم : 2242)

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ يَدُلُّ عَلٰى وُجُودِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ جنت اور جہنم کا وجود ہے، جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔“

(فتح الباري : 434/6)

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ .

”میں نے جنت میں جھانکا، تو اس میں اکثریت فقیروں اور نادار لوگوں کی

دیکھی اور جہنم میں جھانکا، تو اس میں اکثریت عورتوں کی دیکھی۔‘‘

(صحيح البخاري :3241)

❀ یہی روایت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی آتی ہے۔

(صحيح مسلم : 2737)

❀ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

...... عَلٰی مَذَاهِبِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ قَدْ خُلِقَتَا وَوُجِدَتَا كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ .

’’اہل سنت والجماعت کے تمام مذاہب کا یہ عقیدہ ہے کہ جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اور وجود میں آ چکی ہیں، اس پر کتاب وسنت دلالت کناں ہیں۔‘‘

(المُفهم : 554/2)

جنت وجہنم کو فنا نہیں:

جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں اور اس وقت وجود میں آ چکی ہیں، انہیں باقی رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے، یہ کبھی فنا نہیں ہوں گی، ہمیشہ سے ہر دور کے اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ سب سے پہلے اس عقیدے کا انکار جہم بن صفوان نے کیا اور کتاب وسنت کی نصوص کو اپنی باطل تاویلات کے بھینٹ چڑھایا۔ معتزلہ وقدریہ سے قبل کسی نے جنت اور جہنم کے فنا ہونے کا نظریہ پیش نہیں کیا۔

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (٧٩٢ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ بِفَنَاءِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ الْجَهْمُ بْنُ صَفْوَانَ إِمَامُ الْمُعَطِّلَةِ، وَلَيْسَ لَهٗ سَلَفٌ قَطُّ، لَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِينَ لَهُمْ

بِإِحْسَانٍ، وَلَا مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَا مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَأَنْكَرَهُ عَلَيْهِ عَامَّةُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَكَفَّرُوهُ بِهِ.

''جنت اور جہنم کے فنا ہونے کا نظریہ معطلہ کے امام جہم بن صفوان نے پیش کیا، اس بات میں اس کا کوئی سلف نہیں، نہ صحابہ میں سے، نہ تابعین میں سے، نہ ائمہ مسلمین میں سے اور نہ اہل سنت والجماعت میں سے۔ جہم بن صفوان پر تمام اہل سنت نے رد کیا اور اس بنا پر اس کی تکفیر بھی کی ہے۔''

(شرح الطّحاوية، ص 480)

❀ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا احْتِجَاجُكُمْ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (القَصَص: ٨٨)، فَأُتِيتُمْ مِنْ سُوءِ فَهْمِكُمْ مَعْنَى الْآيَةِ، وَاحْتِجَاجُكُمْ بِهَا عَلَى عَدَمِ وُجُودِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ الْآنَ، نَظِيرُ احْتِجَاجِ إِخْوَانِكُمْ عَلَى فَنَائِهِمَا وَخَرَابِهِمَا وَمَوْتِ أَهْلِهِمَا! فَلَمْ تُوَفَّقُوا أَنْتُمْ لَا إِخْوَانُكُمْ لِفَهْمِ مَعْنَى الْآيَةِ، وَإِنَّمَا وُفِّقَ لِذٰلِكَ أَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ، فَمِنْ كَلَامِهِمْ: أَنَّ الْمُرَادَ كُلُّ شَيْءٍ مِمَّا كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفَنَاءَ وَالْهَلَاكَ هَالِكٌ، وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ خُلِقَتَا لِلْبَقَاءِ لَا لِلْفَنَاءِ.

''(اے معتزلہ!) تم نے جو (جنت وجہنم کے عدم وجود پر) فرمان باری تعالیٰ: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (القَصَص: ٨٨) ''ہر شے ہلاک ہونے والی ہے، سوائے اس کے چہرے کے۔'' سے دلیل پکڑی ہے، وہ تمہارے فہم

کی خرابی ہے۔تمہارا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ اس وقت جنت اور جہنم موجود نہیں ہیں، ایسے ہی ہے، جیسے تمہارے بھائیوں نے (اس آیت سے) استدلال کیا ہے کہ جنت اور جہنم (ایک وقت کے بعد) فنا اور تباہ ہو جائے گی، نیز اہل جنت اور اہل جہنم پر موت طاری ہو جائے گی،اس آیت کے (صحیح) فہم کی توفیق نہ تمہیں ملی اور نہ تمہارے بھائیوں کو۔ اس آیت کے فہم کی توفیق صرف ائمہ اسلام کو ملی ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہاں مراد یہ ہے کہ ہر وہ شے، جس پر اللہ تعالیٰ نے فنا اور ہلاک ہونا لکھ دیا ہے، وہ ہلاک ہو جائے گی، جبکہ جنت اور جہنم کو باقی رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے،فنا ہونے کے لیے نہیں۔''

(شرح الطّحاوية، ص 424)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ عبید اللہ بن محمد بن حفص بن عمر ابن عائشہ بصری تیمی رحمہ اللہ (۲۲۸ھ) سے منسوب ہے:

إِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَا تِيبَ عَلَيْهِ عِنْدَ الْفَجْرِ، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَصَارَتِ الصُّبْحَ، وَفُدِيَ إِسْحَاقُ عِنْدَ الظُّهْرِ فَصَلَّى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرْبَعًا، فَصَارَتِ الظُّهْرَ، وَبُعِثَ عُزَيْرٌ فَقِيلَ لَهُ كَمْ لَبِثْتَ؟ فَقَالَ : يَوْمًا، فَرَأَى الشَّمْسَ فَقَالَ : أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَصَارَتِ الْعَصْرَ، وَقَدْ قِيلَ : غَيْرُ عُزَيْرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَغُفِرَ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، عِنْدَ الْمَغْرِبِ، فَقَامَ

فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَجُهِدَ فَجَلَسَ فِي الثَّالِثَةِ، فَصَارَتِ الْمَغْرِبُ ثَلَاثًا، وَأَوَّلُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ نَبِيُّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا آدم علیہ السلام کی جب فجر کے وقت توبہ قبول کی گئی، تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی، تو وہ نماز، نماز فجر کہلائی، ظہر کے وقت اسحاق علیہ السلام کو قربان ہونے سے (مینڈھا کا فدیہ دے کر) بچا لیا گیا، تو ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعت نماز ادا کی، یوں نماز ظہر بن گئی۔ عزیر علیہ السلام کو (سو سال کے بعد) زندہ کیا گیا، تو پوچھا گیا: آپ کتنی دیر ٹھہریں ہیں؟ انہوں نے کہا ایک دن، پھر جب سورج کو دیکھا، تو کہہ دیا کہ دن کا ایک حصہ، تو انہوں نے چار رکعت نماز ادا کی، تو نماز عصر وجود میں آئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نماز عصر عزیر علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسرے نبی کی وجہ سے شروع ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کو مغرب کے وقت معاف کیا گیا، تو وہ کھڑے ہوئے اور چار رکعت نماز ادا کرنے لگے، مگر بھول کر تیسری رکعت میں ہی تشہد بیٹھ گئے، یوں مغرب کی نماز تین رکعت مشروع ہو گئی اور سب سے پہلے جس نے نماز عشاء ادا کی، وہ ہمارے نبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :175/1)

جواب: جھوٹا قول ہے۔

① قاسم بن جعفر بن شذونہ ابو محمد بصری کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② بحر بن حکم کیسانی کا بھی کوئی اتہ پتہ نہیں۔

③ عبید اللہ بن محمد نے یہ خبر کہاں سے لی، معلوم نہیں۔ ممکن ہے کہ کئی اسرائیلی

روایت سے ماخوذ ہو۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ **سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:**

لَمَّا نَزَلَتْ : ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ﴾(اللّهب : ١) أَقْبَلَتِ الْعَوْرَاءُ أُمُّ جَمِيلٍ بِنْتُ حَرْبٍ وَلَهَا وَلْوَلَةٌ وَفِي يَدِهَا فِهْرٌ وَهِيَ تَقُولُ : مُذَمَّمٌ أَبَيْنَا، وَدِينَهٗ قَلَيْنَا، وَأَمْرَهٗ عَصَيْنَا، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَرَأَ قُرْآنًا وَمَعَهٗ أَبُو بَكْرٍ فَلَمَّا رَآهَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَدْ أَقْبَلَتْ وَأَنَا أَخَافُ أَنْ تَرَاكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّهَا لَنْ تَرَانِي وَقَرَأَ قُرْآنًا اعْتَصَمَ بِهٖ، كَمَا قَالَ وَقَرَأَ : ﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾(الإسراء : ٤٥) فَأَقْبَلَتْ حَتّٰى وَقَفَتْ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ وَلَمْ تَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : يَا أَبَا بَكْرٍ إِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ صَاحِبَكَ هَجَانِي فَقَالَ : لَا، وَرَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ مَا هَجَاكِ قَالَ : فَوَلَّتْ ....

''جب آیت کریمہ: ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ﴾(اللّهب : ١) ''**ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو گئے۔**'' نازل ہوئی، تو بڑھیا ام جمیل بنت حرب بڑے جوش وخروش کے ساتھ آئی، اس کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا اور زبان سے کہہ رہی تھی:

ہم مذمم (اس کی مراد محمد کریم ﷺ کی ذات مبارکہ تھیں) کا انکار کرتے ہیں، اس کے دین سے ہم سخت نفرت کرتے ہیں اور اس کے حکم کی ہم نافرمانی کرتے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد (حرام) میں تشریف فرما تھے، نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت کی، جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑھیا کو آتے دیکھا، تو عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ بڑھیا آرہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کو دیکھ لے گی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ پائے گی اور دلیل کے طور پر قرآن کی تلاوت کی، اسی طرح یہ آیت بھی تلاوت فرمائی: ﴿وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾(الإسراء : ٤٥)''(اس وقت کو یاد کیجئے) جب آپ نے قرآن کی تلاوت کی، ہم نے آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان پردہ حائل کر دیا، جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔'' وہ بڑھیا آئی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑی ہوگئی، اسے رسول اللہ ﷺ نظر ہی نہ آئے، کہنے لگی: ابوبکر! مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارے صاحب (نبی) نے میری ہجو کی ہے، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، انہوں نے آپ کی ہجو نہیں کی۔ پھر وہ بڑھیا واپس چلی گئی......۔''

(مسند الحُمَيْدي : 325، مُسند أبي يعلٰى : 25، المُستدرك للحاكم : 3376)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ابن تدرس کون ہے؟ معلوم نہیں۔ اگر یہ محمد بن مسلم بن تدرس ابوالزبیر مکی ہے، تو وہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② ابن تدرس/ ابوالزبیر مکی رحمہ اللہ کا سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں۔

❁ دلائل النبوۃ للبیہقی (۱۹۶/۲) والی سند بھی ضعیف ہے۔ کثیر بن عبید مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۳۳۲/۵'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَمَّا نَزَلَتْ : ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ﴾(اللّهب : ١) جَاءَ تِ امْرَأَةُ أَبِي لَهَبٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا رَآهَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّهَا امْرَأَةٌ بَذِيئَةٌ، وَأَخَافُ أَنْ تُؤْذِيَكَ، فَلَوْ قُمْتَ؟ قَالَ : إِنَّهَا لَنْ تَرَانِي، فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ : يَا أَبَا بَكْرٍ، صَاحِبُكَ هَجَانِي، قَالَ : مَا يَقُولُ الشِّعْرَ، قَالَتْ : أَنْتَ عِنْدِي مُصَدَّقٌ، وَانْصَرَفَتْ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَمْ تَرَكَ قَالَ : لَمْ يَزَلْ مَلَكٌ يَسْتُرُنِي مِنْهَا بِجَنَاحَيْهِ .

''جب آیت کریمہ: ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ﴾(اللّهب : ١) ''ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو گئے۔'' نازل ہوئی، تو ابولہب کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو (آتے) دیکھا، تو عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ عورت بڑی بداخلاق ہے، مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کو تکلیف دے گی، اگر آپ یہاں سے اٹھ جائیں، تو بہتر ہوگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ پائے گی، تو وہ عورت آئی، کہنے لگی: ابوبکر! تمہارے صاحب (نبی) نے (اشعار

میں) میری ہجو کی ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تو شعر کہتے ہی نہیں۔ کہنے لگی: (ابوبکر!) تو میرے نزدیک سچا آدمی ہے، تو وہ واپس چلی گئی، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس نے آپ کو نہیں دیکھا، فرمایا: ایک فرشتہ اپنے پروں کے ساتھ مجھے اس سے چھپا رہا تھا۔''

(مسند البزّار : 15، مُسند أبي يعلٰى : 25، صحيح ابن حبان : 6511)

سند ضعیف و مرسل ہے۔

① عطاء بن سائب مختلط ہے، عبد السلام بن حرب کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔

② سند کا مرسل ہونا ہی راجح ہے، کیونکہ عطاء بن سائب کے سارے کے سارے شاگرد اسے سعید بن جبیر کی مرسل ذکر کرتے ہیں، صرف عبد السلام بن حرب نے اسے موصول بیان کیا ہے، یہ ان کا تفرد ہے، جیسا کہ امام بزار رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(مسند البزّار : 212/1)

❁ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۱/ ۴۹۹) اور دلائل النبوۃ لابی نعیم (۱۴۰) والی سند بھی ضعیف ہے۔ محمد بن فضیل نے عطاء بن سائب سے بعد از اختلاط روایت لی ہے۔

سوال: کیا کھلے عام زنا ہونا قیامت کی علامت ہے؟

جواب: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زنا عام ہو جائے گا، حتیٰ کہ لوگ سرعام گدھوں کی مانند راستوں میں ہی زنا کریں گے، ہمارے زمانے میں اس کی ابتدا ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری عزتوں کی حفاظت فرمائے، آمین

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ، وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا .

”قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اُٹھا لیا جائے گا، جہالت درآئے گی، شراب (بکثرت) پی جائے گی اور زنا عام ہو جائے گا۔“

(صحيح البخاري: 80، صحيح مسلم: 2671)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ؛ أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ، وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ، وَيَظْهَرَ الزِّنَا، وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، حَتّٰى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ .

”قیامت کی نشانیاں ہیں کہ علم کی کمی اور جہالت کی کثرت ہو جائے گی، زنا عام ہو جائے گا، عورتیں زیادہ ہو جائیں گی اور مرد کم ہوں گے، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کی ذمہ داری ایک مرد اٹھائے گا۔“

(صحيح البخاري: 81، صحيح مسلم: 2671)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَتَسَافَدُوا فِي الطَّرِيقِ تَسَافُدَ الْحَمِيرِ قُلْتُ : إِنَّ ذَاكَ لَكَائِنٌ؟ قَالَ : نَعَمْ، لَيَكُونَنَّ .

”اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک تم راستوں میں (سرعام) زنا نہ کرنے لگ جاؤ، جس طرح گدھے جفتی کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا ایسا واقعی ہونے والا ہے؟ فرمایا: جی ہاں، ایسا ضرور بالضرور ہوگا۔“

(مسند البزّار : 2353، صحیح ابن حبان : 6767، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: کیا روح کا وجود ہے یا یہ عرض ہے؟

جواب: روح کا وجود اور جسم ہے، یہ عرض اور معنوی شے نہیں، عرض اس شے کو کہتے ہیں، جو تصوراتی ہو، اس کا بذات خود وجود نہ ہو۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ روح مجسم شے ہے، جبکہ معتزلہ اور فلاسفہ وغیرہ کا کہنا ہے کہ روح عرض اور معنوی شے ہے، اس کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ کتاب وسنت کی نصوص اور اجماع اُمت اس نظریے کا رد کرتے ہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) نے روح کے متعلق اختلافی اقوال ذکر کیے، پھر بایں الفاظ روح کے مجسم ہونے کو ہی درست اور صحیح قرار دیا:

هٰذَا الْقَوْلُ هُوَ الصَّوَاب فِي الْمَسْأَلَة هُوَ الَّذِي لَا يَصِحُّ غَيْرُهٗ وَكُلُّ الْأَقْوَالِ سِوَاهُ بَاطِلَةٌ وَعَلَيْهِ دَلَّ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَإِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَأَدِلَّةُ الْعَقْلِ وَالْفِطْرَةِ .

”اس مسئلہ میں یہ قول (کہ روح مجسم شے ہے) ہی درست ہے، اس کے علاوہ کوئی قول درست نہیں، باقی سارے کے سارے اقوال باطل ہیں، اس قول پر کتاب وسنت، اجماع صحابہ اور عقلی وفطری دلائل دلالت کرتے ہیں۔“

(الرّوح، ص 179)

شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ نے کئی آیات اور احادیث سے استدلال کیا ہے۔

❁ علامہ سفیری رحمہ اللہ (۹۵٦ھ) فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى أَنَّهَا جِسْمٌ كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ

وَالسُّنَّةُ وَإِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ، لِوَصْفِهَا فِي الْأَحَادِيثِ وَالْآيَاتِ بِالتَّرَقِّي وَالْقَبْضِ وَالْإِمْسَاكِ وَالْإِرْسَالِ وَالْإِخْرَاجِ وَالْخُرُوجِ وَالتَّنَعُّمِ وَالتَّعْذِيبِ وَالتَّرَدُّدِ فِي الْبَرْزَخِ، وَأَنَّهَا تَأْكُلُ وَتَشْرَبُ وَتَسْرَحُ وَتَنْطَلِقُ وَتَعْرِفُ، وَهٰذِهِ صِفَاتُ الْأَجْسَامِ، وَالْعَرْضُ لَا يُتَّصَفُ بِهَا.

”اکثر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ روح مجسم شے ہے، اسی پر کتاب وسنت اور اجماعِ صحابہ دلالت کرتے ہیں، کیونکہ آیات واحادیث میں روح کی صفات یہ بیان گئی ہیں کہ اسے (آسمانوں کی طرف) چڑھایا جاتا ہے، اسے قبض کیا جاتا ہے، اسے روکا جاتا ہے، اسے چھوڑا جاتا ہے، اسے نکالا جاتا ہے، یہ نکلتی ہے، یہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے، اسے عذاب دیا جاتا ہے، یہ برزخ میں ادھر اُدھر جاتی ہے، یہ کھاتی پیتی ہے، بآسانی حرکت کرتی ہے، چلتی ہے اور پہچانتی ہے۔ یہ سب مجسم اشیا کی صفات ہیں، عرض شے کو ایسے اُمور سے متصف نہیں کیا جاتا۔“

(شرح البخاري: 2/216)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ❊ ارْجِعِي إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ❊ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ❊ وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾(الفجر: ٢٧۔٣٠)

”اے مطمئن روح! اپنے رب کی طرف راضی خوشی لوٹ جا، (اللہ تعالیٰ کہتا

ہے کہ) میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''
یہ خطاب روح کو ہے، کسی غیر مجسم شے کو ایسا خطاب نہیں کیا جا سکتا، یہ آیت قطعی دلیل ہے کہ روح مجسم شے ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ﴾(الزّمر : 42)

''اللہ موت کے وقت جانوں کو قبض کر لیتا ہے اور جن پر موت نہیں آئی، ان کو نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر سوئے ہوؤں میں سے جس پر موت کا فیصلہ کر دے، اس کی جان کو روک لیتا ہے، اور جس پر موت کا فیصلہ نہیں کیا، اس کو ایک مقرر وقت کے بعد جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ اس میں تفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

❀ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

تَلْتَقِي أَرْوَاحُ الْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ فِي الْمَنَامِ، فَيَتَسَاءَلُونَ بَيْنَهُمْ، فَيُمْسِكُ اللّٰهُ أَرْوَاحَ الْمَوْتٰى وَيُرْسِلُ أَرْوَاحَ الْأَحْيَاءِ إِلٰى أَجْسَادِهَا .

''مردوں اور زندوں کی ارواح نیند میں باہم ملتی ہیں، ایک دوسرے سے سوال بھی کرتی ہیں، تو اللہ مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے جسموں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 122، وسندہٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... فَتَجْعَلُ نَسْمَتُهُ فِي النَّسَمِ الطَّيِّبِ وَهِيَ طَيْرٌ يَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ، قَالَ : فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى : ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾(إبراهيم : 27) إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ .

''......اس کی روح پاکیزہ ارواح میں چلی جائے گی۔ایک پرندے کی طرح جنت کے درختوں پر پھرے گی۔یہ اللہ کے اس فرمان کا مطلب ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾(إبراهيم : 27)

''اہل ایمان کو اللہ قول ثابت پر قائم رکھے گا، دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔''

(معجم الطّبراني الأوسط : 2630، صحيح ابن حبان : 3113، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا ـقَالَ حَمَّادٌ : فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ۔ قَالَ : وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ : رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ، صَلَّى اللّٰه عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهٗ، فَيُنْطَلَقُ بِهٖ إِلٰى رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَقُولُ : انْطَلِقُوا بِهٖ إِلٰى آخِرِ الْأَجَلِ، قَالَ : وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهٗ ـقَالَ حَمَّادٌ : وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا،

وَذَكَرَ لَعْنًا۔ وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ : رُوحٌ خَبِيثَةٌ جَاءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ، قَالَ : فَيُقَالُ : انْطَلِقُوا بِهِ إِلٰى آخِرِ الْأَجَلِ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَرَدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ، عَلٰى أَنْفِهِ، هٰكَذَا .

’’جب مؤمن کی روح نکلتی ہے، تو دو فرشتے اسے پکڑتے ہیں اور لے کر (آسمانوں کی طرف) اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ (راوی حدیث) حماد بن زید نے کہا: راوی نے اس روح کی عمدہ خوشبو کا ذکر کیا اور اسے کستوری کی مانند کہا۔ آسمان والے فرشتے کہتے ہیں: کیا ہی پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے! تجھ پر اور اس جسم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں، جسے تو نے آباد کیے رکھا، پھر اس روح کو رب تعالیٰ کی طرف لے جایا جاتا ہے، پھر اللہ فرماتا ہے کہ اسے آخری مقررہ مدت (قیامت) تک (اس کے جنتی ٹھکانے کی طرف) لے جاؤ۔ جب کافر کی روح نکلتی ہے۔ (راوی حدیث) حماد بن زید کہتے ہیں کہ راوی نے یہاں اس روح کی بدبو اور اس پر کی جانے والی لعنت کا ذکر کیا۔ آسمان والے فرشتے کہتے ہیں: کتنی بری روح زمین کی طرف سے آئی ہے، تو کہا جاتا ہے کہ اسے آخری مقرر مدت (قیامت) تک (اس کے عذاب والے ٹھکانے کی طرف) لے جاؤ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ چادر جو آپ ﷺ کے جسم مبارک پر تھی، کو موڑ کر اس طرح ناک پر رکھا۔‘‘

(صحیح مسلم: 2872)

✿ علامہ ابوالمظفر ابن ہبیرہ رحمہ اللہ (۵۶۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ : أَنَّ رُوحَ الْمُؤْمِنِ جِسْمٌ وَلَيْسَتْ عَرَضًا .

''اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ مؤمن کی روح مجسم شے ہے، یہ عرض (غیر مجسم شے) نہیں۔''

(الإفصاح : 214/8)

✿ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَتِ الرُّسُلُ عَلٰى أَنَّهَا مُحْدَثَةٌ مَخْلُوقَةٌ مَصْنُوعَةٌ مَرْبُوبَةٌ مُدَبَّرَةٌ، وَهٰذَا مَعْلُومٌ بِالضَّرُورَةِ مِنْ دِينِهِمْ، أَنَّ الْعَالَمَ مُحْدَثٌ، وَمَضٰى عَلٰى هٰذَا الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، حَتّٰى نَبَغَتْ نَابِغَةٌ مِمَّنْ قَصُرَ فَهْمُهُ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَزَعَمَ أَنَّهَا قَدِيمَةٌ، وَاحْتَجَّ بِأَنَّهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ، وَأَمْرُهُ غَيْرُ مَخْلُوقٍ! وَبِأَنَّ اللّٰهَ أَضَافَهَا إِلَيْهِ بِقَوْلِهٖ : ﴿قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾(بني إسرائيل : ٨٥) وَبِقَوْلِهٖ : ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾(الحجر : ٢٩)، كَمَا أَضَافَ إِلَيْهِ عِلْمَهٗ وَقُدْرَتَهٗ وَسَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ وَيَدَهٗ، وَتَوَقَّفَ آخَرُونَ، وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ، وَمِمَّنْ نَقَلَ الْإِجْمَاعَ عَلٰى ذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيُّ، وَابْنُ قُتَيْبَةَ وَغَيْرُهُمَا .

”تمام رسولوں کا اس پر اجماع ہے کہ روح محدث (جس کا پہلے وجود نہ ہو، بعد میں پیدا کیا گیا ہو) مخلوق، مصنوع (جسے بنایا گیا ہو) مربوب (جو شے پیدا کی گئی ہو اور اسے پالا گیا ہو) اور وہ نظام کے تحت ہے۔ یہ رسولوں کے دین میں بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے کہ سارا جہان کو عدم سے وجود میں لایا گیا ہے، اسی عقیدے پر صحابہ اور تابعین چلے، یہاں تک کہ ایسے لوگوں میں سے ایک گروہ نمودار ہوا، جو کتاب وسنت کے فہم میں کمزور ہیں، انہوں نے دعویٰ کیا کہ روح قدیم (جو ازل سے ہو) ہے۔ دلیل یہ پیش کی کہ روح اللہ کے ”امر“ میں سے ہے اور اللہ کا امر مخلوق نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی دلیل پیش کی کہ اللہ تعالیٰ نے روح کو اپنی طرف منسوب کیا ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: ﴿قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي﴾(بني إسرائيل : ٨٥)(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا اَمر ہے۔“ اسی طرح فرمان الٰہی ہے: ﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾(الحِجر : ٢٩)”میں نے اس (آدم علیہ السلام) میں اپنی روح پھونکی۔“ اللہ تعالیٰ نے روح کو اپنی طرف منسوب کیا ہے، جیسے کہ اس نے اپنے علم، قدرت، سمع، بصر اور ید کو منسوب کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے روح کے بارے میں توقف اختیار کیا ہے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ روح مخلوق ہے، اس پر اجماع نقل کرنے والوں میں محمد بن نصر مروزی اور ابن قتیبہ رحمہما اللہ وغیرہما شامل ہیں۔“

(شرح الطّحاوية، ص391)

سوال: فتنوں سے بچاؤ کیسے ممکن ہے؟

جواب: اس وقت دنیا فتنوں کی آماجگاہ بن چکی ہے، قوموں کی گمراہی کا سبب دو دو چیزیں ہیں؛ ① عناد ② جہالت۔ یہی دو چیزیں فتنوں کی بنیاد بنتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت جس دور میں ہوئی، وہ فتنوں سے لبریز تھا، آپ ﷺ نے علم نبوت کے ساتھ ان فتنوں کا ازالہ کیا اور بہترین جماعت تیار کی، اس جماعت نے ہی اللہ اور اس کے رسول کی حقیقی مراد کو پایا ہے، تب وہ دین متین کے حقیقی وارث بنے، اللہ تعالیٰ نے ان کے علم وعمل کی حفاظت فرمائی، جسے اجماع اُمت کے نام سے موسوم کیا گیا۔

جب تک اُمت اس علم پر قائم رہی، فتنوں سے محفوظ رہی، جوں جوں لوگوں میں علم نبوت کی کمی واقع ہونے لگی اور وہ اسلاف اُمت سے منحرف ہونے لگے، تو فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اب چہار سُو شرک وکفر، بدعات وخرافات اور حزبیت چھا گئی ہے۔ ان سب کے باوجود ہر دور میں ایک گروہ حق پر قائم رہا اور قیامت تک رہے گا، جس کی پیشگوئی خود رسول اللہ ﷺ نے بایں الفاظ فرمائی:

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ .

”میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا، ان کے مخالف انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔“ (صحيح مسلم : 1920)

❀ ایک دوسری روایت میں اس گروہ کی صفت یہ بیان ہوئی ہے:

لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ .

''میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گا۔''

(صحیح البخاري :3641)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(اقتضاء الصِّراط المُستقیم :38/1)

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کے باقی رہنے اور اہل سنت کے حق پر قائم رہنے کی بشارت سنائی ہے۔

ان تمام فتنوں کا تدارک بھی اسی نہج پر ممکن ہے، جس نہج پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دور جاہلیت کے فتنوں اور کفر وشرک کا خاتمہ کیا۔ آج بھی علم نبوت اور اس کے حقیقی وارثین کے ذریعے فتنوں کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔

ضرورت اس اَمر کی ہے کہ سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت کے عقائد واعمال پر کاربند رہا جائے، ان کے منہج کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور اسی کی دعوت دی جائے، تمام فتنے دَم بخود ہو جائیں گے، اُمت کی صلاح وفلاح اسی بھی ہے۔

✿ امام مالک بن انس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ يَقْعُدُ إِلَيْنَا وَلَا يَقُومُ أَبَدًا حَتّٰى يَقُولَ لَنَا : اِعْلَمُوا أَنَّهٗ لَا يُصْلِحُ آخِرَ هٰذَا الْأَمْرِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوَّلَهٗ .

''امام وہب بن کیسان رحمہ اللہ ہمارے پاس بیٹھتے تھے اور اٹھنے سے پہلے پہلے ہمیں یہ ضرور کہتے تھے:''جان لیں کہ اس اُمت کے آخر کی اصلاح بھی اسی شے سے ہوگی، جس سے اُمت کے اول کی اصلاح ہوئی تھی۔''

(التّمهيد لابن عبد البر : 10/23، وسندهٗ حسنٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ''مقام محمود'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ''مقام محمود'' عطا کیا جائے گا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿عَسٰی أَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾(بني إسرائيل : ٧٩)

''(اے نبی!) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے۔''

❀ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ : «أَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهٗ»، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جو اذان کے جواب میں یہ دعا پڑھتا ہے، روز قیامت اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ القَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَّهٗ .

''اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! تُو محمد (کریم ﷺ) کو خاص تقرب اور خاص فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما، جس کا تُو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 614)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اذان سننے کے بعد یہ الفاظ کہے، تو روزِ قیامت اسے میری شفاعت نصیب ہوگی:

بِحَقِّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ الَّذِي وَعَدْتَهُ، إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ.

''اللہ! اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے طفیل محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما، جس کا تُو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، بلاشبہ تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 4654، المُعجم الصّغير للطّبراني : 670، السّنن الكبرٰى للبيهقي :410/1، الدّعوات الكبير للبيهقي : 49، وسندهٗ صحيحٌ)

یہاں مقام محمود سے مراد نبی کریم ﷺ کی شفاعت ہے، اس پر اہل حق کا اجماع واتفاق ہے۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اُمت کے گناہ گار مؤحدین کے حق میں شفاعت کریں گے، آپ ﷺ کی شفاعت سے کئی اہل جہنم مؤحدین کو معاف کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَاهَا لِأُمَّتِهٖ، وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''ہر نبی کی ایک (خاص) دعا ہے، جو اس نے اپنی امت کے لیے کی، مگر میں نے اپنی دعا روز قیامت اُمت کی شفاعت کے لیے سنبھال رکھی ہے۔''

(صحيح مسلم : 200)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ إِثْبَاتُ الشَّفَاعَةِ وَهُوَ رُكْنٌ مِّنْ أَرْكَانِ اعْتِقَادِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَهُمْ مُجْمِعُونَ أَنَّ تَأْوِيلَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾(بني إسرائيل : ٧٩) اَلْمَقَامُ الْمَحْمُودُ هُوَ شَفَاعَتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُذْنِبِينَ مِنْ أُمَّتِهٖ وَلَا أَعْلَمُ فِي هٰذَا مُخَالِفًا .

''اس حدیث میں شفاعت کا اثبات ہے، یہ اہل سنت والجماعت کے جملہ عقائد میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾(بني إسرائيل : ٧٩) ''(اے نبی!) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے۔'' میں ''مقام محمود'' سے مراد نبی کریم ﷺ کا اپنی اُمت کے گناہ گاروں کے لیے شفاعت کرنا ہے، اس بارے میں مجھے کسی کے اختلاف کا علم نہیں۔''

(الاستذکار : 520/2)

❀ یزید بن صہیب الفقیر نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ نے مقام محمود کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سن رکھا ہے، فرمایا: جی ہاں:

إِنَّهٗ مَقَامُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودُ الَّذِي يُخْرِجُ اللّٰهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ.

''یہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام محمود ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے کئی لوگوں کو جہنم سے نکالے گا۔''

(صحیح مسلم: 191/320

یہ حدیث نص ہے کہ مقام محمود سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا ہے۔

سوال: بعض نے شفاعت کی نفی میں درج ذیل آیت کو دلیل بنایا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾(البقرة: ٤٨)

''اس دن سے ڈر جاؤ، جس دن کوئی جان کسی جان کو ذرا برابر بھی فائدہ نہ دے گی، نہ اس کی شفاعت قبول کی جائے گی، نہ اس سے معاوضہ لیا جائے گا، نہ ان (کافروں) کی مدد کی جائے گی۔''

اس کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: مندرجہ بالا آیت ان آیات میں سے ہے، جنہیں شفاعت کے منکرین اپنے نظریے پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں، جبکہ یہ قطعاً انکار شفاعت کی دلیل نہیں، کیونکہ اس آیت میں کافروں کے متعلق خبر دی جا رہی ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے انہیں کوئی بھی

فائدہ نہیں پہنچا سکے گا، کسی شفاعت کرنے والے کی شفاعت بھی انہیں کچھ نفع نہ دے، گویا بچ بچاؤ اور عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے جتنے اسباب ہیں، وہ سب ان کے حق میں قبول نہ ہوں گے، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں عذاب کا مزہ چکھتے رہیں گے۔

ثابت ہوا کہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں شفاعت کی نفی کی ہے، البتہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ ابو طالب کے بارے میں شفاعت کریں گے، جس سے اسے جہنم سے نچلے درجے کے بجائے کم عذاب دیا جائے گا، ثابت ہوا کہ ابو طالب واحد کافر ہے، جسے شفاعت کچھ نہ کچھ فائدہ دے گی، باقی کسی کافر کے لیے شفاعت فائدہ نہ دے گی۔

البتہ مؤمنوں اور گناہ گار مؤحدین کے متعلق شفاعت برحق ہے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے کئی مسلمانوں کے حق میں شفاعت ہوگی، جس پر کئی قرآن آیات اور متواتر احادیث دلیل ہیں، نیز اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

❁ علامہ ابن عطیہ رحمہ اللہ (۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

أَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَنَّهٗ لَا تُقْبَلُ فِيهِ الشَّفَاعَةُ، وَلَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ، وَهٰذَا إِنَّمَا هُوَ فِي الْكَافِرِينَ، لِلْإِجْمَاعِ وَتَوَاتُرِ الْحَدِيثِ بِالشَّفَاعَةِ فِي الْمُؤْمِنِينَ.

”اللہ تعالیٰ نے کافروں (بنی اسرائیل) کو قیامت کے دن کی خبر دی ہے کہ اس دن شفاعت قبول نہیں کی جائے گی، نہ کوئی جان کسی جان کو کچھ بھی نفع دے سکے گی۔ یہ سب کافروں کے بارے میں ہے، کیونکہ مؤمنوں کے بارے میں شفاعت پر اجماع اور متواتر احادیث ہیں۔“

(تفسير ابن عطيّة :139/1)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ، وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ ....

''پھر جہنم پر پل ڈال دیا جائے گا اور شفاعت کا اذن ہو جائے گا۔''

(صحيح مسلم : 183)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ جَوَازُ الشَّفَاعَةِ عَقْلًا وَّوُجُوبُهَا بِصَرِيحِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ ﴿وَلا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾، وَأَمْثَالُهَا، وَبِخَبَرِ الصَّادِقِ سَمْعًا، وَقَدْ جَاءَ تِ الْآثَارُ الَّتِي بَلَغَتْ بِمَجْمُوعِهَا التَّوَاتُرَ بِصِحَّتِهَا فِي الْآخِرَةِ لِمُذْنِبِي الْمُؤْمِنِينَ، وَأَجْمَعَ السَّلَفُ الصَّالِحُ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلَيْهَا، وَمَنَعَتِ الْخَوَارِجُ وَبَعْضُ الْمُعْتَزِلَةُ مِنْهَا، وَتَأَوَّلَتِ الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ فِيهَا وَاعْتَصَمُوا بِمَذَاهِبِهِمْ فِي تَخْلِيدِ الْمُذْنِبِينَ فِي النَّارِ وَاحْتَجُّوا بِقَوْلِهٖ : ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ وَبِقَوْلِهٖ : ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُّطَاعُ﴾، وَهٰذِهِ الْآيَاتُ فِي الْكُفَّارِ، وَتَأَوَّلُوا أَحَادِيثَ الشَّفَاعَةِ فِي زِيَادَةِ الدَّرَجَاتِ وَإِجْزَالِ الثَّوَابِ، وَأَلْفَاظُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي فِي الْكِتَابِ وَغَيْرِهٖ تَدُلُّ عَلٰى خِلَافِ

مَا ذَهَبُوا إِلَيْهِ، وَأَنَّهَا فِي الْمُذْنِبِينَ وَفِي إِخْرَاجِ مَنِ اسْتَوْجَبَ.

''اہل سنت کا مذہب ہے کہ شفاعت کا جواز عقل سے ملتا ہے اور اس کا وجوب باری تعالیٰ کے صریح فرمان سے: ﴿لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ ''شفاعت اسی کو نفع دے گی، جس کے لیے رحمٰن اجازت دے گا۔'' ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ ''فرشتے ان کے بارے شفاعت کریں گے، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی۔'' نیز صادق ﷺ کی احادیث بھی شفاعت پر دال ہیں۔ مجموعی طور پر متواتر احادیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ گناہ گار مومنوں کے حق میں شفاعت کریں گے۔ سلف اور بعد والے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔ خوارج اور بعض معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے، شفاعت کے ثبوت میں وارد احادیث کی تاویل کی ہے اور اپنے مذہب پر دلیل بنائی ہے کہ گناہ گار ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے۔ حجت کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں: ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ ''انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہ دے گی۔'' ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ ''ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا، کہ جس کی بات مانی جائے۔'' جبکہ یہ آیات کفار کے بارے میں ہیں۔ شفاعت کی احادیث کی تاویل میں یہ کہا کہ اس سے مراد درجات کی بلندی اور ثواب میں زیادتی ہے۔ جبکہ احادیث کے الفاظ ان کی تاویل کے برعکس مفہوم کے متقاضی ہیں، وہ یہ کہ شفاعت گناہ

گاروں کے لیے ہوگی اور ان لوگوں کو جہنم سے نکالا جائے گا، جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔‘‘

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم :1/565،

ابوطالب کی استثنا:

کافروں میں سے ابوطالب واحد کافر ہے، جسے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نے کچھ فائدہ دیا، وہ اس طرح کہ اسے جہنم کے نچلے حصہ سے ہلکے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا، ابو طالب کو آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے، جس سے ابوطالب کا دماغ ہنڈیا کی طرح اُبلے گا۔ نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی۔

❁ سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهٗ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ؟ قَالَ : نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ .

’’اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی فائدہ دیا؟ وہ تو آپ کا دفاع کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصے ہو جایا کرتے تھے۔ فرمایا: جی ہاں! (میں نے اُنہیں فائدہ پہنچایا ہے) وہ اب بالائی طبقے میں ہیں، اگر میں نہ ہوتا، تو جہنم کے نچلے حصہ میں ہوتے۔‘‘

(صحيح البخاري : 3883، صحيح مسلم : 209)

❁ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذُكِرَ عِنْدَهٗ عَمُّهٗ،

فَقَالَ : لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ القِيَامَةِ، فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ، يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ .

''انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا، آپ کے پاس آپ کے چچا (ابوطالب) کا ذکر کیا گیا، تو فرمایا: شاید کہ انہیں میری سفارش قیامت کے دن فائدہ دے اور اُنہیں جہنم کے بالائی طبقہ میں رکھا جائے، جہاں عذاب صرف ٹخنوں تک ہو اور جس سے اُن کا دماغ کھولے گا۔''

(صحيح البخاري : 3885، صحيح مسلم : 210)

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو کہ عدل کے عین موافق ہے، نبی اکرم ﷺ کا ابوطالب کے حق میں سفارش کرنا ثابت ہو گیا ہے۔ آپ کی شفاعت کی وجہ سے اُن کا عذاب ہلکا ہے۔ یہ واحد شخص ہیں، جو ایمان نہ لانے کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کے حقدار ہوئے ہیں، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ احادیث میں ابوطالب کی استثنا ثابت ہو گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ اگر میں نہ ہوتا، تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوتے۔ معاملہ عدل کے منافی تو تب ہوتا جب گناہ یا جرم سے زیادہ سزا دی جاتی۔ اس کے برعکس اگر اللہ تعالیٰ کسی کے عذاب کو اپنے نبی کی شفاعت کی وجہ سے ہلکا کرتا ہے، تو یہ اُس کا فضل و کرم ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ قرآنِ کریم سے ثابت ہے کہ کافروں کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی، اس سے معلوم ہوا کہ ابوطالب مومن تھے، اسی لیے اُن کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ابوطالب فوت ہوتے وقت ایمان لائے تھے، جیسا

کہ دعویٰ کیا جاتا ہے، تو پھر اُن کو عذاب دینا ہی قرآن وسنت کی تعلیمات اور عدل کے تقاضوں کے منافی ہے، کیونکہ جو ایمان کی حالت میں مرتا ہے، اُسی حالت میں اُٹھایا جاتا ہے۔ جب قرآن وسنت میں اُن کے لیے عذاب ثابت ہو گیا ہے، تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ رہی بات عذاب میں تخفیف کی، تو اس کا معنی یہ ہے کہ ابوطالب کا عذاب بعد میں ہلکا نہیں ہوا، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کی بنا پر شروع سے ہی ہلکا رکھا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کافروں کے عذاب کے ہلکا نہ کیے جانے والا اُصول عام ہے، جبکہ ابوطالب کے عذاب کو ہلکا کیے جانے والا واقعہ خاص ہے۔ جب عام اور خاص میں تعارض ہو، تو اُصول کے مطابق خاص کو مقدم اور عام سے مستثنیٰ خیال کیا جاتا ہے۔

سوال: پل صراط کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: پل صراط حق ہے، یہ جہنم کے اوپر ایک پُل ہے، جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ (مسلم: ۱۸۳) ہر ایک کو یہاں سے گزرنا ہے، خواہ جنتی ہو یا جہنمی۔ مگر گزرنے کی کیفیت ہر ایک کی اعمال کے مطابق ہوگی، کوئی برق رفتاری سے گزر جائے گا، تو کوئی لڑھکتا ہوا، کوئی جہنم رسید ہو جائے گا۔ سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پل صراط سے گزریں گے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

...... يُضْرَبُ جِسْرُ جَهَنَّمَ ...... فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ، وَدُعَاءُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ؛ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَبِهِ كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، أَمَا رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ؟ قَالُوا : بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ، غَيْرَ أَنَّهَا لَا يَعْلَمُ قَدْرَ

عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَتَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ، مِنْهُمُ الْمُوبَقُ بِعَمَلِهِ، وَمِنْهُمُ الْمُخَرْدَلُ .

''جہنم پر پل رکھا جائے گا۔......سب سے پہلے میں پل کو عبور کروں گا، اُس دن تمام انبیا یہی پکار رہے ہوں گے: اللہ! سلامتی کا سوال ہے (سلامتی سے گزار دے۔) پل صراط پر سعدان (ایک درخت کا نام) کے کانٹوں کی طرح کانٹے ہوں گے۔ (اے صحابہ!) کیا آپ نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! فرمایا: پل صراط پر بھی اس طرح کے کانٹے ہوں گے، مگر وہ کتنے بڑے ہوں گے، یہ اللہ ہی جانتا ہے، وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق پکڑیں گے، بعض اپنے (برے) اعمال کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور بعض زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے۔''

(صحيح البخاري: 6573، صحيح مسلم: 182)

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

...... ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ، وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ ....

''پھر جہنم پر پل ڈال دیا جائے گا اور شفاعت کا اذن ہو جائے گا۔''

(صحيح مسلم: 183)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ صِحَّةُ أَمْرِ الصِّرَاطِ وَالْإِيمَانِ بِهٖ، وَالسَّلَفُ مُجْمِعُونَ عَلٰى حَمْلِهٖ عَلٰى ظَاهِرِهٖ دُونَ تَأْوِيلٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ صِفَتِهٖ، وَهُوَ الْجِسْرُ، كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ الْآخَرِ .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ پل صراط کا معاملہ حق ہے اور اس پر ایمان رکھنا صحیح ہے، سلف صالحین کا اجماع ہے کہ پل صراط کو بغیر تاویل کیے حقیقت پر محمول کیا جائے گا، اس کے حقیقی کیفیت کو اللہ ہی جانتا ہے، یہ ایک پل ہے، جیسے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے۔‘‘

(إكمال المُعلِم: 550/1)

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

يَكْفُرُ ...... بِإِنْكَارِهِ الْقِيَامَةَ أَوِ الْبَعْثَ أَوِ الْجَنَّةَ أَوِ النَّارَ أَوِ الْمِيزَانَ أَوِ الْحِسَابَ أَوِ الصِّرَاطَ أَوِ الصَّحَائِفَ الْمَكْتُوبَ فِيهَا أَعْمَالُ الْعِبَادِ .

’’جو قیامت، بعث، جنت، جہنم، میزان، پل صراط یا اعمال کے صحائف کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔‘‘

(البحر الرّائق: 132/5)

سوال: مسجد میں مسواک کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں مسواک کی جا سکتی ہے، البتہ مسجد کو آلائشوں سے بچایا جائے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِّنَ الْعُلَمَاءِ كَرِهَهٗ .

’’میں نہیں جانتا کہ کسی بھی عالم نے اسے مکروہ کہا ہو۔‘‘

(مَجموع الفَتاویٰ: 201/22، الفتاوی الکبریٰ: 272/1)

سوال: مسجد میں کنگھی کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں کنگھی کی جا سکتی ہے، انسان کے بال پاک ہیں، البتہ مسجد کی صفائی

کا خیال کرتے ہوئے بال گرانے سے گریز کرنا چاہیے۔

سوال: کیا روز قیامت مؤحدین کو بالکل بھی عذاب نہ ہوگا؟

جواب: روز قیامت مشرک اور کافر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کیا جائے گا، وہ کبھی بھی جہنم سے خلاصی نہ پائیں اور اعمال کا وزن ہونے کے بعد جن اہل ایمان کے نیکیوں کا وزن زیادہ ہوگا، وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے، البتہ جن کی نیکیوں کا وزن کم ہو گا، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت میں ہوں گے، چاہے تو انہیں معاف کر دے اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے، یا انہیں ان کی برائیوں کے بدلے عذاب دے اور پھر جنت میں داخل کر دے، بہرحال بعض مؤحدین کو ایک وقت تک جہنم میں عذاب دیا جائے گا، بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معراج کے احوال میں بیان کرتے ہیں:

أُعْطِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا؛ أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ، وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معراج کے موقع پر) تین عظیم الشان چیزیں دی گئیں؛ ① پانچ نمازیں دی گئیں، ② سورت بقرہ کی آخری (دو) آیات دی گئیں ③ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا ہر وہ فرد جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہیں کیا، اس کے مہلک گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے۔''

(صحیح مسلم: 173)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِغُفْرَانِهَا أَنَّهٗ لَا يَخْلُدُ فِي النَّارِ بِخِلَافِ الْمُشْرِكِينَ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّهٗ لَا يُعَذَّبُ أَصْلًا، فَقَدْ تَقَرَّرَتْ نُصُوصُ الشَّرْعِ وَإِجْمَاعُ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى إِثْبَاتِ عَذَابِ بَعْضِ الْعُصَاةِ مِنَ الْمُوَحِّدِينَ .

''اللہ اعلم یہاں مہلک گناہوں کی معافی سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا، جبکہ مشرکین کا معاملہ اس کے برعکس ہے (کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے)۔اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ کسی مؤحد کو بالکل بھی عذاب نہ ہوگا، کیونکہ اس پر یقینی طور پر شرعی نصوص ثابت ہیں اور اہل سنت کا اجماع بھی ہے کہ بعض گناہ گار مؤحدین کو (ایک وقت کے لیے جہنم میں) عذاب دیا جائے گا۔''

(شرح مسلم : 3/3)

سوال: کیا حجاز سے نکلنے والی آگ کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ حجاز (مدینہ کے حرم سے باہر) میں آگ نکلے گی، جس کی روشنی سے بصریٰ کے اونٹوں کی کوہانیں روشن ہو جائیں گی۔

سن ۶۵۴ھ میں یہ واقعہ وقوع پذیر ہو چکا ہے، تواتر کے ساتھ مدینہ اور بصریٰ کے لوگوں نے اس کی گواہی دی ہے۔ یہ آگ تقریباً پچاس دن تک موجود رہی۔

یہ حدیث اَعلام نبوت میں سے ہے اور واضح دلیل ہے کہ اسلام ایک سچا دین ہے، نیز دلیل ہے کہ حدیث وحی ہے اور من جانب اللہ ہے، بھلا کیسے نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے ساڑھے چھ سو سال بعد کے واقعہ کی خبر دے دی؟ یہ خبر ظن اور گمان سے نہیں دی جا سکتی،

بلکہ مبنی پر وحی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرٰى .

''قیامت قائم نہ ہوگی، تا آنکہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی، جو بصریٰ میں موجود اونٹوں کی کوہانوں کو روشن کر دے گی۔''

(صحيح البخاري : 7118، صحيح مسلم : 2902)

❁ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ (٦٦١ھ) فرماتے ہیں:

رَآهَا أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ رُؤْيَةً لَا مِرِيَّةَ فِيهَا وَلَا خِفَاءَ فَإِنَّهَا لَبِثَتْ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِينَ يَوْمًا .

''مدینہ اور گرد و پیش کے لوگوں نے یہ آگ واضح طور پر بغیر شک وشبہ کے دیکھی، کیونکہ یہ آگ پچاس دن تک موجود رہی۔''

(المُيسّر في شرح المَصابيح : 1157/4)

❁ علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (٦٦٥ھ) کے بارے میں ہے:

ذَكَرَ كُتُبًا مُتَوَاتِرَةً عَنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي كَيْفِيَّةِ ظُهُورِهَا .

''آپ رحمہ اللہ نے اہل مدینہ کے تواتر کی حد تک خطوط ذکر کیے ہیں، جس میں آگ ظاہر ہونے کی کیفیت کو ذکر کیا گیا ہے۔''

(البِداية والنّهاية لابن كثير : 298/9)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ خَرَجَتْ فِي زَمَانِنَا نَارٌ بِالْمَدِينَةِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَخَمْسِينَ وَسِتِّمِائَةٍ وَكَانَتْ نَارًا عَظِيمَةً جِدًّا مِنْ جَنْبِ الْمَدِينَةِ الشَّرْقِيِّ وَرَاءَ الْحَرَّةِ تَوَاتَرَ الْعِلْمُ بِهَا عِنْدَ جَمِيعِ الشَّامِ وَسَائِرِ الْبُلْدَانِ وَأَخْبَرَنِي مَنْ حَضَرَهَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ .

''ہمارے دور میں سن ۶۵۴ھ کو مدینہ میں آگ ظاہر ہوئی، یہ بہت بڑی آگ تھی، جو مقام حرہ کے پیچھے مدینہ کی مشرقی جانب ظاہر ہوئی۔ اس واقعہ کا علم شام اور دیگر تمام علاقوں میں تواتر کے ساتھ ہے، مجھے بھی مدینہ کے ایک شخص نے خبر دی ہے، جو آگ کے ظہور کے وقت وہاں حاضر تھا۔''

(شرح مسلم : 28/18)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمْرُ هٰذِهِ النَّارِ مُتَوَاتِرٌ، وَهِيَ مِمَّا أَخْبَرَ بِهِ الْمُصْطَفٰى صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ ...... وَقَدْ حَكٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِمَّنْ كَانَ بِبُصْرٰى فِي اللَّيْلِ وَرَأَى أَعْنَاقَ الْإِبِلِ فِي ضَوْئِهَا .

''اس آگ کا واقعہ متواتر (نقل ہوا) ہے۔ یہ ان پیشین گوئیوں میں سے ہے، جس کی خبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ......کئی لوگوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، جو رات کے وقت بصریٰ میں موجود تھے، انہیں آگ کی روشنی میں اونٹوں کی کوہانیں دکھائی دیں۔''

(تاریخ الإسلام : 660/14)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ذَكَرَ أَهْلُ التَّارِيخِ وَغَيْرُهُمْ مِنَ النَّاسِ، وَتَوَاتَرَ وُقُوعُ هٰذَا فِي سَنَةِ أَرْبَعٍ وَخَمْسِينَ وَسِتِّمِائَةٍ.

''مؤرخین اور دیگر لوگوں نے اس آگ کا ذکر کیا ہے، سن ۶۵۴ ھ میں اس کا وقوع پذیر ہونا متواتر (منقول) ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 297/9)

سوال: کیا کسی ثابت حدیث کو عقلی دلیل کی بنا پر رد کیا جا سکتا ہے؟

جواب: کسی مسئلہ میں حدیث معلوم ہو جائے اور اس حدیث کا صحیح ہونا اور اس مسئلہ میں واضح ہونا ثابت ہو جائے، تو اس کا دین بنایا جائے گا، خواہ وہ عقل میں آئے یا نہ آئے، البتہ اسے سمجھنے کے لیے اہل علم اور اہل فن سے رجوع ضرور کرنا چاہیے، مگر عقل یا اجتہاد کے خلاف ہونے کی وجہ سے اسے رد کر دینا ناجائز ہے۔

اہل سنت والجماعت اور اہل بدعت میں یہی فرق ہے کہ اہل سنت ہر صحیح حدیث کو اپنا مذہب بناتے ہیں، جبکہ اہل بدعت ہر اس حدیث کو اپنے باطل اصولوں سے رد کر دیتے ہیں، جو ان کی عقل یا قیاس واجتہاد کے خلاف آ جائے یا اس حدیث کی باطل تاویل کر دیتے ہیں۔

اہل حق کہتے ہیں کہ صحیح حدیث کی موجودگی میں قیاس واجتہاد کرنا درست نہیں، بالخصوص جب قیاس صحیح حدیث کے مخالف ہو۔

منصوص ومقطوع مسائل میں اجتہاد وقیاس جائز نہیں، قیاس اور اجتہاد ان مسائل میں جائز ومشروع ہے، جن مسائل میں قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور اجماع اُمت میں سے کوئی نص نہ ہو۔ نص کی موجودگی میں قیاس باطل ہے۔

❀ عبد خیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، يَمْسَحُ ظُهُورَ قَدَمَيْهِ، وَيَقُولُ : لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلٰى ظُهُورِهِمَا، لَظَنَنْتُ أَنَّ بُطُونَهُمَا أَحَقُّ .

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پاؤں کے اوپر والی جانب مسح کرتے دیکھا۔ فرما رہے تھے : میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاؤں کے اوپر مسح کرتے نہ دیکھتا، تو سمجھتا کہ پاؤں کی نچلی جانب مسح کی زیادہ مستحق ہے۔''

(مسند الحميدي :26/1، ح : 47، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ باور کرا رہے ہیں کہ حدیث رسول کی موجودگی میں رائے اور قیاس کو ترک کیا جائے گا، کیونکہ قیاس اور رائے کا تقاضا تھا کہ پاؤں کی نچلی جانب مسح کیا جائے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پاؤں کی اوپر والی جانب مسح کرنے کا تھا، اس لیے اپنی رائے کو ترک کر دیا اور سنت کو مقدم رکھا۔

دین کے تمام اُمور میں اسی اصول کو اپنایا جائے گا۔ ہر عمل کی بنیاد اصل یعنی وحی پر رکھی جائے گی اور اس کی موجودگی میں رائے اور قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

❀ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (۲۳۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُذْكَرْ فِي حَدِيثٍ مُتَّصِلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِعَادَةَ الْوُضُوءِ مِنْهُ، لَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَاتَّبَعْنَاهُ وَتَرَكْنَا الْخَوْضَ بِالْعُقُولِ وَالْمَقَايِيسِ فِيهِ، وَكُنَّا نَتَوَضَّأُ مِنْهُ كَمَا نَتَوَضَّأُ مِنْ لَحْمِ الْجَزُورِ اتِّبَاعًا لِسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم ﷺ سے کسی متصل حدیث میں ذکر نہیں کہ ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اگر اس کا ثبوت ہوتا، تو ہم ضرور اس کا اتباع کرتے اور اپنی عقل اور قیاس آرائیوں کو ترک کر دیتے اور ہم نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع میں ہنسنے پر وضو کرتے، جس طرح ہم اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کرتے ہیں۔''

(مسائل الکوسج : 490)

علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ السُّنَّةَ إِذَا ثَبَتَتْ، لَمْ يُعْتَرَضْ عَلَيْهَا بِالْمَعْقُولِ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْبِدْعَةِ : أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ إِذَا سَمِعُوهَا، عَلِمُوا أَنَّهَا حَقٌّ، وَإِنْ قَصُرَتْ عُقُولُهُمْ عَنْ فَهْمِهَا، يَنْسِبُونَ الْقُصُورَ عَنْ فَهْمِهَا إِلٰى عُقُولِهِمْ، وَيَسْعَوْنَ فِي الْوُصُولِ إِلٰى فَهْمِهَا بِكُلِّ طَرِيقٍ إِلٰى أَنْ يَصِلُوا إِلَيْهِ، بِخِلَافِ أَهْلِ الْبِدْعَةِ؛ فَإِنَّهُمْ إِذَا سَمِعُوا سُنَّةً تُخَالِفُ عُقُولَهُمْ، بَادَرُوا إِلٰى رَدِّهَا، وَالطَّعْنِ فِيهَا مِنْ غَيْرِ تَدَبُّرٍ وَلَا سَعْيٍ فِي فَهْمِ شَيْءٍ مِّمَّا يُخَالِفُ عُقُولَهُمْ، وَالْإِجْمَاعُ مُنْعَقِدٌ عَلٰى أَنَّهٗ مَتٰى وُجِدَ نَصٌّ فِي حُكْمٍ مِّنْ كِتَابٍ أَوْ سُنَّةٍ، وَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ، وَلَا تَحِلُّ مُعَارَضَتُهٗ بِالْقِيَاسِ، وَلَا الرُّجُوعُ إِلَيْهِ إِلَّا عِنْدَ عَدَمِ النَّصِّ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''جان لیجئے کہ جب سنت ثابت ہو جائے، تو عقل کے ساتھ اس کا معارضہ نہیں کیا جائے گا۔ اہل سنت اور اہل بدعت میں یہی فرق ہے کہ اہل سنت جب کسی

سنت کے متعلق سنتے ہیں، تو جانتے لیتے ہیں کہ یہ سنت حق ہے، اگر چہ ان کی عقلیں اسے سمجھنے سے قاصر رہیں، وہ اس کا قصور وار اپنی ہی عقلوں کو قرار دیتے ہیں، البتہ ہر ممکنہ طریقے سے اس کا فہم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بالآخر وہ سنت کے (حقیقی) فہم تک پہنچ جاتے ہیں۔ جبکہ اہل بدعت کا معاملہ اس کے برعکس ہے، وہ جب کسی ایسی سنت کے متعلق سنتے ہیں، جو ان کی عقل کے مخالف ہو، تو جھٹ سے اسے رد کر دیتے ہیں اور اس میں تدبر کیے بغیر ہی اس پر طعن کر دیتے ہیں، نیز جو بات بھی ان کے عقل کے خلاف جائے، اس کا فہم حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ جبکہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جب کسی حکم میں کتاب وسنت کی کوئی نص موجود ہو، تو اسی نص پر عمل کیا جائے گا اور قیاس کے ساتھ اس کا معارضہ کرنا حلال نہیں، قیاس کی طرف اس وقت جایا جائے گا، جب (اس مسئلہ میں) نص موجود نہ ہو، واللہ اعلم!‘‘

(العُدّة في شرح العُمدة : 1102/2)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا ثَبَتَ الْخَبَرُ بَطَلَتْ مُعَارَضَتُهُ بِالْقِيَاسِ اتِّفَاقًا .

’’جب حدیث ثابت ہو، تو قیاس کے ساتھ اس کا معارضہ کرنا بالاتفاق باطل ہے۔‘‘

(فتح الباري :527/1)

اہل حق کی نشانی یہ ہے کہ اگر انہوں نے کسی مسئلہ میں رائے یا اجتہاد سے کوئی بات کی ہو، بعد میں انہیں اس مسئلہ کے خلاف نص معلوم ہو جائے، تو فوراً اپنے اجتہاد سے رجوع کرتے ہیں اور نص پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: جن سنتوں پر اہل بدعت طعن کریں، ان پر عمل کرنا کیسا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی سنت کو قائم رکھنا اہل حق اہل سنت والجماعت کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے، یہی وہ طائفہ منصورہ ہے، جو نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو مٹنے نہیں دیتا، بلکہ دلائل کے ساتھ انہیں بیان بھی کرتا ہے اور عمل کر کے انہیں زندہ رکھے ہوئے بھی ہے۔ وہ کسی ملامت کرنے والے کی پروہ نہیں کرتے، اہل بدعت شروع دن سے سنتوں سے نہ صرف محروم رہتے ہیں، بلکہ ان پر طعن بھی کرتے ہیں، لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت کے رد میں سنت کو قولاً وعملاً زندہ کرنا بڑا اجر وثواب ہے۔ سنت خواہ چھوٹی سی بھی ہو، مگر جب اہل بدعت اس کو مٹانے کے درپے ہوں، تو اس سنت کو زندہ رکھنے کی غرض سے اس پر عمل کرنا اور دلائل کے ساتھ اس کا دفاع کرنا عزیمت کا کام ہے۔

بعض مداہنت کا شکار لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ بھلا چھوٹی چھوٹی سنتوں کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا دفاع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

حالانکہ انہیں اس مسئلے کی حساسیت کا اندازہ نہیں، اہل بدعت پہلے چھوٹی چھوٹی سنتوں پر طعن کرتے ہیں، جبکہ اہل حق عوام کو اس پر قائل کر دیتے ہیں، تو پھر بڑی سنتوں، حتی کہ فرائض وواجبات کی ہیئت پر بھی جسارت کرنے لگتے ہیں، کبھی اپنی باطل تاویلات سے ان کی حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں، تو کبھی سرے سے ہی ان کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ جب

اہل باطل اور اہل بدعت کو چھوٹی سنت پر ہی روک لیا جائے گا، تو وہ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرسکیں گے اور اہل حق عوام کے عقائد و اعمال محفوظ رہیں گے، نیز حق و باطل اور سنت و بدعت کا امتیاز قائم رہے گا، اکثر اتحاد بین المسالک کا باطل نعرہ لگانے والے اور جھوٹی موٹی سیاست کے دلدادہ اس مداہنت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں ہر ہر سنت کا دفاع کرنا اور عمل کے ذریعے اسے باقی رکھنا کارِثواب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث میں ایسے حالات کی عکاسی کی گئی ہے کہ جب فتنوں کا دور ہوگا، اس وقت راہِ حق پر قائم رہنے والے کا اجر بڑھ جاتا ہے۔ یقیناً دورِفتن میں چھوٹی سی سنت کو حرزِ جان بنانا بھی بڑا عمل ہے۔

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ .

”فتنہ وفساد کے ہوتے عبادت کرنا، یوں ہے جیسے کسی نے میری طرف ہجرت کی ہو۔“

(صحیح مسلم : 2948)

❀ سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ، وَزَادَنِي غَيْرُهُ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ : أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ .

”آپ کے بعد ایک ایسا دور آنے والا ہے، جس میں صبر کرنا آگ کا انگارہ

پکڑنے کے مترادف ہے، ان ایام میں ایک نیکی کرنے والے کا اجر پچاس افراد کے برابر ہوگا، عمل سب کے ایک جیسے ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول! پچاس افراد ہم میں سے یا ان میں سے؟ فرمایا: آپ (صحابہ) میں سے۔"

(سنن أبي داود : 4341، سنن ابن ماجه : 4014، وسندهٗ حسنٌ)

رفع الیدین، اونچی آمین، جہری نماز جنازہ، ایک وتر، دوہری اذان، آٹھ رکعت تراویح، تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنا اوران جیسی کئی سنتوں پر اہل بدعت نہ عمل کرتے ہیں اور نہ انہیں دین سمجھتے ہیں، بلکہ ان پر طعن کرتے ہیں، اہل حق کو چاہیے کہ ان جیسی سنتوں کو قولاً وعملاً زندہ کر کے فضیلت پائیں۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ طَعَنَ فِيهَا طَوَائِفُ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ، فَكَانَ إِحْيَاءُ مَا طَعَنَ فِيهِ الْمُخَالِفُونَ مِنَ السُّنَنِ أَفْضَلُ مِنْ إِمَاتَتِهٖ .

"موزوں پر مسح کرنے پر اہل بدعت کے کئی گروہوں (مثلاً روافض) نے طعن کیا ہے، لہٰذا جن سنتوں پر مخالفین طعن کرتے ہوں، انہیں (قولاً وعملاً) زندہ کرنا افضل عمل ہے۔"

(الأوسط :440/1)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے یہاں ایک سنت موزوں پر مسح کا ذکر کیا، اب چونکہ روافض وغیرہ نے اس سنت پر طعن کیا، تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ روافض جیسے اہل بدعت کی مخالفت میں موزوں پر مسح کرنا افضل ہوگا، کیونکہ اس کے پیچھے نظریہ صرف سنت پر عمل کرنے کا نہیں، بلکہ سنت کو زندہ رکھنے کا ہے، جو اس کے اجر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہی معاملہ تمام چھوٹی

بڑی سنتوں پر عمل کرنے اور ان کا دفاع کرنے کا ہے۔

سوال: قرآنی آیات کی تفسیر رائے سے کرنا کیسا ہے؟

جواب: قرآنی آیات کی سب سے معتبر تفسیر وہ ہے، جو سلف سے منقول و ماثور ہو، اس میں تفسیر بالقرآن، تفسیر بالحدیث، تفسیر باقوال الصحابہ اور تفسیر باقوال السلف شامل ہے۔

قرآن فہمی کے لیے اسلاف کے علم پر بھروسا کیا جائے گا، اہل سنت کی کتابوں اور تفاسیر سے استفادہ ضروری ہے۔ مارکیٹ میں بعض ایسی تفسیریں ہیں، جو گمراہی اور ضلالت سے اَٹی پڑی ہیں، ان سے اجتناب ضروری ہے، غیر اہل حدیث کی تفسیر درحقیقت تفسیر نہیں، بلکہ تاویل ہے، کیونکہ علم نبوت کے وارث صرف اور صرف محدثین اور ان کے پیروکار ہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْجُمْلَةِ مَنْ عَدَلَ عَنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَتَفْسِيرِهِمْ إِلٰى مَا يُخَالِفُ ذٰلِكَ كَانَ مُخْطِئًا فِي ذٰلِكَ بَلْ مُبْتَدِعًا .

”خلاصہ بحث یہ ہے کہ جس نے صحابہ وتابعین کے (فقہی) مؤقف اور ان کی تفسیر کے مخالف طرف پھر گیا، وہ اس میں خطا کار ہے، بلکہ بدعتی ہے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 13/361)

سلف قرآن وسنت کے معانی ومفاہیم کو سب سے بہتر جاننے والے تھے، ان سے منقول تفسیر کے خلاف ہر قسم کی تفسیر نہ صرف غلط ہے، بلکہ بسا اوقات تحریف معنوی کی قبیل سے ہوتی ہے۔

اہل بدعت مفسرین بہت سے زیادہ اس قبیح عمل کا شکار رہے ہیں، انہوں نے اپنی اپنی بدعات کی تائید میں قرآنی آیات کی تفسیر میں اپنی آرا داخل کیں، نبی کریم ﷺ، صحابہ اور

سلف سے منقول تفسیری روایات کی مخالفت کی۔

۞ امام ابن الانباری رحمہ اللہ (۳۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ قَوْلًا يُّوَافِقُ هَوَاهُ، لَمْ يَأْخُذْهُ عَنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ، فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ، لِحُكْمِهٖ عَلَى الْقُرْآنِ بِمَا لَا يُعْرَفُ أَصْلُهٗ، وَلَا يَقِفُ عَلٰى مَذَاهِبِ أَهْلِ الْأَثَرِ وَالنَّقْلِ فِيهِ .

”جس نے قرآنِ کریم کی تفسیر میں ایسی بات کہی، جو اس نے سلف سے لینے کی بجائے اپنی خواہشات کے تابع رہ کر کی، پھر یہ خیال کیا کہ وہ راہ صواب پر ہے، تو یہ اس کی خطا ہے، کیونکہ اس نے قرآنِ کریم پر ایسا حکم لگایا ہے، جس کی دلیل موجود ہی نہیں اور نہ وہ اس بارے اہل اثر و نقل (سلف صالحین) کا مذہب جانتا ہے۔“

(الفَقيه والمتفقه للخطيب :223/1، وسندہٗ صحيحٌ)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ أَوِ الْحَدِيثَ وَتَأَوَّلَهٗ عَلٰى غَيْرِ التَّفْسِيرِ الْمَعْرُوفِ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَى اللّٰهِ مُلْحِدٌ فِي آيَاتِ اللّٰهِ مُحَرِّفٌ لِلْكَلِمِ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَهٰذَا فَتْحٌ لِبَابِ الزَّنْدَقَةِ وَالْإِلْحَادِ وَهُوَ مَعْلُومُ الْبُطْلَانِ بِالْاضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

”جس نے قرآن یا حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے صحابہ و تابعین کی تفسیر کے خلاف کوئی تاویل کی، وہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والا، اللہ تعالیٰ کی آیات

میں الحاد سے کام لینے والا اور اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تحریف کرنے والا ہے۔ ایسا کرنا بے دینی ہے اور الحاد کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنا دین میں واضح طور پر باطل ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 243/13)

ہر دور کے اہل بدعت مفسرین تفسیر بالرائے سے کام لیتے آئے ہیں اور اپنی رائے کو قرآنی مفہوم بنا کر پیش کرتے رہیں گے، یہ واضح الحاد ہے اور قرآنی آیات کے معانی ومفاہیم کی تحریف کرنے والا عمل ہے، اہل کتاب کے علما نے بھی یہی جرم کیا تھا، جو اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اہل بدعت مفسرین کرتے ہیں۔علمائے اہل سنت نے ایسے مفسرین اور ان کی تفاسیر سے اُمت کو خبردار کیا ہے، ان کی تفاسیر پڑھنے سے گریزاں رہنا چاہیے، تاکہ ان کی بدعات اور باطل نظریات سے بچا جا سکے۔

❀ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: أَحَقُّ النَّاسِ بِمَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْبِدَعِ سَلَبُوا لَفْظَ الْقُرْآنِ مَا دَلَّ عَلَيْهِ، وَأُرِيدَ بِهٖ أَوْ حَمَلُوهُ عَلٰى مَا لَمْ يَدُلَّ عَلَيْهِ وَلَمْ يُرَدْ بِهٖ، فِي كِلَا الْأَمْرَيْنِ مِمَّا قَصَدُوا نَفْيَهٗ أَوْ إِثْبَاتَهٗ مِنَ الْمَعْنٰى، فَهُمْ مُخْطِئُونَ فِي الدَّلِيلِ وَالْمَدْلُولِ، مِثْلُ تَفْسِيرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَيْسَانَ الْأَصَمِّ، وَالْجُبَّائِيِّ، وَعَبْدِ الْجَبَّارِ، وَالرُّمَّانِيِّ، وَالزَّمَخْشَرِيِّ وَأَمْثَالِهِمْ، وَمِنْ هٰؤُلَاءِ مَنْ يَدُسُّ الْبِدَعَ وَالتَّفَاسِيرَ الْبَاطِلَةَ فِي كَلَامِهِمُ

الْجَزْلِ، فَيَرُوجُ عَلٰى أَكْثَرِ أَهْلِ السُّنَّةِ كَصَاحِبِ الْكَشَّافِ، وَيَقْرُبُ مِنْ هٰؤُلَاءِ تَفْسِيرُ ابْنِ عَطِيَّةَ، بَلْ كَانَ الْإِمَامُ ابْنُ عَرَفَةَ الْمَالِكِيُّ يُبَالِغُ فِي الْحَطِّ عَلَيْهِ، وَيَقُولُ : إِنَّهُ أَقْبَحُ مِنْ صَاحِبِ الْكَشَّافِ لِأَنَّ كُلَّ أَحَدٍ يَعْلَمُ اعْتِزَالَ ذٰلِكَ فَيَجْتَنِبُهُ بِخِلَافِ هٰذَا فَإِنَّهُ يُوهِمُ النَّاسَ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں: (قرآن میں رائے زنی کرنے کی) وعید کے سب سے زیادہ مستحق وہ اہل بدعت (مفسرین) ہیں، جنہوں نے قرآن کریم کے الفاظ سے وہ معانی سلب کر لیے، جن پر وہ دلالت کرتے تھے اور وہ مفہوم مراد لیا، جس پر قرآن دلالت نہیں کرتا یا جو معنی قرآن نے مراد ہی نہیں لیا۔ دونوں صورتوں میں انہوں نے جس بھی معنی کی نفی یا اثبات کیا، تو وہ دلیل اور مدلول میں خطا کار ٹھہرے، جیسے عبدالرحمٰن بن کیسان اصم، جبائی، عبدالجبار، رمانی، زمخشری اور ان جیسے دیگر اہل بدعت کی تفاسیر ہیں۔ ان (بدعتی مفسرین) میں بعض تو ایسے تھے، جنہوں نے بڑی چالاکی سے اپنے فصیح و بلیغ کلام میں اپنی بدعت اور باطل تفسیر داخل کر دی اور وہ تفسیر اکثر اہل سنت پر رائج ہو گئی، جیسے صاحب کشاف (زمخشری) ہے۔ ان (بدعتی تفاسیر) کے قریب قریب ابن عطیہ رحمہ اللہ کی تفسیر بھی ہے، بلکہ امام ابن عرفہ مالکی رحمہ اللہ تو اس پر رد کرنے میں مبالغہ کرتے تھے، کہتے تھے: ابن عطیہ تو صاحب کشاف (زمخشری) سے بھی برا ہے، کیونکہ ہر شخص زمخشری کا معتزلی ہونا جانتا ہے، اس لیے وہ اس سے مجتنب رہتا ہے، جبکہ ابن عطیہ کا معاملہ اس کے

برعکس ہے، کیونکہ وہ لوگوں میں وہم ڈالتا ہے کہ وہ اہل سنت میں سے ہے۔‘‘

(مِرقاة المَفاتيح :309/1، الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي، ص 172)

علامہ عمر بن محمد سنامی حنفی رحمہ اللہ (۷۳۴ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ عِنْدِي الْكَشَّافُ لِلزَّمَخْشَرِيِّ وَفِيهِ مَذْهَبُ الْاِعْتِزَالِ فِي كُلِّ صَفْحَةٍ وَّوَرْقَةٍ فَأَخْرَجْتُهٗ مِنْ بَيْتِي وَمَا بِعْتُهٗ بِثَمَنٍ مَخَافَةَ أَنْ يَحْرُمَ ثَمَنُهٗ أَنْ يَّحْرُمَ كَحُرْمَةِ ثَمَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ .

’’میرے پاس زمخشری کی تفسیر کشاف تھی، اس کے ہر صفحہ اور ورقہ پر معتزلی مذہب پایا جاتا ہے، اس لیے میں نے وہ کتاب اپنے گھر سے نکال باہر کی، میں نے اسے قیمتاً فروخت نہیں کیا، مجھے خدشہ ہے کہ اس کی قیمت حرام ہوگی، وہ اسی طرح حرام ہوگی، جس طرح شراب، مردار اور خنزیر کی قیمت حرام ہے۔‘‘

(نصاب الاحتساب، ص 260)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

سیدنا محرش/مخرش کعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ مِنَ الْجِعِرَّانَةِ لَيْلًا مُعْتَمِرًا، فَدَخَلَ مَكَّةَ لَيْلًا، فَقَضٰى عُمْرَتَهٗ، ثُمَّ خَرَجَ مِنْ لَيْلَتِهٖ، فَأَصْبَحَ بِالْجِعِرَّانَةِ كَبَائِتٍ، فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْغَدِ خَرَجَ مِنْ بَطْنِ سَرِفَ، حَتّٰى جَاءَ مَعَ الطَّرِيقِ طَرِيقِ جَمْعٍ بِبَطْنِ سَرِفَ، فَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ خَفِيَتْ عُمْرَتُهٗ عَلَى النَّاسِ .

’’نبی کریم ﷺ مقام جعرانہ سے راتوں رات عمرہ کے لیے (مکہ کی طرف) نکلے، رات کو ہی مکہ میں داخل ہو گئے، عمرہ کیا، پھر رات کو ہی وہاں سے نکل آئے اور صبح کے وقت مقام جعرانہ پر لوٹ آئے، گویا آپ ﷺ نے جعرانہ میں ہی رات گزاری ہو۔ اگلے دن جب سورج ڈھلنے لگا، تو آپ ﷺ وادی سرف سے نکلے اور راستے کے اس مقام پر پہنچ گئے، جہاں پر وادی سرف والا راستہ مل جاتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ عمرہ لوگوں پر مخفی رہ گیا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 244/4، سنن الترمذي : 935، سنن النسائي : 2863)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① مزاحم بن ابی مزاحم مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ’’الثقات : ۷/ ۵۱۱‘‘ میں ذکر کیا ہے۔

② عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد کا سیدنا مخرش رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَلَاقَوْا تَصَافَحُوا، وَإِذَا قَدِمُوا مِنْ سَفَرٍ تَعَانَقُوا .

’’نبی کریم ﷺ کے صحابہ جب باہم ملاقات کرتے، تو مصافحہ کرتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے، تو معانقہ کرتے تھے۔‘‘

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 97)

جواب: سند ضعیف ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ کا استاذ احمد بن یحییٰ بن خالد رقی کی معتبر

توثیق نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ عامر شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

اعْتَنَقَهُ ابْنُ عُمَرَ .

(سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو عراق کی طرف رخصت کرتے وقت) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے معانقہ کیا۔''

(مُعجم ابن الأعرابي : 2409، صحیح ابن حبان : 6968)

جواب: سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن اسماعیل بن سالم اسدی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/۶۱۰'' نے ذکر کیا ہے۔

سوال: نماز میں تکبیر تحریمہ کن الفاظ سے کہنی چاہیے؟

جواب: نماز میں تکبیر تحریمہ ''اللہ اکبر'' کے ساتھ کہنی چاہیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی پر مبنی جن مرضی کلمات سے تکبیر تحریمہ کہی جا سکتی ہے، یہ موقف مرجوح ہے، کئی دلائل سے ثابت ہے کہ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر سے ہی کہنی چاہیے۔

❁ بدری صحابی سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

كَبَّرَ فِي صَلَاتِهِ فَقَالَ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے نماز میں تکبیر (تحریمہ) کہی، تو اللہ اکبر کہا۔''

(المَطالب العالیة لابن حجر : 834/3، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

”یہ حدیث صحیح ہے۔“

(المَطالب العالية : 834/3)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(اِتّحاف الخِيَرة المَهَرة : 1424)

سوال: امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ میں خاص رموز ذکر کیے ہیں، ان کی وضاحت کر دیں۔

جواب: السنن الکبریٰ میں کئی رموز و اصطلاحات کا ذکر ہے۔

❀ قال الامام احمد، قال الشیخ، قال ابوبکر سے مراد امام بیہقی رحمہ اللہ خود ہیں۔

❀ قال ابوبکر بن اسحاق سے مراد امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ ہیں۔

❀ قال ابواحمد سے مراد امام ابن عدی رحمہ اللہ ہیں۔

❀ قال علی یا قال علی بن عمر سے مراد امام دارقطنی رحمہ اللہ ہیں۔

❀ ابوعبداللہ الحافظ سے مراد امام حاکم رحمہ اللہ ہیں۔ جب حدثنا ابوعبداللہ یا قال ابوعبداللہ کہیں، تو بھی امام حاکم رحمہ اللہ مراد ہوتے ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ النِّسَاءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ .

”عورتیں بھی مردوں کی فرع ہیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 256/6، سنن أبي داوٗد : 236، سنن التّرمذي : 113، سنن ابن ماجه : 612، المُنتقٰى لابن الجارود : 90)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن عمر عمری ضعیف ہے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْعُمْرِيُّ ضَعَّفَهٗ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ، فَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ.

''عبداللہ بن عمر عمری کو بعض محدثین نے حافظہ میں خرابی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، جن میں امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 347)

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ التَّقَشُّفُ وَالْعِبَادَةُ حَتّٰى كَانَ يَقْلِبُ الْأَخْبَارَ وَلَا يَعْلَمُ، فَلَمَّا كَثُرَ ذٰلِكَ مِنْهُ فِي أَخْبَارِهٖ بَطَلَ الْاِحْتِجَاجُ بِآثَارِهٖ.

''عبداللہ بن عمر عمری پر زاہدانہ طرز زیست اور کثرت عبادت کا غلبہ ہو گیا، تو یہ انجانے میں احادیث کو الٹ پلٹ بیان کرنے لگا، جب اس کی احادیث میں یہ سلسلہ بڑھ گیا، تو اس کی روایات سے حجت پکڑنا باطل ٹھہرا۔''

(صحيح ابن حبان، تحت الرقم : 3288)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(فتح الباري لابن رجب :1/343)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا هُنَّ شَقَائِقُ الرِّجَالِ.

''عورتیں بھی مردوں کی فرع ہیں۔''

(سنن الدّارمي :791)

سند ضعیف ہے۔ محمد بن کثیر صنعانی کثیر الغلط ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ ابو اسحاق فزاری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سُئِلَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ قِتَالِ أَهْلِ صِفِّينَ فَقَالَ : تِلْكَ دِمَاءٌ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهَا يَدِي لَا أُرِيدُ أَنْ أُلَطِّخَ بِهَا لِسَانِي .

''امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے اہل صفین کے قتال کی بابت پوچھا گیا، تو فرمایا: یہ ایسے خون تھے، جن سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں کو محفوظ رکھا، اب میں اپنی زبان کو بھی اس خون سے نہیں رنگنا چاہتا۔''

(جامع بَيان العلم وفَضْلِهِ لابن عبد البر : 1778)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابو اسحاق فزاری رحمہ اللہ کا عمر بن عبد العزیز اُموی رحمہ اللہ سے سماع ممکن نہیں۔

❀ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم (۹/۱۱۴، ۱۲۹) میں یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ یہ بھی منقطع ہے، کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے بہت متاخر ہیں۔

سوال: بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھنا کیسا ہے؟

جواب: ایک مسلمان بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار آزاد بیویاں رکھ سکتا ہے۔ چار سے زائد رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : ۳)

”جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔“

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

أَتٰى بَعْضُ مَنْ نُسِبَ إِلَى الْفِرَقِ مِمَّنْ حَرَّفَ التَّأْوِيلَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَأَجَازَ نِكَاحَ أَكْثَرِ مِنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ، إِمَّا اقْتِدَاءً فِي زَعْمِهٖ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَحَلَّ لَهٗ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَهُنَّ، وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلٰى إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ ذٰلِكَ خَاصٌّ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَإِمَّا تَحْرِيفًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (النّساء: ٣) فَأَجَازَ الْجَمْعَ بَيْنَ تِسْعِ نِسْوَةٍ، ذٰلِكَ، وَلَمْ يَفْهَمِ الْمُرَادَ مِنَ الرَّاوِي وَلَا مِنْ قَوْلِهٖ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ (النّساء: ٣) فَأَتٰى بِبِدْعَةٍ أَجْرَاهَا فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَا دَلِيلَ عَلَيْهَا وَلَا مُسْتَنَدَ فِيهَا.

”کلام الٰہی کی تحریف کرنے والے فرقے کی طرف منسوب ایک شخص نے جسارت کی اور (بیک وقت) چار سے زائد عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دے دیا، اپنے تئیں اس نے یہ دعویٰ نبی کریم ﷺ کی اقتدا کرتے ہوئے کیا، کہ آپ ﷺ کے لیے چار سے زائد عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز تھا اور اس طرف التفات بھی نہ کیا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے۔ یا اس نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ

النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾(النّساء : ٣)''جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دودو سے، تین تین سے، چار چار سے۔'' کی تحریف کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے اور نوعورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کو جائز قرار دے دیا۔ اس شخص نے نہ تو راوی (کی حدیث) کی مراد کو سمجھا اور نہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾(النّساء : ٣)''دودو سے، تین تین سے، چار چار سے۔'' کا مفہوم سمجھا اور ایک ایسی بدعت نکال کر اُمت میں جاری کر دی، جس کی کوئی دلیل یا مستند نہیں۔''

(الاعتصام : 525/2)

سوال: علامہ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نادرہ روزگار، محدث جلیل، محقق العصر، علامہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ خوبیوں کا مرقع تھے۔ علمی ذوق وشوق، وسعت مطالعہ اور سادگی آپ کا طغرائے امتیاز تھا۔ آپ کی بے شمار حدیثی خدمات ہیں۔ التعلیقات السّلفیہ علی سنن النسائی آپ کا علمی و تحقیقی شاہکار ہے، جو آپ کی باقیات صالحات میں سے ہے۔ آپ رحمہ اللہ خداداد فہم وادراک اور تفقہ وتدبر کے مالک تھے۔

❁ ثقہ محدث ضحاک بن مخلد ابو عاصم نبیل رحمہ اللہ (۲۱۲ھ) نے کیا خوب فرمایا:

مَنْ طَلَبَ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَدْ طَلَبَ أَعْلٰى أُمُورِ الدُّنْيَا، فَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ النَّاسِ .

''جس نے حدیث کا علم حاصل کیا، تو اس نے دنیا کی اعلیٰ ترین متاع حاصل کر لی، لہٰذا وہ لازمی طور پر سب سے بہترین انسان بن جائے گا۔''

(الجامع لأخلاق الرّاوي و آداب السّامع للخطيب : 6، وسندهٗ صحیحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

طَوَافُ سَبْعٍ يَعْدِلُ رَقَبَةً .

”طواف کے سات چکر لگانا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔“

(مُصنّف عبد الرزاق : 8824)

جواب: سند ضعیف و مرسل ہے۔

① عبداللہ بن عبید بن عمیر تابعی ہے، نبی ﷺ سے مرسل بیان کر رہے ہیں۔

② عبدالرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

③ عطاء بن سائب مختلط ہے۔

④ ممکن ہے کہ معمر بن راشد اور عطاء بن سائب کے درمیان راوی گر گیا ہو۔

سوال: مرنے کے بعد روحیں کہاں ہوتی ہیں؟

جواب: جب روح جسم سے نکل جائے، تو انسان مر جاتا ہے، مرنے کے بعد روحیں اپنے اعمال کے مطابق جنت سے لطف اندوز ہوتی ہیں یا عذاب جہنم میں مبتلا ہوتی ہیں، روحوں باقی رہتی ہیں، فنا نہیں ہوتیں، یہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

❀ امام عبداللہ بن ابی زید قیروانی رحمہ اللہ (۳۸۶ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ قَوْلِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَأَئِمَّةِ الدِّينِ فِي الْأَرْوَاحِ، أَنَّهَا بَاقِيَةٌ، فَأَرْوَاحُ أَهْلِ السَّعَادَةِ مُنْعَمَةٌ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ، وَأَرْوَاحُ أَهْلِ الشِّقَاءِ مُعَذَّبَةٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ .

''روحوں کے بارے میں اہل سنت والجماعت اور ائمہ دین کا عقیدہ ہے کہ وہ باقی رہتی ہیں، خوش بختوں کی روحیں قیامت تک نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی رہیں گی اور بدبختوں کی روحیں قیامت تک عذاب کا مزا چکھتی رہیں گی۔''

(النّوادر والزّیادات :657/1)

سوال: حوض کوثر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا حوض حق ہے، صحیح اور متواتر احادیث میں اس کا ثبوت موجود ہے، خارجی اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں، جہاں لوگ حساب و کتاب کے لیے کھڑے ہوں، وہیں ساقی کوثر ﷺ کا حوض ہو گا، یہ آپ کا خاصہ ہے، کسی اور نبی کا حوض نہیں ہو گا، اس کے متعلق مروی روایت ضعیف ہے، دراصل یہ جنت کا پانی ہو گا، جس سے مومنوں کی میزبانی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ جنت میں بھی نبی کریم ﷺ کو حوض عطا فرمائیں گے، جس کا نام ''الکوثر'' ہو گا، اس کے اوصاف بھی یہی ہوں گے، حوض سے صرف مومنین پئیں گے، جبکہ بدعتی اور ظالم اس کی طرف لپکیں گے تو انہیں روک دیا جائے گا، جو بھی اس کا منکر ہو گا، وہ اس سے محروم ہو گا، ان شاء اللہ!

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ (الکوثر : ١)

''(اے نبی!) ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔''

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (٩١١ھ) فرماتے ہیں:

فَسَّرَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَوْضِهِ الَّذِي فِي الْقِيَامَةِ فِي

الْمَوْقِفِ وَبِالنَّهْرِ الَّذِي فِي الْجَنَّةِ وَاسْتِمْدَادِهِ مِنْهُ، كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ فَيَجِبُ الْإِيمَانُ بِذٰلِكَ .

''نبی کریم ﷺ نے کوثر کی تفسیر اپنے اس حوض کے ساتھ کی ہے، جو قیامت کے دن میدان محشر میں ہوگا، نیز اس کی تفسیر اس نہر سے بھی کی ہے، جو جنت میں ہے اور جنت سے نکل کر لمبی مسافت تک پھیلی ہوگی، جیسا کہ صحیح متواتر احادیث میں آیا ہے، لہٰذا حوض کوثر پر ایمان لانا واجب ہے۔''

(الإكليل في استنباط التّنزيل، ص 300، مُفحمات الأقران، ص 121)

❁ نیز فرماتے ہیں:

الْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ .

''کوثر جنت کی ایک نہر ہے، جیسا کہ متواتر احادیث میں آیا ہے۔''

(الإتقان في علوم القرآن: 87/4، مُعترك الأقران: 386/1)

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي فَرَطٌ لَّكُمْ، وَأَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَنْظُرُ إِلٰى حَوْضِي الْآنَ .

''میں آپ لوگوں کا پیش رو ہوں گا، میں آپ پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں اس وقت بھی اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں۔''

(صحيح البخاري: 6590، صحيح مسلم: 2296)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (٨٠٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ إِثْبَاتُ حَوْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ حَوْضٌ

حَقِيقِيٌّ عَلٰى ظَاهِرِهٖ مَخْلُوقٌ مَوْجُودٌ الْيَوْمَ وَهُوَ كَذٰلِكَ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لَا يَتَأَوَّلُونَهٗ وَيَجْعَلُونَ الْإِيمَانَ بِهٖ فَرْضًا وَّأَحَادِيثُهٗ قَدْ بَلَغَتِ التَّوَاتُرَ .

''اس میں رسول اللہ ﷺ کے حوض کا اثبات ہے، یہ ایک حقیقی حوض ہے، اس کو ظاہر پر رکھا جائے گا، آج کے دن یہ ایک مخلوق ہے اور موجود ہے، اہل سنت کے ہاں اس کی یہی صفت ہے، وہ اس کی تاویل نہیں کرتے بلکہ اس پر ایمان کو فرض قرار دیتے ہیں، حوض کی احادیث تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔''

(طرح التّثریب : 296/3)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

سَقَانَا اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ الْمُتَعَدِّدَةِ مِنَ الطُّرُقِ الْكَثِيرَةِ الْمُتَضَافِرَةِ، وَإِنْ رَغِمَتْ أُنُوفُ كَثِيرٍ مِّنَ الْمُبْتَدِعَةِ النَّافِرَةِ الْمُكَابِرَةِ الْقَائِلِينَ بِجُحُودِهٖ، الْمُنْكِرِينَ لِوُجُودِهٖ، وَأَخْلِقْ بِهِمْ أَنْ يُحَالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ وُرُودِهٖ .

''اللہ تعالیٰ ہمیں روز قیامت حوض کوثر پلائے، اس بارے میں متواتر احادیث ہیں، جو متعدد مختلف طرق سے مروی ہیں، اگرچہ بہت سے اہل بدعت کے ناک خاک آلود ہوں، جو (اہل سنت) سے الگ ہو چکے ہیں اور متکبر ہیں، یہ حوض کوثر کو جھٹلاتے ہیں اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں، یہ اس لائق ہیں کہ انہیں حوض کوثر پر وارد ہونے سے روک دیا جائے۔''

(البِدایة والنّھایة : 423/19)

❁ نیز حوض کوثر کی روایات کو ''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(البداية والنّهاية : 466/19)

(سوال): کیا جنت وجہنم مخلوق ہیں؟

(جواب): جنت اور جہنم مخلوق ہیں اور ان کی تخلیق ہو چکی ہے، یہ ہمیشہ باقی رہیں گے، کبھی فنا نہ ہوں گی، اس پر کتاب وسنت کی نصوص بالکل واضح ہیں، نیز تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ، فَإِنَّهُ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ .

''جب کوئی فوت ہو جاتا ہے، تو اس پر صبح وشام اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہو، تو جنت کا ٹھکانہ اور اگر جہنمی ہو، تو جہنم کا ٹھکانہ۔''

(صحيح البخاري : 3240، صحيح مسلم : 2866)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مَخْلُوقَتَانِ كَمَا يَقُولُ أَهْلُ السُّنَّةِ فِي ذٰلِكَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جنت اور جہنم مخلوق ہیں، جیسا کہ اہل سنت والجماعت اس بارے کہتے ہیں، واللہ اعلم!۔''

(التّمهيد : 105/14)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: رسول اللہ ﷺ کتنی بیٹیاں تھیں؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اس پر کسی مسلمان کا اختلاف نہیں۔ ان کے نام بالترتیب یہ ہیں؛ ① زینب ② رقیہ ③ اُم کلثوم ④ فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلَّذِي تَسْكُنُ إِلَيْهِ النَّفْسُ عَلٰى مَا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ فِي تَرْتِيبِ بَنَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ زَيْنَبَ الْأُوْلٰى، ثُمَّ الثَّانِيَةُ رُقَيَّةُ، ثُمَّ الثَّالِثَةُ أُمُّ كُلْثُومٍ، ثُمَّ الرَّابِعَةُ فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کی ترتیب کے بارے میں جو بات دل کو لگتی ہے، وہ وہی ہے، جو متواتر احادیث میں آئی ہے، پہلی بیٹی زینب، دوسری بیٹی رقیہ، تیسری بیٹی اُم کلثوم اور چوتھی بیٹی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہن ہیں، واللہ اعلم!''

(الاستیعاب: 4/1893)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

مَنْ صَحِبَنِي مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثٰى فَلَا يَصُومَنَّ يَوْمَ عَرَفَةَ فَإِنَّهٗ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''جو مرد اور عورت میرے ساتھ (حج کر رہے) ہیں، وہ عرفہ (۹ ذوالحجہ) کا روزہ ہرگز نہ رکھے، کیونکہ یہ کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہیں۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 283/4، الرقم : 7820، المَطالب العالية لابن حَجَر : 173/6، أخبار مكة للفاكهي : 2780)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ندبہ مولاۃ میمونہ مجہولہ ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/ ۴۸۷'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ مَجْهُولَةٌ لَا تُعْرَفُ .

''یہ مجہولہ اور غیر معروف ہے۔''

(المُحلّٰی: 397/1، 234/9)

❀ اسی قول پر حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ نے اعتماد کیا ہے۔

(الأحكام الوُسطٰی: 209/1)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ندبہ کو ''مجہولات'' میں ذکر کیا ہے۔

(میزان الاعتدال: 610/4)

اگر اس قول کو ثابت بھی مانیں، تو اس کا تعلق اس حاجی سے ہے، جس کے لیے عرفہ کا روزہ رکھنا مشکل ہو۔

سوال: معراج کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو رات کے ایک حصے میں براق کے ذریعے مکہ سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کروائی گئی۔ اس سفر کو اسراء کہتے ہیں۔ پھر مسجد اقصیٰ سے سات آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کرائی گئی۔ اس سفر کو معراج کہتے ہیں۔ یہ دونوں سفر حالت بیداری میں ہوئے۔ اس پر متواتر احادیث دلالت کرتی ہیں۔ زنادقہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اسے بعید خیال کرتے ہیں۔

❀ علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ (۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَقِّ الْقَائِلِينَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَسَدِهٖ وَرُوحٍ يَقْظَةً لَا مَنَامًا، فَقَدْ وَرَدَ بِهِ الْقُرْآنُ الْعَزِيزُ وَوَرَدَ بِهِ الْخَبَرُ الصَّحِيحُ، قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى : ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ......﴾ (بني إسرائيل : ١)، وَتَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ بِذٰلِكَ .

”اہل حق جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو حجت و دلیل مانتے ہیں، کا مذہب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج جسمانی ہوا، نیز حالت بیداری میں ہوا، نیند میں نہیں۔ قرآن عزیز اور صحیح حدیث میں ایسا ہی وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ......﴾ (بني إسرائيل : ١) ”پاک ہے وہ ذات، جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) کو رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کرایا......۔“ نیز اس

بارے میں صحیح متواتر احادیث ہیں۔“

(سُبُل الهُدىٰ : 360/12)

سوال: بعض نے مندرجہ ذیل حدیث کی صحت پر اعتراض کیا ہے:

❀ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَّ وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ .

”میری امت کے کچھ لوگ زنا، (مردوں کے لیے) ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔“

(صحيح البخاري : 5590)

اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: یہ حدیث صحیح متصل ہے۔

❀ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ (٦٤٣ھ) فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ صَحِيحٌ مَعْرُوفُ الِاتِّصَالِ بِشَرْطِ الصَّحِيحِ .

”یہ حدیث صحیح ہے اور صحیح بخاری کی شرط کے مطابق اس کا متصل ہونا معروف ہے۔“

(معرفة علوم الحديث، ص 146)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لَا مَطْعَنَ فِيهِ، وَأَخْطَأَ مَنْ طَعَنَ فِيهِ ......

فَهُوَ صَحِيحٌ مُتَّصِلٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس پر کوئی طعن نہیں۔ اس میں طعن کرنے والا غلطی پر

ہے۔......لہٰذا محدثین کے ہاں یہ حدیث صحیح متصل ہے۔''

(الكلام على مَسألة السّماع، ص 285)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ صَحِيحٌ مَحْفُوظٌ .

''یہ حدیث صحیح اور محفوظ ہے۔''

(نُزهة الأسماع في مَسألة السّماع : 449/2)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ مُتَّصِلٌ مِّنْ طُرُقٍ مِنْ طَرِيقِ هِشَامٍ وَغَيْرِهٖ قالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ فِي الْمُسْتَخْرَجِ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، وَهُوَ ابْنُ سُفْيَانَ النَّسَوِيُّ الْإِمَامُ قَالَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ فَذَكَرَهٗ .

''یہ حدیث ہشام بن عمار وغیرہ سے کئی طرق سے متصل ہے، امام اسماعیلی رحمہ اللہ اپنی مستخرج میں کہتے ہیں: مجھے حسن نے بیان کیا، حسن سے مراد امام حسن بن سفیان نسوی رحمہ اللہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مجھے ہشام بن عمار رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی، پھر مکمل سند ذکر کی۔''

(ألفية العراقي :146/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لَا عِلَّةَ لَهٗ وَلَا مَطْعَنَ لَهٗ وَقَدْ أَعَلَّهٗ أَبُو مُحَمَّدٍ ابْنُ حَزْمٍ بِالْاِنْقِطَاعِ بَيْنَ الْبُخَارِيِّ وَصَدَقَةَ بْنِ خَالِدٍ وَبِالْاِخْتِلَافِ فِي اسْمِ أَبِي مَالِكٍ وَهٰذَا كَمَا تَرَاهُ قَدْ سُقْتُهٗ مِنْ

رِوَايَةِ تِسْعَةٍ عَنْ هِشَامٍ مُتَّصِلًا فِيهِمْ مِثْلُ الْحَسَنِ بْنِ سُفْيَانَ وَعَبْدَانَ وَجَعْفَرٍ الْفِرْيَابِيِّ وَهٰؤُلَاءِ حُفَّاظٌ أَثْبَاتٌ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس میں کوئی علت یا جرح نہیں ہے، علامہ ابومحمد ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) نے اس کو اس بنا پر معلوم قرار دیا ہے کہ امام بخاری اور صدقہ بن خالد کے درمیان انقطاع ہے اور سیدنا ابو مالک رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔ یہ بات (درست نہیں) جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ میں نو راویوں کی ہشام بن عمار سے متصل روایات ذکر کر دی ہیں، جن میں حسن بن سفیان، عبدان اور جعفر فریابی جیسے (ائمہ) شامل ہیں، یہ تمام راوی حفاظ حدیث اور ثبت (ثقہ) ہیں۔''

(تغليق التّعليق : 22/5)

صحیح ابن حبان (۶۷۵۴) میں یہی روایت متصل ہے۔

فائدہ:

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَعَازِفُ اسْمٌ لِكُلِّ مَا يُعْزَفُ بِهٖ، كَالطُّنْبُورِ وَالزَّمَرِ وَالشَّبَّابَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ آلَاتِ الْمَلَاهِي .

''معازف ہر اس شے کو کہتے ہیں، جس کے ذریعے گانا بجایا جاتا ہے، مثلاً ستار (باجے کی ایک قسم)، بانسری اور دیگر آلات موسیقی۔''

(تذكرة الحُفّاظ : 89/4، سِيَر أعلام النُّبلاء :158/21)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے؟

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا لَمْ يَبْلُغْ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ .

''میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہیں، آپ احد جتنا سونا بھی خرچ کر دیں، ان کے خرچ کئے ہوئے ایک یا نصف مد کو نہیں پہنچ پائیں گے۔''

(صحيح البخاري : 3673، صحيح مسلم :2571)

جواب: یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔ صحیحین کی تمام مرفوع متصل روایات کے صحیح ہونے پر اُمت کا اجماع ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنّة : 69/14)

❁ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔''

(مقدمة ابن الصّلاح، ص 398)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مِنهاج السّنة : 187/7، الإمامة : 167)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(المُقنِع : 493/2)

حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح ألفية العراقي : 130/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَفَقٌ عَلٰى صِحَتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(الأمالي المُطلقة، ص51)

سوال: ایک وتر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایک وتر سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت سے ایک وتر پڑھنا ثابت ہے۔

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الْوَارِدَةُ فِي الْإِيتَارِ بِوَاحِدَةٍ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ، وَالسُّنَنِ، وَالْمَسَانِيدِ، لَا مَطْعَنَ فِيهَا، وَكَذٰلِكَ

الْإِيتَارُ بِخَمْسٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

''ایک وتر کے بارے میں مروی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے، جو بخاری ومسلم، سنن (اربعہ) اور مسند کتابوں میں موجود ہیں۔ ان پر کوئی جرح نہیں۔ اسی طرح پانچ وتر پڑھنا بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهداية : 650/2)

سوال: کیا دفن کے بعد مردہ قدموں کی آہٹ سنتا ہے؟

جواب: صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مردے کو جب دفن کر دیا جاتا ہے اور لوگ واپس پلٹتے ہیں، تو مردے کو ان کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔ اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ مردے مطلق طور پر ہر ہر بات سنتے ہیں، بلکہ قانون یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے، جیسا قرآن وسنت میں نصوص ہیں، البتہ جہاں جہاں ان کے سننے کی استثنا آئی ہے، وہاں ان کا سننا ثابت ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ، وَتُوُلِّيَ، وَذَهَبَ أَصْحَابُهٗ، حَتّٰى إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُولَانِ لَهٗ ....

''میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اقربا اسے چھوڑ کر واپس چلے جاتے ہیں، حتی کہ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے، تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر کہتے ہیں......۔''

(صحيح البخاري : 1378، صحيح مسلم : 782)

❀ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا ....

''میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو وہ لوگوں کی واپسی کے وقت ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے......۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِينَ يُوَلُّونَ عَنْهُ .

''میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو لوگوں کے واپسی کے وقت وہ ان کے جوتوں کی چاپ سن رہی ہوتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 348/2، شرح مَعاني الآثار للطّحاوي : 510/1، المُعجم الأوسط للطّبراني :2651، المُستدرك للحاكم :380/1-381، وسندهٗ حسنٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (3113) نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

(مجمع الزّوائد : 51/3-52)

یہ ایک استثنا ہے۔ان احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردے سن نہیں سکتے۔ مُردوں کے نہ سننے کا قانون اپنی جگہ مستقل ہے۔ اگر وہ ہر وقت سن سکتے ہوتے تو حِينَ يُوَلُّونَ عَنْهُ (جب لوگ میت کو دفنا کر واپس ہو رہے ہوتے ہیں) اور إِذَا انْصَرَفُوا (جب لوگ لوٹتے ہیں) کی قید لگا کر مخصوص وقت بیان کرنے کا کیا فائدہ تھا؟ مطلب یہ کہ

قانون اور اصول تو یہی ہے کہ مردہ نہیں سنتا، تاہم اس حدیث نے ایک موقع خاص کر دیا کہ دفن کے وقت جو لوگ موجود ہوتے ہیں، ان کی واپسی کے وقت میت ان لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے۔

❀ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُعارَضُ هٰذَا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿وَمَآ أَنتَ بِمُسمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ﴾ وَلَا بِقَوْلِهٖ : ﴿فَإِنَّكَ لَا تُسمِعُ الْمَوتٰى﴾؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَادٰى أَهْلَ الْقَلِيبِ وَأَسْمَعَهُمْ، وَقَالَ : مَا أَنتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَستَطِيعُونَ جَوَابًا، وَقَدْ قَالَ فِي الْمَيِّتِ : إِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، وَإِنَّ هٰذَا يَكُونُ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ، وَوَقْتٍ دُونَ وَقْتٍ .

''اس حدیث (قلیب بدر والی حدیث) کا اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''(اے نبی!) آپ قبروں میں موجود لوگوں کو سنا نہیں سکتے)۔'' اور فرمان الٰہی: ﴿فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ ''(اے نبی!) یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔'' کے ساتھ معارضہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قلیب بدر والے کفار کو آواز دی اور انہیں اپنی بات سنائی، نیز فرمایا: ''(صحابہ!) آپ میری بات کو ان (کفار) سے زیادہ نہیں سن رہے، مگر وہ (کفار) جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔'' اسی طرح مردے کے متعلق فرمایا: ''بلاشبہ وہ لوگوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے۔'' یہ

دونوں باتیں خاص حالت اور خاص وقت سے متعلق ہیں (ورنہ قانون یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے، لہٰذا دونوں آیات اور احادیث میں تعارض نہیں)۔''

(المُفهم :333/1)

ثابت ہوا کہ قرآن و سنت میں مُردوں کے سننے کا کوئی ثبوت نہیں، اسی لیے سلف صالحین میں سے کوئی بھی سماعِ موتی کا قائل نہیں تھا۔ دین وہی ہے، جو سلف صالحین نے سمجھا اور جس پر انہوں نے عمل کیا۔ باقی سب بدعات وخرافات ہیں۔

سوال: عقیقہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: بچے یا بچی کی پیدائش کے ساتویں دن خاص نیت سے مخصوص شرائط کا حامل جانور ذبح کرنا عقیقہ کہلاتا ہے۔ عقیقہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ ہر دور میں محبانِ سنت اسے اپناتے چلے آئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی اولادوں کا عقیقہ کرتے تھے۔

❀ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

عَلَى اسْتِحْبَابِهَا هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ ...... وَالْإِجْمَاعُ.

''عقیقہ کے مستحب ہونے پر احادیث اور اجماع دلیل ہیں۔''

(المُغني : 459/9)

❀ نیز فرماتے ہیں:

الْعَقِيقَةُ سُنَّةٌ فِي قَوْلِ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

''اکثر اہل علم کے مطابق عقیقہ سنت ہے۔''

(المُغني : 459/9)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ الْحَدِيثِ قَاطِبَةً وَفُقَهَاؤُهُمْ وَجُمْهُورُ أَهْلِ الْعِلْمِ فَقَالُوا: هِيَ مِنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''تمام محدثین کرام، فقہائے عظام اور اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ عقیقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔''

(تُحفة المودود، ص 38)

سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا، فَلَمَّا جَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً، وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنُلَطِّخُهُ بِزَعْفَرَانٍ.

''زمانہ جاہلیت میں ہمارے ہاں بچہ پیدا ہوتا، تو ہم بکری ذبح کر کے اس کے سر پر خون لگاتے تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے دین اسلام اتارا، تو ہم (بچے کی پیدائش کے ساتویں دن) بکری ذبح کرتے، بچے کے سر کے بال مونڈتے اور اس کے سر پر زعفران کا لیپ کرتے۔''

(سنن أبي داود: 2843، المستدرك للحاكم: 7594، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اَلسُّنَّةُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ.

”سنت یہ ہے کہ بچے کی طرف سے دو برابر بکریاں ذبح کی جائیں اور بچی کی طرف سے ایک بکری۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 238/8، وسندهٗ حسنٌ)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/۲۴۴، وسندہ حسن)، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۳۸، وسندہ حسن) اور سیدنا سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۵۴۷۱) بھی عقیقہ کے قائل و فاعل تھے۔

تابعین میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر رحمہ اللہ (مشکل الآثار للطحاوی: ۱۰۴۳)، منذر بن زبیر رحمہ اللہ (مصنف عبدالرزاق: ۷۹۵۶)، قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۳۹)، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۳۹)، زہری رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۳۹)، محمد بن علی باقر رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۳۹)، قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۳۹) اور محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/ ۲۳۵) وغیرہم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ وہ عقیقہ کے قائل و فاعل تھے۔

❀ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْعَقِيقَةِ أَنَّ مَنْ عَقَّ فَإِنَّمَا يَعُقُّ عَنْ وَلَدِهٖ بِشَاةٍ شَاةٍ الذُّكُورِ وَالْإِنَاثِ، وَلَيْسَتِ الْعَقِيقَةُ بِوَاجِبَةٍ، وَلٰكِنَّهَا يُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ بِهَا، وَهِيَ مِنَ الْأَمْرِ الَّذِي لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ النَّاسُ عِنْدَنَا .

”عقیقہ کے بارے میں ہمارا مؤقف یہی ہے کہ جو عقیقہ کرنا چاہے، وہ بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بکرے ذبح کرے (اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری

یا بکرا کرے)۔عقیقہ واجب نہیں ہے، البتہ یہ مستحب عمل ہے، یہ ان اُمور دین میں سے ہے، جس پر ہمارے ہاں ہمیشہ سے لوگ عمل پیرا رہے ہیں۔''

(موطأ الإمام مالك : 501/2)

عقیقہ سنت ہے، واجب نہیں، اسلاف اُمت میں کوئی بھی عقیقہ کو واجب نہیں کہتا۔ بعض لوگ عقیقہ کو واجب کہتے ہیں اور اپنے مؤقف پر بعض احادیث سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ یہ ساری کی ساری احادیث صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کے علم میں تھیں، مگر انہوں نے ان احادیث سے وجوب ثابت نہیں کیا، لہٰذا جو لوگ ان احادیث کو وجوب پر پیش کرتے ہیں، وہ دراصل یہ باور کرا رہے ہیں کہ اسلاف اُمت کو ان احادیث کے فہم میں غلطی لگی ہے، یہ بات بدیہی طور پر غلط ہے۔

مسلک اہل حدیث یہ ہے کہ قرآن وسنت کا اتباع اسلاف اُمت کے فہم کی روشنی میں کیا جائے، جانتے بوجھتے قرآن وسنت کی وہ تعبیر مراد لینا جو محدثین عظام نے نہ لی ہو، دراصل سبیل مؤمنین سے انحراف ہے، جسے قرآن کریم نے واضح طور پر گمراہی قرار دیا ہے، ایسے لوگ متبع نہیں، بلکہ مبتدع ہیں۔ محدثین عظام اور ائمہ اہل سنت کے علم وعمل پر بھروسا نہ کرنا اور خود کو ان کے اتباع سے آزاد کر لینا کئی ایک پریشانیوں پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔

کتاب وسنت کی نصوص سمجھی جا چکی ہیں، ان پر عمل بھی کیا جا چکا ہے، اب ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ صرف اور صرف ائمہ کی پیروی میں زندگی گزاریں۔ خصوصاً ان احکام ومسائل میں جن میں ان کا اجماع ہو چکا ہے۔ اسلاف اُمت کے اجماع کو چھوڑ کر دین کی من چاہی تفسیر وتعبیر کرنا کسی طرح درست نہیں، کیونکہ اجماع یقینی اَمر ہے، اس کی مخالفت شک ہے، یقین کو شک کے ذریعے زائل نہیں کیا جا سکتا۔

(سوال): درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَى ابْنَةِ مِلْحَانَ، فَاتَّكَأَ عِنْدَهَا، ثُمَّ ضَحِكَ، فَقَالَتْ : لِمَ تَضْحَكُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (ام حرام) بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، (اسی حالت میں سو گئے) پھر آپ (بیدار ہوئے اور) مسکرائے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کیوں مسکرائے؟ فرمایا: میری امت کا ایک عظیم الشان گروہ جہاد کے لیے سبز سمندر کا سفر کرے گا۔ وہ جنت میں تختوں پر براجمان بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔''

(صحيح البخاري : 2877، 2878، صحيح مسلم : 1912)

(جواب): یہ متفق علیہ روایت ہے، بخاری و مسلم کی مرفوع متصل ساری کی ساری احادیث صحیح ہیں، اس پر اُمت کا اجماع ہے، ان تمام احادیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 312/13)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(تلقيح فهوم أهل الأثر، ص 232)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، فَيُكْتَبُ عَمَلُهُ، وَأَجَلُهُ، وَرِزْقُهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ .

''ہر کوئی اپنی ماں کے بطن میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) قرار پکڑتا ہے، پھر چالیس دن تک خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے، اس کے بعد چالیس دن میں گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتہ کو چار چیزیں دے کر بھیجتا ہے، سو اس کا عمل، عمر، رزق اور خوش بخت یا بد بخت ہونا لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 3332، صحيح مسلم : 2643)

جواب: یہ حدیث صحیح ہے، اس کی صحت پر اُمت کا اجماع ہے، بخاری و مسلم کی ہر ہر مرفوع متصل حدیث حق اور صحیح ہے۔ اُمت نے انہیں تلقی بالقبول سے نوازا ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة :129/1)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔“

(التِّبیان في أیمان القرآن، ص 506)

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ، وَتَلَقَّتْهُ الْأُمَّةُ بِالْقَبُولِ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، امت نے اسے تلقی بالقبول سے نوازا ہے۔“

(جامع العُلوم والحِکَم :153/1)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيث صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ، وَثُبُوتِهٖ وَعِظَمِ مَوْقِعِهٖ، وَأَنَّهٗ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح، ثابت اور عظیم المرتبت ہونے پر اتفاق ہے، نیز اتفاق ہے کہ یہ حدیث ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔“

(البدر المُنیر : 129/8)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ .

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(التّلخيص الحَبير : 472/3)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفِ الْعُلَمَاءُ أَنَّ نَفْخَ الرُّوحِ فِيهِ يَكُونُ بَعْدَ مِائَةٍ وَّعِشْرِينَ يَوْمًا، وَذٰلِكَ تَمَامُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ وَدُخُولُهٗ فِي الْخَامِسِ، كَمَا بَيَّنَّاهُ بِالْأَحَادِيثِ.

''اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ بچے میں روح ایک سو بیس دن کے بعد پھونکی جاتی ہے، یہ چار مہینے مکمل ہونے اور پانچویں مہینے کے آغاز میں ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے احادیث سے واضح کر دیا ہے۔''

(تفسير القرطبي : 8/12، التّوضيح لابن ملقن : 98/5)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْإِجْمَالِ عَنْ هٰذَا التَّفْصِيلِ، وَهٰذَا يَقْتَضِي أَنَّ اجْتِمَاعَ خَلْقِهٖ وَقَعَ فِي الْأَرْبَعِينَ الْأُولٰى، وَلَا يُنَافِي هٰذَا قَوْلَهٗ : «ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ»، فَإِنَّهٗ يَكُونُ عَلَقَةً، وَهِيَ الْقِطْعَةُ مِنَ الدَّمِ، قَدْ جُمِعَ فِيهَا خَلْقُهَا جَمْعًا خفيًّا، وَذٰلِكَ الْخَلْقُ فِي ظُهُورِ خَفِيٍّ عَلَى التَّدْرِيجِ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً أَرْبَعِينَ يَوْمًا أُخْرٰى، وَذٰلِكَ التَّخْلِيقُ يَتَزَايَدُ شَيْئًا فَشَيْئًا إِلٰى أَنْ يَظْهَرَ لِلْحِسِّ ظُهُورًا لَا خِفَاءَ بِهٖ كُلِّهٖ، وَالرُّوحُ لَمْ تَتَعَلَّقْ بِهٖ بَعْدُ، فَإِنَّهَا إِنَّمَا تَتَعَلَّقُ بِهٖ

فِي الْأَرْبَعِينَ الرَّابِعَةِ بَعْدَ مَائَةٍ وَّعِشْرِينَ يَوْمًا، كَمَا أَخْبَرَ بِهِ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ، وَذٰلِكَ مِمَّا لَا سَبِيلَ إِلٰى مَعْرِفَتِهٖ إِلَّا بِالْوَحْيِ، إِذْ لَيْسَ فِي الطَّبِيعَةِ مَا يَقْتَضِيهِ، فَلِذٰلِكَ حَارَ فُضَلَاءُ الْأَطِبَّاءُ وَأَذْكِيَاءُ الْفَلَاسِفَةِ فِي ذٰلِكَ، وَقَالُوا : إِنَّ هٰذَا مِمَّا لَا سَبِيلَ إِلٰى مَعْرِفَتِهٖ إِلَّا بِحَسْبِ الظَّنِّ الْبَعِيدِ .

''نبی کریم ﷺ نے جو اس اجمال کی تفصیل بیان کی ہے، وہی کافی ہے، اس حدیث کا تقاضا ہے کہ بچے کے اعضا کی تخلیق پہلے چالیس دنوں میں مکمل ہو جاتی ہے۔ یہ اس فرمان نبوی کے منافی نہیں کہ ''پھر اتنے (چالیس) دنوں میں خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔'' کیونکہ وہ خون کا ایسا لوتھڑا ہوتا ہے، جس میں مخفی طور پر بچے کی ساخت بن جاتی ہے، اس مخفی ساخت کی تخلیق تدریجاً ہوتی ہے، پھر وہ اگلے چالیس دنوں میں گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے، یہ تخلیق آہستہ آہستہ بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک کہ بالکل واضح ہو جاتی ہے، جس میں کوئی پوشیدگی باقی نہیں رہتی، اس میں ابھی روح داخل نہیں ہوئی ہوتی، کیونکہ روح تو ایک سو بیس دن کے بعد ڈالی جاتی ہے، جیسا کہ صادق و مصدوق (رسول اللہ ﷺ) نے خبر دی ہے۔ ان باتوں کی خبر کا واحد ذریعہ وحی الٰہی ہے، کیونکہ فطرت اور مزاج سے یہ باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں، اسی لیے کئی فاضل اطباء اور ذہین و فطین فلاسفہ حیرت میں پڑ گئے، کہنے لگے کہ ان چیزوں کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہیں، سوائے بعید گمان کے۔''

(التِّبيان في أيمان القرآن، ص 507)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: قرآن کومخلوق کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: قرآن اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے صوت وحروف کے ساتھ کلام کیا ہے،قرآن کومخلوق کہنا کفر ہے، یہ عقیدہ رکھنے والا شخص اسلام سے خارج ہے۔

❀ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ (۱۹۷ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ قالَ : الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ .

''جوقرآن کومخلوق کہے،وہ کافر ہے۔''

(المُخلصّيات لأبي الطّاهر : 1113، تاريخ ابن عساكر : 100/63، وسندہٗ صحيحٌ)

❀ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) سے قرآن کریم کے متعلق پوچھا گیا،تو فرمایا:

أُفٍّ ثُمَّ أُفٍّ مَنْ قَالَ : إِنَّهُ مَخْلُوقٌ فَقَدْ كَفَرَ .

''ایسے شخص پر تف ہے، جوقرآن کومخلوق کہے،وہ کافر ہے۔''

(معرفة السّنن والآثار للبيهقي : 344، وسندہٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النّبلاء : 18/10)

❀ امام احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ (۲۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، غَيْرُ مَخْلُوقٍ، فَمَنْ قَالَ : إِنَّهٗ مَخْلُوقٌ، فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ، عَزَّ وَجَلَّ، لَوْ كَانَ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا دُفِنَ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ، قُلْتُ (محمد بن موسى حضرمي) : أَيُّ كُفْرٍ؟ قَالَ : كُفْرٌ يَنْتَقِلُ عَنِ الْمِلَّةِ .

''قرآن کریم اللہ عزوجل کا کلام ہے، مخلوق نہیں، لہٰذا جس نے اسے مخلوق کہا، تو اس نے اللہ عظیم وعزوجل کے ساتھ کفر کیا، اگر مجھے اختیار ہوتا، تو ایسے شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا۔ میں (راوی محمد بن موسیٰ حضرمی رحمہ اللہ) نے کہا: یہ کون سا کفر ہے؟ فرمایا: ایسا کفر، جوملت اسلامیہ سے خارج کردے۔''

(مسألة اللفظ لابن منده الأصبهاني، ص 88، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جَاءَ تْ بِنْتُ هُبَيْرَةَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِهَا فَتَخٌ، فَقَالَ : كَذَا فِي كِتَابِ أَبِي، أَيْ خَوَاتِيمُ ضِخَامٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْرِبُ يَدَهَا، فَدَخَلَتْ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَشْكُو إِلَيْهَا الَّذِي صَنَعَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَانْتَزَعَتْ فَاطِمَةُ سِلْسِلَةً فِي عُنُقِهَا مِنْ ذَهَبٍ،

وَقَالَتْ : هٰذِهِ أَهْدَاهَا إِلَيَّ أَبُو حَسَنٍ، فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسِّلْسِلَةُ فِي يَدِهَا فَقَالَ : يَا فَاطِمَةُ، أَيَغُرُّكِ أَنْ يَقُولَ النَّاسُ ابْنَةُ رَسُولِ اللّٰهِ وَفِي يَدِهَا سِلْسِلَةٌ مِّنْ نَارٍ، ثُمَّ خَرَجَ وَلَمْ يَقْعُدْ، فَأَرْسَلَتْ فَاطِمَةُ بِالسِّلْسِلَةِ إِلَى السُّوقِ فَبَاعَتْهَا، وَاشْتَرَتْ بِثَمَنِهَا غُلَامًا وَقَالَ مَرَّةً : عَبْدًا وَذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا فَأَعْتَقَتْهُ، فَحُدِّثَ بِذٰلِكَ، فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنْجٰى فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ .

''ہبیرہ کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اس کے ہاتھ میں بھاری انگوٹھیاں تھیں،تو رسول اللہ ﷺ اس کے ہاتھ پر مارنے لگے۔وہ بچی رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور انہیں شکایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ پر مارا ہے،تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس بچی کے گلے سے سونے کی زنجیر اتار لی اور کہا کہ یہ مجھے ابوالحسن (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) نے تحفہ دی تھی۔رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ، زنجیر ابھی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں ہی تھی،تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ! کیا آپ کو یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگ کہیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹی ہے اور اس کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ باہر چلے گئے، بیٹھے نہیں۔تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے زنجیر بازار میں فروخت کر دی اور اس کے بدلے ایک غلام خرید لیا اور اس غلام کو آزاد کر دیا، رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں بتایا گیا،تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر کہ اس نے

فاطمہ کو آگ سے بچالیا۔“

(مسند الإمام أحمد: 278/2، سنن النّسائي: 5140)

(جواب): اس کی سند صحیح ہے۔

❀ حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب: 557/1)

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أُمِرْتُ بِتَزْوِيجِكَ مِنَ السَّمَاءِ .

”مجھے آسمان سے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی نکاح (فاطمہ کے ساتھ) کروا دوں۔“

(فضائل فاطمة لابن شاهين: 37)

(جواب): سند جھوٹی ہے۔

① محمد بن یونس کدیمی ”کذاب ووضاع“ ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اُتُّهِمَ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ وَبِسَرِقَتِهٖ وَادَّعٰى رُؤْيَةَ قَوْمٍ لَمْ يَرَهُمْ وَرِوَايَةً عَنْ قَوْمٍ لَا يُعْرَفُونَ وَتَرَكَ عَامَّةُ مَشَايِخِنَا الرِّوَايَةَ عَنْهُ .

”اس پر حدیث گھڑنے اور حدیث چوری کرنے کا الزام ہے۔اس نے ایسے لوگوں کو دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے، جنہیں اس نے نہیں دیکھا اور غیر معروف

راویوں سے روایات لیں ہیں۔ ہمارے اکثر مشائخ نے اس سے روایت لینا ترک کر دیا ہے۔''

(الکامل في ضُعفاء الرجال : 553/7)

② قیس بن ربیع جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ .

''جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(المُغني عن حَمَل الأسفار : 70/4، فيض القدير للمناوي : 92/3)

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ النَّاسُ .

''محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد : 190/2)

③ اعمش ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

④ عبایۃ بن ربعی متکلم فیہ ہے۔

❀ امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ حَدِيثُهٗ بِشَيْءٍ .

''اس کی حدیث کچھ نہیں۔''

(المَعرِفة والتّاريخ : 192/3)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا .

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کی شادی علی سے کردوں۔“

(المُعجم الكبير الطبراني : 10/156)

جھوٹی روایت ہے۔

① عبدالنور بن عبداللہ مسمعی ”کذاب ووضاع“ ہے۔

② بشر بن ولید ہاشمی کی توثیق نہیں۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ وَضَعَهٗ عَبْدُ النُّورِ .

”یہ روایت بے اصل ہے، اسے عبدالنور نے وضع کیا ہے۔“

(الضّعفاء الكبير : 3/114)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَا رَكَزْتُ الْعُكَّازَةَ قُدَّامَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ إِلَيْهَا .

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاٹھی گاڑ دی، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نماز پڑھ لیں۔“

(فوائد ابن شاهين : 15)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① قعنب بن محرر مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے

”الثقات:۹/۲۳“ میں ذکر کیا ہے۔

② ابو اسحاق سبیعی کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عطیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ .

”بلاشبہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے، شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے، لہٰذا اگر کسی کو غصہ آئے، تو وہ وضو کر لے۔“

(سنن أبي داود : 4784)

جواب: سند ضعیف ہے۔ محمد بن عطیہ کا اپنے والد سے سماع معلوم نہیں۔

❀ یہی روایت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(حِلية الأولياء لأبي نعيم : 130/2، تاريخ ابن عساكر : 365/16)

سند سخت ضعیف ہے۔

① عبد المجید بن ابی رواد ضعیف ہے۔

امام حمیدی (الضّعفاء الكبير للبخاري :307)، **امام ابو حاتم رازی** (الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 65/6)، **امام ابن حبان** (كتاب المجروحين : 160/2)، **امام دارقطنی** (سؤالات البُرقاني : 317)، **امام محمد بن یحییٰ بن ابو عمر** (الضّعفاء الكبير للعقيلي : 96/3، وسندهٗ صحيحٌ)، **امام ابن سعد** (الطّبقات الكبرىٰ :500/5)، **امام ابن عدی** (الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 346/5) **اور امام ابوزرعہ** (أسامي الضّعفاء : 637) رحمہم اللہ **وغیرہ نے سخت**

جروح کررکھی ہیں۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهٗ كَثِيرُونَ .

''جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(المُغني عن حَمَل الأسفار في تخريج الإحياء : 144/4)

② نیز عبد المجید بن ابی رواد ''مدلس'' بھی ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ یاسین بن معاذ زیات ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ یونس بن عبید رحمہ اللہ نے اپنی والدہ سے پوچھا:

مَاذَا رَأَيْتِ أَبَا صَفِيَّةَ يَصْنَعُ؟ قَالَتْ : رَأَيْتُ أَبَا صَفِيَّةَ وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ بِالنَّوٰى .

''آپ نے ابو صفیہ رضی اللہ عنہ کو کیا کرتے دیکھا؟ تو اُن کی والدہ کہتی ہیں: میں نے ابو صفیہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ گٹھلیوں پر (شمار کر کے) تسبیح کر رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کا شمار مہاجرین صحابہ میں ہوتا ہے۔''

(التّاريخ الكبير للبُخاري : 44/9)

جواب: سند ضعیف ہے۔ اُم یونس مجہولہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رمضان شروع ہوا، تو رسول

اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

قَدْ جَاءَ كُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُغَلُّ فِيهِ الشَّيَاطِينُ، فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا، فَقَدْ حُرِمَ.

''آپ کے پاس ماہ رمضان آ چکا ہ، یہ مبارک مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں، اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں، اس میں ایک رات ایسی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کی خیر سے محروم رہ گیا، وہ حقیقت میں محروم شخص ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 230/2، 425، سنن النّسائي: 2106)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابو قلابہ جرمی کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

مَوْتُ الْغَرِيبِ شَهَادَةٌ.

''دیار غیر میں موت شہادت کی موت ہے۔''

(سنن ابن ماجه: 1613، مسند أبي يعلٰى: 2381، المُعجم الكبير للطُبراني: 246/11)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ہذیل بن حکم منکر الحدیث ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(المُعجم الكبير للطّبراني : 57/11)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن عبداللہ بن علاثہ ضعیف ہے۔

② وہب بن منبہ کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

❁ تیسری سند بھی ہے۔

(حِلية الأولياء لأبي نعيم : 119/5)

جھوٹی سند ہے۔ ابراہیم بن بکر شیبانی وضاع ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَأَنَا أَشْكُو مِنْ بَطْنِي، فَقَالَ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ اِشْكَنِبَ دَرْدْ؟، فَقُلْتُ : نَعَمْ، فَقَالَ : قُمْ فَصَلِّ، فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ شِفَاءً .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، میرے پیٹ میں درد تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فارسی زبان میں) فرمایا: ابو ہریرہ! کیا پیٹ میں درد ہے۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: اٹھیے اور نماز پڑھیے، کیونکہ نماز میں شفاء ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/390-403، سنن ابن ماجه : 3458، أخلاق النبي صلى الله عليه وسلم وآدابه لأبي الشّيخ : 805، العلل المتناهية لابن الجوزي :271)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① ذواد بن علبہ ضعیف ہے۔

② لیث بن ابی سلیم ضعیف، سیء الحفظ ہے۔

③ جبارہ بن مغلس حمانی سخت ضعیف ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الزَّكَاةُ قَنْطَرَةُ الْإِسْلَامِ .

”زکوٰۃ اسلام کا پُل ہے۔“

(مُسند الشّهاب القُضاعي : 270)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا تھا، آخر سند تک سماع کی تصریح نہیں۔

② ضحاک بن حمرہ ضعیف ومتروک ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ، أَوْ أَصْغَرَ، بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ .

”جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے قطات (کبوتر نما پرندہ) کے گھونسلے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بنائے گا۔“

(التاريخ الكبير للبخاري :332/1، سنن ابن ماجه : 738)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۲۹۲) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التّرغیب والتّرھیب: 120/1)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ، فَخَطِئَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ؛ خَطِئَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ .

میرا ذکر سن کر جو درود نہیں پڑھتا، وہ جنت کا راستہ بھول گیا ہے۔''

(الذُّرِّيّة الطّاهرة للدّولابي، ص: 88، المُعجم الكبير للطّبراني: 128/3)

جواب: سند ضعیف ہے۔ محمد بن بشیر کندی غیر ثقہ ہے۔

اس حدیث کے دیگر ضعیف شواہد بھی ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ، خَطِئَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ .

''جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا، وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔''

(سنن ابن ماجه: 908)

سند ضعیف ہے۔ جبارہ بن مغلس ضعیف ہے۔

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(مَجمع الزّوائد: 20/9)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ أَيضًا غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''یہ حدیث بھی غیر محفوظ ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرّجال : 446/2)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ بِهٖ طَرِيقَ الْجَنَّةِ .

''جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا، وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔''

(مُعجم ابن الأعرابي : 355، الدّعوات الكبير للبيهقي : 174)

سند ضعیف ہے۔ حفص بن غیاث کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً أَهْدَاهَا لَهٗ كِسْرٰى، فَرَكِبَهَا بِحَبْلٍ مِّنْ شَعْرٍ، ثُمَّ أَرْدَفَنِي خَلْفَهٗ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر تحفہ دی گئی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسریٰ نے تحفہ دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں سے بنی ایک رسی کے ذریعے اس خچر پر سوار ہوئے، پھر مجھے بھی اپنے پیچھے سوار کیا۔''

(المستدرك للحاكم : 541/3)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن میمون قداح ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② عبدالملک بن عمیر مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ عبدالملک بن عمیر کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ الْمَلِكِ لَمْ يَسْمَعْ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيمَا أَرٰى .

"میرے خیال میں عبدالملک بن عمیر نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں کیا۔"

(تلخيص المُستدرك)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُصُّ لُعَابَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَمَا يَمُصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَةَ .

"میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لعاب کو ایسے چوس رہے تھے، جسے آدمی کھجور کو چوستا ہے۔"

(مَناقب علي رضي الله عنه للمَغازلي: 420، تاريخ ابن عَساكر: 223/13)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن یعلی اسلمی ضعیف ہے۔

② سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُكْفُلُوا لِي بِسِتٍّ أَكْفُلْ لَكُمِ الْجَنَّةَ؛ إِذَا حَدَّثَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبْ، وَإِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفْ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ فَلَا يَخُنْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ .

''مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دیں، میں آپ کو جنت کی ضمانت دے دیتا ہوں؛ ① جب کوئی شخص بات کرے، تو جھوٹ مت بولے، ② جب وعدہ کرے، تو وعدہ خلافی نہ کرے، ③ جب اسے امانت دی جائے، تو اس میں خیانت نہ کرے، ④ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں ⑤ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ⑥ اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھیں۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 262/8)

جواب: سند ضعیف ہے۔ فضال بن جبیر ضعیف ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''غیر محفوظ'' قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 131/7)

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِضْمَنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ؛ اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ، وَأَدُّوا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ .

''آپ مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دیں، میں آپ کو جنت کی ضمانت دے دیتا ہوں؛ ① جب بھی بات کریں، تو سچی بات کریں، ② جب وعدہ کریں، تو اسے پورا کریں، ③ جب آپ کو امانت سونپی جائے، تو حق دار کو واپس کریں،

④ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ⑤ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں ⑥ اپنے ہاتھوں کو (کسی کو تکلیف دینے سے) روک کر رکھیں۔"

(مسند الإمام أحمد : 323/5، صحيح ابن حبان : 271)

سند ضعیف ہے۔ مطلب بن عبداللہ بن حنطب کا سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهٖ .

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے، وہ حق بات کہتے ہیں۔"

(سنن أبي داود : 2962، سنن ابن ماجه : 108، المعرفة والتّاريخ للفَسوي : 461/1)

جواب: اس کی سند حسن ہے۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا كُنَّا نُبْعِدُ أَنَّ السَّكِينَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ .

"ہمارا رجحان تھا کہ سکینت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوتی ہے۔"

(جامع مَعمر بن راشد : 20380، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: قرآن کریم میں بعض چیزوں کے کفارے ذکر کیے گئے ہیں اور انہیں "اَو، اَو" کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ان میں ترتیب ضروری ہے یا کفارے کی کوئی بھی صورت اختیار کی جا سکتی ہے؟

جواب: قرآن کریم میں قسم، نذر، ظہار وغیرہ کے کفارے ذکر کیے گئے ہیں، ان میں

مختلف صورتوں کو ''اَو، اَوْ'' کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، وہاں کسی بھی صورت کو اختیار کیا جا سکتا ہے، یعنی فلاں کام کرنے والا یہ کفارہ دے، یا یہ کفارہ دے۔ یہ اختیار ہے۔

البتہ جہاں استطاعت کی ترتیب کا ذکر ہے، اس کا لحاظ کیا جائے گا، یعنی فلاں کام کرنے والے کفارہ یہ ہے، اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھے، تو یہ کفارہ ہے۔ کفارے کی اس صورت میں اختیار نہیں، بلکہ جو کفارے کی جو صورت پہلے ذکر کی گئی ہے، اگر اس کی استطاعت ہے، تو اسی صورت کو اختیار کیا جائے گا، اگر پہلی صورت کی استطاعت نہیں، تو پھر اگلی صورت کو اختیار کیا جائے گا۔

❁ امام عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ (أَوْ أَوْ) فَلْيَتَخَيَّرْ أَيَّ الْكَفَّارَاتِ شَاءَ، فَإِذَا كَانَ ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ﴾ فَالْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ.

''قرآن کریم میں جہاں بھی (اَو، اَو) آیا ہے، وہاں اختیار ہے کہ کفارے کی جس مرضی صورت کو اختیار کر لے۔ البتہ قرآن میں جہاں بھی ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ﴾ ''جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔'' آیا ہے، وہاں کفارے کی پہلی صورت کو اختیار کیا جائے گا، پھر (استطاعت نہ ہونے پر) دوسری صورت کو اختیار کیا جائے گا۔''

(تفسير الطّبري: 398/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام مجاہد بن جبر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ (كَذَا فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَكَذَا) فَالْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ، وَكُلُّ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ (أَوْ كَذَا أَوْ كَذَا) فَهُوَ فِيهِ

بِالْخِيَارِ .

قرآن میں جہاں بھی ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ﴾ ”جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔“ آیا ہے، وہاں کفارے کی پہلی صورت کو اختیار کیا جائے گا، پھر (استطاعت نہ ہونے پر) دوسری صورت کو اختیار کیا جائے گا اور قرآن کریم میں جہاں بھی (اَو، اَو) آیا ہے، وہاں اختیار ہے کہ کفارے کی جس مرضی صورت کو اختیار کر لے۔“

(تفسير الطّبري : 397/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ (أَوْ أَوْ) فَلِصَاحِبِهٖ أَنْ يَخْتَارَ أَيَّهُ شَاءَ .

قرآن کریم میں جہاں بھی (اَو، اَو) آیا ہے، وہاں کفارہ ادا کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ کفارے کی جس مرضی صورت کو اختیار کر لے۔“

(تفسير الطّبري : 397/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ (أَوْ أَوْ) فَلِصَاحِبِهٖ أَنْ يَأْخُذَ بِمَا شَاءَ .

قرآن کریم میں جہاں بھی (اَو، اَو) آیا ہے، وہاں کفارہ ادا کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ کفارے کی جس مرضی صورت کو اختیار کر لے۔“

(تفسير الطّبري : 397/3، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ «أَوْ أَوْ» فَهُوَ تَخْيِيرٌ .

”قرآن کریم میں جہاں بھی ”یا“، ”یا“ کا ذکر ہے، اس میں اختیار ہے۔“

(جزء في مسائل عن أبي عبد اللّٰه أحمد بن حنبل برواية البَغَوي، ص 33)

سوال: نکاح حلالہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اسلام دین فطرت اور مکمل نظامِ زندگی ہے، اس نے جہاں انسان کی تمام شعبہ ہائے زندگی میں مکمل رہنمائی کی، وہاں شعبۂ معاشرت میں بھی تحفظِ عفت وعصمت کے لیے قانون نکاح کی پذیرائی کی، اس شعارِ اسلام نے انسانیت کو درندگی کی دلدل سے نکال کر بندگی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا، لیکن افسوس کہ بعض نے حلالے جیسی لعنت کے ذریعے محافظانِ عزت کو پھر راہزن کر دیا، حلالہ ایک بدترین بے حیائی ہے۔

نکاح حلالہ کے بطلان پر متواتر احادیث اور اجماع اُمت دلیل ہیں۔ اسلاف اُمت میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

نِكَاحُ التَّحْلِيلِ الَّذِي اتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى بُطْلَانِهِ .

”نکاح حلالہ کے باطل ہونے پر اُمت کا اتفاق ہے۔“

(مَجموع الفتاویٰ: 152/32، الفتاوی الکبریٰ: 96/3)

سوال: بکری کو ذبح کرتے وقت کون سی کیفیت ہونی چاہیے؟

جواب: بکری کو بائیں پہلو پر لٹا کر ذبح کیا جائے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے کو پکڑا، اسے لٹایا، پھر ذبح کر دیا۔“

(صحیح مسلم : 1967)

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ اسْتِحْبَابُ إِضْجَاعِ الْغَنَمِ فِي الذِّبحِ وَأَنَّهَا لَا تُذْبَحُ قَائِمَةً وَلَا بَارِكَةً بَلْ مُضْجَعَةً لِأَنَّهُ أَرْفَقُ بِهَا، وَبِهٰذَا جَاءَ تِ الْأَحَادِيثُ وَأَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ وَعَمَلُ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى أَنَّ إِضْجَاعَهَا يَكُونُ عَلٰى جَانِبِهَا الْأَيْسَرِ لِأَنَّهُ أَسْهَلُ عَلَى الذَّابِحِ فِي أَخْذِ السِّكِّينِ بِالْيَمِينِ وَإِمْسَاكِ رَأْسِهَا بِالْيَسَارِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ بکری کو ذبح کرتے وقت لٹانا مستحب ہے، نیز اسے کھڑا کر کے یا گھٹنا باندھ کر ذبح نہیں کیا جائے گا، بلکہ لٹا کر ذبح کیا جائے گا، کیونکہ اس میں جانور کے لیے آسانی ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث آئی ہیں، نیز مسلمانوں کا اجماع بھی ہے۔ اسی طرح اہل علم کا اجماع ہے اور مسلمانوں کا (متوارث) عمل ہے کہ جانور کو اس کے بائیں پہلو پر لٹایا جائے گا، کیونکہ اس سے ذبح کرنے والے کے لیے دائیں ہاتھ میں چھری پکڑنا اور بائیں ہاتھ میں جانور کا سر پکڑنا آسان تر ہے۔“

(شرح مسلم : 122/13)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْتَهَوْا إِلٰى مَضِيقٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَمُطِرُوا، السَّمَاءُ مِنْ فَوْقِهِمْ، وَالْبِلَّةُ مِنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَأَذَّنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَأَقَامَ، فَتَقَدَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، فَصَلّٰى بِهِمْ يُومِئُ إِيمَاءً، يَجْعَلُ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ.

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، سب ایک تنگ جگہ پر پہنچ گئے، نماز کا وقت ہو گیا، بارش ہونا شروع ہو گئی، اوپر بارش ہو رہی تھی اور نیچے کیچڑ تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے حکم سے) اذان اور اقامت کہی گئی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر ہی سوار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کو آگے کیا اور صحابہ کو اشارے سے نماز پڑھائی، سجدے میں رکوع سے زیادہ جھکے۔''

(سنن التّرمذي: 411، مسند الإمام أحمد: 4/173-174)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عمرو بن عثمان ثقفی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۷/۲۰۰'' میں ذکر کیا ہے۔

② اس کا باپ عثمان بن یعلی ثقفی بھی مجہول ہے۔

❀ حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ لَا تُعْرَفُ حَالُهٗ، وَكَذٰلِكَ أَبُوهُ عُثْمَانُ .

''عمرو بن عثمان اور اس کا باپ دونوں غیر معروف (مجہول الحال) ہیں۔''

(بَيان الوَهم والإيهام : 179/4)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ ضَعْفٌ، وَلَمْ يَثْبُتْ مِنْ عَدَالَةِ بَعْضِ رُوَاتِهٖ مَا يُوجِبُ قَبُولَ خَبَرِهٖ .

''اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، اس کے بعض راویوں کی عدالت ثابت نہیں کہ جس بنا پر ان کی روایت قبول کی جائے۔''

(السّنن الكبرىٰ : 7/2)

سوال: کیا کسی کی قبر کی مٹی سے خوشبو آ سکتی ہے؟

جواب: کسی نیک صالح انسان کی قبر سے خوشبو آ سکتی ہے، یہ اس کی کرامت ہو گی۔ اولیاء کی کرامات حق ہیں اور قیامت تک جاری و ساری ہیں۔ البتہ اہل بدعت کی قبر سے خوشبو کا آنا کرامت نہیں، استدراج ہے۔

❀ امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فُتِنَ النَّاسُ بِقَبْرِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَالِبٍ، كَانَ يُوجَدُ مِنْهُ رِيحُ

الْمِسْكِ .

”لوگ عبداللہ بن غالب رحمہ اللہ کی قبر کی وجہ سے فتنے کا شکار ہو گئے، آپ رحمہ اللہ کی قبر سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔“

(عِلَل الحديث لعمرو بن علي بن بحر السّقاء، ص 143، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا؟

جواب: نبی کریم ﷺ کو تین سفید چادروں میں کفن دیا گیا، جن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دَخَلْتُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ : فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ : فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا : فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ : يَوْمَ الِاثْنَيْنِ .

”میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں گئی، تو انہوں نے پوچھا: آپ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ عرض کیا: تین سفید چادروں میں، کفن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔ پھر پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی وفات کس دن ہوئی، عرض کیا: سوموار کو۔“

(صحيح البخاري : 1387)

❁ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ، وَبِهٖ نَأْخُذُ .

”(کفن میں تین چادروں پر) اجماع ہے، ہمارا اسی پر عمل ہے۔“

(مُصنّف عبد الرّزاق : 419/3)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، أَحَدُهَا قَمِيصٌ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، جن میں ایک قمیص تھی۔“

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 2118، وسندهٗ حسنٌ)

اس قمیص سے مراد معروف سلی ہوئی قمیص نہیں، بلکہ کفن میں جو میت کو اَن سلی قمیص پہنائی جاتی ہے، جس کے بازو وغیرہ نہیں ہوتے، وہ قمیص ہے، لہٰذا یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث کے معارض نہیں، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں معروف سلی ہوئی قمیص کی نفی ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبْعَةِ أَثْوَابٍ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات کپڑوں میں کفنایا گیا۔“

(مسند الإمام أحمد :94/1، 102، مسند البزّار : 646)

سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

”یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔“

(العلَل المُتناهية : 415/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كُفِّنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ، الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا، جن میں دو کپڑے حلے کے تھے اور ایک وہ قمیص، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔“

(سنن أبي داود : 3153، سنن ابن ماجه :1471)

سند ضعیف ہے۔ یزید بن ابی زیاد بالاتفاق ضعیف ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ لَا سِيَّمَا وَقَدْ خَالَفَ بِرِوَايَتِهِ الثِّقَاتَ .

”اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے، خصوصاً جب ثقات کی مخالفت کرے۔“

(شرح النّووي :306/1، 8/7)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 950/2، شرح النّووي : 8/7)

❁ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِذَا أَنَا مُتُّ، فَاجْعَلُوا فِي آخِرِ غُسْلِي كَافُورًا، وَكَفِّنُونِي فِي بُرْدَيْنِ وَقَمِيصٍ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ بِهٖ ذٰلِكَ .

”جب میں فوت ہو جاؤں، تو آخری غسل میں کافور بھی شامل کر لیں اور مجھے دو

چادروں اور ایک قمیص میں کفن دینا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کو بھی اسی طرح کفن دیا گیا تھا۔‘‘

(المُستدرك للحاكم : 6475، وصايا العُلماء لابن زَبر الرَّبَعي، ص 78)

سند ضعیف ہے۔ صدقہ بن موسیٰ بصری ضعیف ہے۔

❀ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

’’اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔‘‘

(مَجمع الزَّوائد : 286/5)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُكَفِّنُ أَهْلَهٗ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ مِنْهَا عِمَامَةٌ وَقَمِيصٌ وَثَلَاثُ لَفَائِفَ .

’’سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اہل خانہ (میں سے جو فوت ہو جاتا، اس) کو پانچ کپڑوں میں کفن دیتے تھے، ان میں ایک عمامہ، ایک قمیص اور تین لفافے ہوتے تھے۔‘‘

(مصنّف عبد الرزّاق : 6182)

سند ضعیف ہے۔ عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ کا عنعنہ ہے۔

❀ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كُفِّنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ وَّقَمِيصٍ .

’’رسول اللہ ﷺ کو حلہ اور قمیص میں کفن دیا گیا۔‘‘

(طَبقات ابن سعد : 286/2)

سند ضعیف ومرسل ہے۔

❀ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۱۰۵۹) والی سند بھی ضعیف ہے۔ ایوب بن ابی تمیمہ کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

① مغیرہ بن مقسم کا عنعنہ ہے۔

② ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔

③ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مرسل ہے، وہ براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(الآثار لأبي يوسف : 387)

سند ضعیف ہے۔

① یوسف بن یعقوب کا کوئی اَتا پتا نہیں۔

② قاضی ابو یوسف ضعیف ہیں۔

③ نعمان بن ثابت ابوحنیفہ ضعیف ہیں۔

④ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ان سے قبل از اختلاط روایت لینا ثابت نہیں۔

⑤ ابراہیم نخعی کا عنعنہ ہے۔

⑥ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اسے مرسل بیان کر رہے ہیں۔

❀ اس کی ایک تیسری سند بھی ہے۔

(مصنف عبد الرزاق : 6168)

سند ضعیف ہے:

① امام عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

② سفیان ثوری مدلس ہیں۔

③ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مرسل ہے۔

❀ حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي حُلَّةٍ حِبَرَةٍ وَقَمِيصٍ .

''رسول اللہ ﷺ کو حبری حلہ اور قمیص میں کفن دیا گیا۔''

(طَبقات ابن سعد : 286/2)

سند ضعیف و مرسل ہے:

① یونس بن عبید کا عنعنہ ہے۔

② حسن بصری نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔

محدثین کے نزدیک امام ابراہیم نخعی اور امام حسن بصری رحمہ اللہ کی مراسیل حجت نہیں۔

سوال: نکاح متعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اُمت مسلمہ کا اتفاق و اجماع ہے کہ نکاحِ متعہ یا وقتی نکاح منسوخ و باطل ہے اور شریعتِ اسلامیہ میں نکاحِ متعہ تا قیامت حرام ہو چکا ہے۔

نکاحِ متعہ پہلی دفعہ غزوۂ خیبر میں منع ہوا تھا، پھر فتح مکہ کے موقع پر تین دن تک اس کی اجازت دی گئی، پھر قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَعَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.

''غزوۂ خیبر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 5115، صحيح مسلم : 30/1407)

❁ دوسری روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

نَهٰى عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

''آپ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔''

(صحيح البخاري : 4216، صحيح مسلم : 1407)

❁ صحیح مسلم (1407/31) میں ہے:

إِنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُلَيِّنُ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَ : مَهْلًا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں نرم بات کرتے سنا، تو فرمایا: ابن عباس! اس فتوے سے رُک جائیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔''

❁ صحیح مسلم (1407/32) میں ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُّتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ .

''رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔''

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنّة : 99/9)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(أخبار أهل الرّسوخ، ص51، إعلام العالم، ص 343)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ مُتَّفِقَةٌ عَلٰى نَسْخِ الْمُتْعَةِ .

''متعہ کے منسوخ ہونے پر یہ احادیث متفق ہیں۔''

(أخبار أهل الرّسوخ، ص51)

❁ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ وَقَعَ الِاتِّفَاقُ عَلَى النَّسْخِ .

''نکاح متعہ کے منسوخ ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے۔''

(إعلام العالم، ص 343)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، عَاصِبٌ رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلٰكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ، غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ.

''رسولِ اکرم ﷺ مرض الموت میں باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے سر کو کپڑے سے باندھ رکھا تھا۔ آپ ﷺ منبر پر بیٹھے، اللہ کی تعریف وثنا کی، پھر فرمایا: ابوبکر سے زیادہ احسان مجھ پہ کسی نے نہیں کیے، مال کا احسان ہو یا جان کا۔ میں اگر کسی کو خلیل بناتا، تو ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلام کی خُلّت زیادہ بہتر ہے، ابوبکر کے علاوہ اس مسجد کی طرف کھلنے والی ہر کھڑکی بند کر دیں۔''

(صحيح البخاري: 467، مسند الإمام أحمد: 270/1)

جواب: یہ حدیث بالاتفاق صحیح اور متواتر ہے۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''متواتر'' کہا ہے۔

(الفتاوی الکبریٰ : 443/4)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ''متواتر'' کہا ہے۔

(تاریخ الخلفاء، ص 45)

❁ حافظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(حِلية الأولياء : 343/3)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنّة : 38/14)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الموضوعات : 366/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(تاریخ الإسلام : 60/2، سِيَر أعلام النُّبلاء [الخلفاء الرّاشدون]، ص 10)

یہ حدیث بخاری اور مسلم میں مختلف طرق سے آتی ہے۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکورتمام مرفوع متصل احادیث صحیح ہیں۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ مَا اتَّفَقَ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَصِدْقٌ .

''اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ جس حدیث کے صحیح ہونے پر امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ اتفاق کر لیں، وہ حق اور سچ ہے۔''

(شرح النّووي :20/1)

سوال: اگر دو تین نمازیں اکھٹی ادا کی جائیں، تو کیا ہر ایک کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت کہی جائے گی؟

جواب: قضا نمازوں کی ادائیگی میں ہر نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی، اذان صرف پہلی مرتبہ کہی جائے گی۔

❀ عبدالرحمٰن بن یزید کوفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

حَجَّ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيبًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ، وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهٖ فَتَعَشّٰى، ثُمَّ أَمَرَ ـأُرَى ـ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ ـقَالَ عَمْرٌو : لَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ ـ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ : إِنَّ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي هٰذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هٰذِهِ الصَّلَاةَ، فِي هٰذَا المَكَانِ مِنْ هٰذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَقْتِهِمَا؛ صَلَاةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ، وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ، قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حج کیا، ہم مزدلفہ عشاء کے وقت یا اس کے قریب قریب مزدلفہ پہنچے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا، اس نے اذان اور اقامت کہی، آپ رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب پڑھائی، اس کے بعد دو رکعت ادا کیں، پھر کھانا منگوا کر کھایا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا، تو (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ مؤذن نے اذان اور اقامت کہی، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے نماز عشاء دو رکعت پڑھائی۔ (اگلی صبح) جب فجر طلوع ہوئی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو اس وقت میں صرف اسی جگہ (مزدلفہ) میں ادا کیا، صرف یہ دو نمازیں اپنے وقت سے ہٹائی جاتی ہیں۔ مغرب لوگوں کے مزدلفہ آنے کے بعد (نماز عشاء کے ساتھ) ادا کی جاتی ہے اور فجر اس وقت ادا کی جاتی ہے، جب فجر طلوع ہو جائے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1675)

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حجۃ الوداع والی طویل حدیث میں ہے:

...... ثُمَّ أَذَّنَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ،

وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا .

''......پھر مؤذن نے اذان کہی، اس کے بعد اقامت کہی، تو رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی، پھر مؤذن نے اقامت کہی، تو رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی، دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (نفل) نماز ادا نہیں کی۔''

(صحیح مسلم : 1218)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْأَذَانِ لِلْفَائِتَةِ مَعَ اتِّفَاقِهِمْ عَلٰی أَنَّهٗ يُقِيمُ لَهَا .

''قضا نمازوں کی ادائیگی میں اذان کہنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے، البتہ اس پر اتفاق ہے کہ ان نمازوں کے لیے اقامت کہی جائے گی۔''

(شرح السّنّة : 4/102)

سوال: اکہری اور دوہری اذان اور اقامت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: اذان دوہری اور اکہری دونوں طرح جائز ہے، جب اذان دوہری ہوگی، تو اقامت بھی دوہری ہوگی اور جب اذان اکہری ہوگی، تو اقامت بھی اکہری ہوگی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ لِيَضْرِبَ بِهِ النَّاسُ فِي الْجَمْعِ لِلصَّلَاةِ أَطَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَّحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ : يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ فَقَالَ : وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ : قُلْتُ : نَدْعُو بِهٖ لِلصَّلَاةِ قَالَ : أَفَلَا

أَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: بَلٰى قَالَ: تَقُولُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: ثُمَّ اسْتَأْخَرَ غَيْرَ بَعِيدٍ قَالَ: ثُمَّ تَقُولُ إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ: «إِنَّ هٰذَا رُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَإِنَّهٗ أَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ»، فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلَقِّنُهٗ عَنْهُ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ يَقُولُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ أُرِيتُ مِثْلَ الَّذِي أُرِيَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ».

”رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی غرض سے ناقوس بجانے کا حکم دیا، تو میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہاتھ میں ناقوس پکڑے دیکھا اور اسے کہا: اللہ کے بندے! اسے فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: آپ اسے کیا کریں گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کریں گے، اس نے کہا: میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں، میں نے کہا: ضرور بتائیں! اس نے کہا: یوں کہا کریں: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ پھر اس نے تھوڑی دور جا کر کہا: اقامت یوں کہیں: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صبح ہوئی، تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا، فرمایا: ان شاء اللہ! یہ سچا خواب ہے، بلال کے ساتھ کھڑے ہو جائیے اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، انہیں بتاتے جائیں، وہ اذان دیں گے، کیوں کہ ان کی آواز آپ سے بلند ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر انہیں بتاتا

جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ کلمات سنے، تو (جلدی سے) اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور کہنے لگے: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے! اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 43/4، سنن أبي داوٗد : 499، سنن التّرمذي : 189، سنن ابن ماجه : 706، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام بخاری رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱/ ۳۹۹)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۷۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۷۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۵۶) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۳/ ۸۲) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، نیز اسے ''صحیح'' بھی کہا ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۴/ ۷۷)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْقِصَّةُ بِأَسَانِيدَ مُخْتَلِفَةٍ وَهٰذَا الْإِسْنَادُ أَصَحُّهَا .

''اس قصہ کی مختلف سندیں ہیں، یہ سب سے بہتر سند ہے۔''

(مَعالم السّنن :1/152)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ قِصَّةٌ جَلِيلَةٌ رُكْنٌ مِّنْ أَرْكَانِ الْبَابِ، وَادَّعَى ابْنُ دِحْيَةَ فِي تَنْوِيرِهٖ تَوَاتُرَ طُرُقِهَا .

''یہ عمدہ قصہ ہے اور اذان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، ابن دحیہ رحمہ اللہ

نے اپنی کتاب ''التنویر'' میں اس کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔''

(البدر المُنير : 334/3)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ أَنَّهُ ثَنَّى الْأَذَانَ وَأَفْرَدَ الْإِقَامَةَ وَهُوَ مَذْهَبُ أَكْثَرِ عُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ وَجَرٰى بِهِ الْعَمَلُ فِي الْحَرَمَيْنِ وَالْحِجَازِ وَبِلَادِ الشَّامِ وَالْيَمَنِ وَدِيَارِ مِصْرَ وَنَوَاحِي الْمَغْرِبِ إِلٰى أَقْصٰى حِجْرٍ مِنْ بِلَادِ الْإِسْلَامِ، وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ وَمَكْحُولٍ وَالزُّهْرِيِّ وَمَالِكٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ وَغَيْرِهِمْ.

''یہ حدیث دلیل ہے کہ مؤذن اذان کے کلمات دو دو بار کہے گا اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ۔ اکثر علمائے امصار کا یہی مذہب ہے۔ حرمین شریفین، حجاز، بلاد شام، یمن، دیار مصر اور بلاد مسلمین میں مغرب کے نواحی علاقوں سے لے کر حجر کی انتہا تک اسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ امام حسن بصری، امام مکحول، امام زہری، امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہم رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔''

(مَعالِم السّنن : 152/1، شرح النّووي : 78/4)

سوال: وارث موجود ہوں، تو زیادہ سے زیادہ کتنے مال کی وصیت کی جا سکتی ہے؟

جواب: پہلی بات کہ وصیت وارث کے بارے میں نہیں کی جا سکتی، کیونکہ ورثاء کے حصے مقرر ہو چکے ہیں، الا کہ باقی تمام ورثا اجازت دے دیں۔

دوسری بات کہ وصیت زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کی ہوسکتی ہے، اس سے زائد وصیت نافذ نہ ہوگی۔

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ میں مکہ میں اس قدر بیمار ہوا کہ قریب المرگ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، تو میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے اور صرف ایک بیٹی ہی میری وارث ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کرنے کی وصیت کر دوں؟ فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں! عرض کیا: ایک تہائی صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ایک تہائی (ہوسکتا ہے) لیکن یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ اپنے ورثا کو آسودہ حال چھوڑ کر جائیں، تو انہیں تنگ دست چھوڑنے سے بہتر ہے۔''

(صحيح البخاري: 6373، صحيح مسلم: 1628، المنتقى لابن الجارود: 947)

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ مَنْ لَهٗ وَارِثٌ فَلَيْسَ لَهٗ أَنْ يُوصِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ ثُلُثِهٖ.

''اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ جس کا وارث موجود ہو، اس کے لیے ثلث مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں۔''

(المَسالك: 482/6)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا قرآن کریم محفوظ کتاب ہے؟

(جواب): قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجز اور حقیقی کلام ہے، یہ وحی منزل ہے، جو جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتاری گئی۔ مصاحف میں مکتوب ہے اور تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اس میں کسی قسم کی تحریف، نقص یا اضافہ نہیں کیا گیا۔ اس وقت دو گتوں کے درمیان جو کلام محفوظ ہے، وہ من وعن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے، اس لیے قرآن کریم ہر دور میں حفظ کتاب اور حفظ صدر کے ساتھ نقل ہوتا رہا ہے، یہ تواتر کے ساتھ نقل ہوتا رہا۔

جبکہ تورات، زبور، انجیل اور دیگر سماوی کتابیں تحریف وتغیر کا شکار ہو گئیں، انہیں نہ حفظ کتاب حاصل ہے اور نہ حفظ صدور۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ حَفِظَ اللّٰهُ كِتَابَهٗ، وَضَمَنَ ذٰلِكَ فَقَالَ : ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ﴾ وَقَدْ ثَبَتَ الْقُرْآنُ وَوَقَعَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ، فَلَا يُزَادُ فِيهِ حَرْفٌ وَّلَا يُنْقَصُ حَرْفٌ وَقَدْ رَامَ الرَّوَافِضُ وَالْمُلْحَدَةُ ذٰلِكَ فَمَا يُمْكِنُ لَهُمْ، وَلَا يَصِحُّ أَنْ يَقْبَلَ

مُسْلِمٌ مِنْ أَحَدٍ قُرْآنًا يَدَّعِيهِ مِمَّا لَيْسَ بَيْنَ الدُّفَّتَيْنِ .

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کی ہے اور خود ہی اس کا ذمہ بھی اٹھایا ہے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ''بلاشبہ ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' یقیناً قرآن صحیح سلامت ہے، اس پر اجماع ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں ایک حرف بھی بڑھایا جائے، نہ کم کیا جائے۔ روافض (شیعہ) اور ملحدین نے تحریف قرآن کی کوشش کی ہے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی انسان سے ایسا قرآن قبول کرے، جس کے وہ قرآن ہونے کا دعویدار ہو، مگر وہ کلام (موجودہ) دو گتوں کے درمیان لکھا ہوا نہ ہو۔''

(إكمال المُعلِم :119/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ لَا نَدَّعِي اتِّفَاقَ جَمِيعِ نُسَخِ الْمَصَاحِفِ كَمَا لَا نَدَّعِي أَنَّ كُلَّ مَنْ يَحْفَظُ الْقُرْآنَ لَا يَغْلَطُ، بَلْ أَلْفَاظُهُ مَنْقُولَةٌ بِالتَّوَاتُرِ حِفْظًا وَّرَسْمًا فَمَنْ خَرَجَ عَنْ ذٰلِكَ عَلِمَ النَّاسُ أَنَّهُ غَلِطَ لِمُخَالَفَتِهِ النَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ، بِخِلَافِ هٰذِهِ الْكُتُبِ، فَإِنَّ النَّصَارٰى لَمْ يَحْفَظُوهَا كُلَّهَا فِي قُلُوبِهِمْ تَلَقِّيًا لَّهَا عَنِ الْحَوَارِيِّينَ حِفْظًا مَّنْقُولًا بِالتَّوَاتُرِ، بَلْ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنْهُمْ

يَحْفَظُهَا كُلَّهَا، فَضْلًا عَنْ أَنْ يَحْفَظَهَا كُلَّهَا أَهْلُ التَّوَاتُرِ، فَضْلًا عَنْ أَنْ يَحْفَظَ كُلَّ لِسَانٍ مِنْهَا مَنْ تَوَاتَرَ بِهِمْ ذٰلِكَ اللِّسَانُ، وَهٰذَا أَمْرٌ مَّعْلُومٌ لِجَمِيعِ النَّصَارٰى وَغَيْرِهِمْ أَنَّهٗ لَمْ يَحْفَظْهَا كُلَّهَا بِكُلِّ لِسَانٍ مِنْ زَمَنِ الْحَوَارِيِّينَ عَدَدُ التَّوَاتُرِ، بَلْ وَلَا فِي زَمَنٍ مِنَ الْأَزْمَانِ، بَلْ بَعْدَ انْتِشَارِ النَّصَارٰى، وَكَثْرَتِهِم، وَتَفَرُّقِهِمْ فِي الْأَقَالِيمِ السَّبْعَةِ لَا يَكَادُ يُوجَدُ فِيهِمْ مَنْ يَحْفَظُهَا كُلَّهَا عَنْ قَلْبِهٖ، كَمَا يَحْفَظُ صِبْيَانُ مَكَاتِبِ الْمُسْلِمِينَ الْقُرْآنَ، فَكَيْفَ يَحْفَظُهَا فِي كُلِّ زَمَانٍ أَهْلُ التَّوَاتُرِ؟ فَكَيْفَ يَحْفَظُ كُلَّ لِسَانٍ مِنْ الِاثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ أَهْلُ التَّوَاتُرِ؟ وَإِذَا كَانَ اعْتِمَادُهُمْ إِنَّمَا هُوَ عَلَى الْكُتُبِ، وَهُمْ لَا يُمْكِنُهُمْ مَعْرِفَةُ اتِّفَاقِ جَمِيعِ النُّسَخِ بِلِسَانٍ وَاحِدٍ فَضْلًا عَنْ جَمِيعِ الْأَلْسِنَةِ، عُلِمَ أَنَّ دَعْوَاهُمْ أَنَّهَا لَمْ تَزَلْ مُتَّفِقَةً عَلٰى نَصٍّ وَاحِدٍ وَلَفْظٍ وَاحِدٍ، وَأَنَّ جَمِيعَ نُسَخِهَا مُتَّفِقَةٌ فِي هٰذَا الزَّمَانِ، وَفِيمَا قَبْلَهٗ كَلَامُ مُجَازِفٍ يَتَكَلَّمُ بِلَا عِلْمٍ، بَلْ يَتَكَلَّمُ بِمَا يَعْلَمُ أَنَّهٗ بَاطِلٌ.

”ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ قرآن کریم کے تمام نسخے ایک جیسے ہیں، اسی طرح یہ بھی دعویٰ نہیں کرتے کہ حافظ قرآن کو غلطی نہیں لگتی، بلکہ (ہمارا دعویٰ ہے کہ)

قرآن کریم کے الفاظ حفظ صدر اور حفظ کتاب کے ساتھ متواتر منقول ہیں، جو بھی اس قرآن سے ادھر اُدھر ہوا، تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ غلطی کر بیٹھا ہے، کیونکہ اس نے متواتر منقول قرآن کی مخالفت کی ہے۔ (نصاریٰ کی) ان کتابوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ نصاریٰ نے ان کتابوں کو (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے) حواریوں سے نقل کر کے اپنے دلوں میں محفوظ نہیں کیا، کہ جو نقل متواتر ہو۔ بلکہ ان میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملتا، جسے یہ ساری کی ساری کتابیں زبانی یاد ہوں، چہ جائیکہ ان تمام کتابوں کو لوگوں نے تواتر کی حد تک حفظ کیا ہو، یا ان کتابوں کو ہر ہر زبان میں تواتر کی حد تک حفظ کیا ہو۔ یہ بات تمام نصاریٰ اور دیگر لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ان کتابوں کو ساری زبانوں میں حواریوں کے زمانے سے اتنے لوگوں نے حفظ نہیں کیا، جن کی تعداد تواتر کو پہنچتی ہو، بلکہ کسی بھی زمانے میں اتنے زیادہ لوگوں نے حفظ نہیں کیا، بلکہ جب نصاریٰ پوری دنیا میں پھیل گئے، ان کی اکثریت ہو گئی اور وہ ساتوں براعظموں میں بسنے لگے، تب بھی ان میں کوئی ایک ایسا شخص نہیں پایا گیا، جسے یہ تمام کتابیں زبانی یاد ہوں، جس طرح مسلمان مدارس کے بچے قرآن کریم حفظ کرتے ہیں، پھر بھلا نصاریٰ کی ان کتابوں کو ہر زمانے میں حفظ کرنے والے متواتر حد تک لوگ کیسے ہو سکتے ہیں؟ بھلا ان بہتر زبانوں میں سے ہر زبان میں حفظ کرنے والے متواتر حد تک لوگ کیسے ہو سکتے ہیں؟ جب نصاریٰ کا اعتماد ان کتابوں پر ہے، جبکہ ان کتابوں کے تمام نسخوں کا ایک زبان پر اتفاق ممکن نہیں، چہ جائیکہ ساری کی ساری زبانوں میں اتفاق ممکن ہو، تو معلوم ہوا

کہ ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ کتابیں ہمیشہ سے ایک نص اور ایک طرح کے الفاظ پر متفق رہی ہیں اور ان کے تمام نسخے اس دور میں بھی اور اس سے پہلے زمانوں میں متفق رہے ہیں، بے تکی بات ہے، جو بغیر علم کے کی گئی ہے، بلکہ یہ ایسی بات ہے، جس کا باطل ہونا معلوم ہے۔''

(الجواب الصّحيح : 3/423-424)

سوال: اعمش کی معنعن روایت کن کن اساتذہ سے سماع پر محمول ہے؟

جواب: امام سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ جب عمارہ بن عمیر تیمی، مالک بن حارث سلمی اور خیثمہ بن عبدالرحمٰن جعفی رحمہم اللہ سے روایت کرے، تو وہ روایت صحیح ہوگی، خواہ سماع کی صراحت کرے یا نہ کرے۔

❀ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ، وَمَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ، وَخَيْثَمَةَ كُلُّهَا صِحَاحٌ .

''اعمش کی عمارہ، مالک بن حارث اور خیثمہ سے مروی ساری کی ساری احادیث صحیح ہیں۔''

(عِلَل الحديث للإمام عمرو بن علي بن بحر السّقاء، ص 142)

سوال: بدعتی کی مذمت کرنا کیسا ہے؟

جواب: بدعت اور اہل بدعت کی مذمت کی جائے گی، سنت اور اہل سنت کے امتیاز کا یہی طریقہ رہا ہے، قرآن وحدیث میں بدعت اور بدعتی کی مذمت آئی ہے، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین بھی اہل بدعت پر رد کرتے تھے، اہل علم نے بدعت اور اہل بدعت کے رد میں

کتابیں تصنیف کی ہیں، تاکہ اہل سنت عوام ان سے خبردار رہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهٖ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

(البقرۃ : ۲۷)

”وہ لوگ، جو پختہ عہد کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا عہد توڑ دیتے ہیں اور جن (رشتہ داریوں) کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے، ان سے قطع رحمی کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یقیناً یہی لوگ خسارہ کھانے والے ہیں۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۞ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

(الکھف : ۱۰۳۔۱۰٤)

”(اے نبی!) کہہ دیجیے آپ کو اعمال میں خسارا پانے والوں کی خبر نہ دیں؟ (یہ) وہ لوگ (ہیں) جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ہی ختم ہوگئی، حالاں کے وہ اپنے تئیں اچھا کر رہے تھے۔“

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا زَاغُوٓا أَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

(الصّفّ : ٥)

”جب وہ (راہِ حق سے) ٹیڑھے ہوگئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا

کر دیا، اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

مذکورہ آیات سے بدعتی کی مذمت ہوتی ہے، کیونکہ بدعت اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی ہے، لہٰذا اہل بدعت بھی اس آیت کے مصداق ہیں۔

اسی طرح سنت کو چھوڑ کر بدعت اختیار کرنا اعمال کو برباد کرنا ہے، اہل بدعت اپنی بدعت کو نیکی سمجھ کر انجام دیتے ہیں، انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کتنا بڑا جرم کر رہے ہیں، روز قیامت معلوم پڑے گا کہ ان کی محنتیں دنیا میں ہی نابود ہو چکی ہیں، قیامت کے روز انہیں کوئی بدلہ نہ دیا جائے گا۔

تیسری آیت بھی بدعت کی مذمت بیان کرتی ہیں، کیونکہ بدعت دراصل سنت سے روگردانی کرنے کا نام ہے، یہی ٹیڑھا راستہ ہے، تو جو دنیا میں یہ راستہ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اسی کی طرف مائل کر دے گا، وہ توفیق سے محروم ہو جائے گا، یوں اس کے دل میں سنت کی محبت ختم ہو جائے گی اور وہ بدعت کا دلدادہ بن جائے گا۔ علما نے سچ کہا کہ بدعت کفر کا سبب ہے، جس طرح معاصی، کفر کی برید ہیں۔

❀ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

اِجْتَمَعَتِ الْآيَاتُ الثَّلَاثُ عَلٰى ذَمِّ الْبِدْعَةِ وَأَهْلِهَا .

’’(مذکورہ) تینوں آیات میں بدعت اور اہل بدعت کی مذمت بیان ہوئی ہے۔‘‘

(الاعتصام: 85/1)

❀ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .

’’دین میں نت نئے کام مت نکالیں، کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت

گمراہی ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : 4607، سنن التّرمذي : 2676، سنن ابن ماجه : 44، وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ **نے ''حسن صحیح''، امام ابن حبان** رحمہ اللہ **(۵)، حافظ ضیاء مقدسی** رحمہ اللہ (اتّباع السّنة واجتناب البِدَع : ۲) **نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ بزار** رحمہ اللہ (جامع بَیان العِلم وفَضْلِهٖ لابن عبد البرّ : ۲۳۰۶) **نے ''ثابت صحیح'' اور حافظ ابن عبد البر** رحمہ اللہ (جامع بَیان العِلم وفَضْلِهٖ : ۲۳۰۶) **نے ''ثابت'' کہا ہے۔**

❁ **علامہ غزالی** رحمہ اللہ **(۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:**

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ قَاطِبَةً عَلٰی ذَمِّ الْبِدْعَةِ وَزَجْرِ الْمُبْتَدِعِ وَتَعْتِيبِ مَنْ يُعْرَفُ بِالْبِدْعَةِ، فَهٰذَا مَفْهُومٌ عَلَى الضَّرُورَةِ بِالشَّرْعِ، وَهُوَ غَيْرُ وَاقِعٍ فِي مَحِلِّ الظَّنِّ وَذَمَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِدْعَةَ وَعُلِمَ بِتَوَاتُرٍ مَجْمُوعُ أَخْبَارٍ تُفِيدُ الْعِلْمَ الْقَطْعِيَّ جُمْلَتُهَا .

''ساری کی ساری اُمت متفق ہے کہ بدعت کی مذمت کی جائے گی اور بدعتی کی زجر وتوبیخ کی جائے گی، نیز جو بدعت میں معروف ہو، اس پر عیب جوئی کی جائے گی۔ یہ شریعت کا بنیادی واساسی فہم ہے۔ یہ ظن وتخمین پر مبنی باتیں نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بدعت کی مذمت فرمائی ہے، یہ بات متواتر معنوی احادیث سے معلوم ہوتی ہے کہ جو مجموعی طور پر علم قطعی کا فائدہ دیتی ہیں۔''

(المَدخل لابن الحاج :79/1، العَواصِم من القَواصم لابن الوزیر : 378/3)

سوال: شق قمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب):شق قمر حق ہے، یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے۔قرآن وحدیث اوراجماع امت سے ثابت ہے۔شق قمر کا واقعہ رونما ہو چکا ہے،بعض کہتے ہیں کہ یہ روز قیامت یا قیامت کے قریب رونما ہوگا، یہ بات بے دلیل ہے،متواتر احادیث اوراجماع اُمت سے اس کا ردہوتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ، وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَ هُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ، وَلَقَدْ جَاءَ هُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ، حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾(القمر : ۵-۱)

”قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔اگر وہ کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں،تو اس سے اعراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ پہلے جیسا جادو ہی ہے۔ انہوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ہر کام وقت مقررہ پر ہوگا۔ تحقیق انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور کامل حکمت پر مبنی خبریں دی جا چکی ہیں،لیکن یہ ڈراؤنی خبریں ان کے لیے مفید ثابت نہ ہوئیں۔“

❀ علامہ ابن جزی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

قِيلَ : مَعْنَى ﴿اِنْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ أَنَّهُ يَنْشَقُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهٰذَا قَوْلٌ بَاطِلٌ تَرُدُّهُ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ الْوَارِدَةُ بِانْشِقَاقِ الْقَمَرِ، وَقَدِ اتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى وُقُوعِ ذٰلِكَ وَعَلٰى تَفْسِيرِ الْآيَةِ بِذٰلِكَ

إِلَّا مَنْ لَا يُعْتَبَرُ .

''آیت مبارکہ:﴿اِنْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔'' کا یہ معنی کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ روز قیامت رونما ہو گا۔ یہ قول باطل ہے، اس کا رد احادیث صحیحہ سے ہوتا ہے، جس میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا ذکر ہے۔ اس واقعہ کے رونما ہونے اور آیت کی تفسیر پر اُمت کا اجماع ہے، البتہ بعض غیر معتبر افراد نے اس کی مخالفت کی ہے۔''

(تفسير ابن جزي : 322/2)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ لَنَا : اشْهَدُوا اشْهَدُوا .

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کہا: گواہ ہو جاؤ، گواہ ہو جاؤ۔''

(صحيح البخاري : 4865، صحيح مسلم : 2800)

شق قمر کے بارے میں احادیث متواتر معنوی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے یہ واقعہ نقل کیا ہے، تابعین اور تبع تابعین کے ایک جم غفیر سے شق قمر کا واقعہ منقول ہے۔

❀ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ جَمَاعَةٌ كَثِيرَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، مِنْهُمْ؛ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَأَنَسٌ، وَابْنُ عَبَّاسٍ،

وَابْنُ عُمَرَ، وَحُذَيْفَةُ، وَعَلِيٌّ، وَجُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، وَغَيْرُهُمْ، وَرَوٰى ذٰلِكَ عَنِ الصَّحَابَةِ أَمْثَالُهُمْ مِنَ التَّابِعِينَ، ثُمَّ كَذٰلِكَ يَنْقُلُهُ الْجَمُّ الْغَفِيرُ وَالْعَدَدُ الْكَثِيرُ، إِلٰى أَنِ انْتَهٰى ذٰلِكَ إِلَيْنَا، وَفَاضَتْ أَنْوَارُهُ عَلَيْنَا، وَانْضَافَ إِلٰى ذٰلِكَ مَا جَاءَ مِنْ ذٰلِكَ فِي الْقُرْآنِ الْمُتَوَاتِرِ عِنْدَ كُلِّ إِنْسَانٍ، فَقَدْ حَصَلَ بِهٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ الْعِلْمُ الْيَقِينُ الَّذِي لَا يَشُكُّ فِيهِ أَحَدٌ مِّنَ الْعَاقِلِينَ .

''(شق قمر کے بارے میں مروی) اس حدیث کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے، جن میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا انس بن مالک، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا حذیفہ، سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا جبیر بن مطعم وغیرہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ پھر یہ روایت صحابہ سے تابعین کی اتنی ہی بڑی تعداد نے نقل کی ہے، پھر بعد والے لوگوں سے لے کر ہم تک ایک جم غفیر اور کثیر تعداد نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے انوار ہم پر پھیل چکے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کہ جو ہر انسان کے ہاں متواتر ہے، میں بھی اس حدیث کی تائید ہے۔ لہٰذا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے) اس معجزہ کے بارے میں علم یقین حاصل ہو چکا ہے، جس میں کوئی عقل مند شک نہیں کرسکتا۔''

(المُفهم : 403/7)

سوال: کفار سے تجارت کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے تجارت، لین دین اور دیگر معاملات کیے جا

سکتے ہیں، بشرطیکہ اس خرید وفروخت میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو۔حربی کفار کا معاملہ اس سے برعکس ہے، انہیں وہ اشیا فروخت کرنا جائز نہیں، جو وہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں، مثلاً اسلحہ اور جدید آلات حرب وغیرہ۔

کئی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کفار سے خرید وفروخت کر لیا کرتے تھے، ان سے اُدھار لین دین بھی کر لیا کرتے تھے۔

❀ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً؟ أَوْ قَالَ : أَمْ هِبَةً؟، قَالَ : لَا، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً .

''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، ایک مشرک آدمی جو پراگندہ بال اور طویل قامت تھا، بکریاں ہانک کر لایا، نبی کریم ﷺ نے پوچھا: یہ بکریاں برائے فروخت ہیں یا بطور ہدیہ؟ کہنے لگا: نہیں، بلکہ یہ برائے فروخت ہیں۔تو نبی کریم ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔''

(صحيح البخاري : 2216، صحيح مسلم : 2056)

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلشِّرَاءُ وَالْبَيْعُ مِنَ الْكُفَّارِ كُلِّهِمْ جَائِزٌ، إِلَّا أَنَّ أَهْلَ الْحَرْبِ لَا يُبَاعُ مِنْهُمْ مَا يَسْتَعِينُونَ بِهٖ عَلٰى إِهْلَاكِ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الْعُدَّةِ

وَالسَّلَاحِ، وَلَا مَا يَقْوُونَ بِهٖ عَلَيْهِمْ .

”سارے کے سارے کفار سے خرید وفروخت کرنا جائز ہے، البتہ حربی کفار کو ایسی چیز فروخت نہیں کی جائے گی، جو مسلمانوں کی تباہی کے لیے مددگار ثابت ہو، جیسے جنگی آلات اور اسلحہ، اسی طرح وہ شے بھی فروخت نہیں کرنی چاہیے، جس کی مدد سے وہ مسلمانوں کے خلاف قوت حاصل کر لیں۔“

(شرح صحيح البخاري : 338/6)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى جَوَازِ مُعَامَلَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْكُفَّارِ إِذَا لَمْ يَتَحَقَّقْ تَحْرِيمُ مَا مَعَهٗ لٰكِنْ لَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَبِيعَ أَهْلَ الْحَرْبِ سَلَاحًا وَآلَةَ حَرْبٍ وَلَا يَسْتَعِينُونَ بِهٖ فِي إِقَامَةِ دِينِهِمْ وَلَا بَيْعَ مُصْحَفٍ وَلَا الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لِكَافِرٍ مُطْلَقًا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اہل ذمہ اور دیگر کفار کے ساتھ خرید وفروخت کے معاملات کرنا جائز ہے، جب تک کہ اس شے کا حرام ہونا ثابت نہ ہو۔ البتہ کسی مسلمان کے لیے بالکل جائز نہیں کہ وہ حربی کفار کو اسلحہ اور جنگی آلات فروخت کرے، نہ ان کے دین کی اقامت میں ان کی مدد کرے، نہ انہیں قرآن کریم فروخت کرے اور نہ انہیں مسلمان غلام بیچے، واللہ اعلم!“

(شرح مسلم :40/11)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا بَيْعُ السِّلَاحِ لِأَهْلِ الْحَرْبِ فَحَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ .

''حربی کفار کو اسلحہ فروخت کرنا بالا جماع حرام ہے۔''

(المَجموع : 354/9)

سوال: جمرات کو کتنی کنکریاں ماری جائیں گی؟

جواب: ہر جمرہ کو سات سات کنکریاں ماری جائیں گی، احادیث صحیح اور اجماع اُمت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

❀ **عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

رَمٰى عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَّجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهٖ وَعَرَفَةَ عَنْ يَمِينِهٖ وَقَالَ : هٰذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ کو بائیں جانب اور عرفہ کو دائیں جانب رکھ کر سات کنکریاں ماریں اور فرمایا: یہاں وہ ہستی کھڑی ہوئی تھی، جس پر سورت بقرہ نازل ہوئی۔''

(صحيح البخاري : 1748، صحيح مسلم : 1296، المُنتقٰى لابن الجارود : 475)

❀ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:**

كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ عَلٰى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ...... فَيَقُولُ : هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ .

''آپ رضی اللہ عنہ جمرہ صغریٰ کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری پر اللہ اکبر پکارتے۔

......نیز کہتے: میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔‘‘

(صحيح البخاري :1751)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ مَنْ رَمٰى كُلَّ جَمْرَةٍ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَقَدْ أَحْسَنَ .

’’اُمت کا اجماع ہے کہ جس نے ہر جمرہ کو سات سات کنکریاں ماریں، تو اس نے اچھا کیا۔‘‘

(شرح صحيح البخاري : 4/416)

سوال: کلام اللہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: کلام، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، صفات اللہ تعالیٰ کا غیر نہیں ہوتیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کلام سے مدد مانگی جاسکتی ہے، کیونکہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، مخلوق نہیں۔

❁ سیدہ خولہ بنت حکیم سلمیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

’’کسی جگہ پڑاؤ ڈالیں، تو یہ دعا پڑھیں، اس سے یہ ہو گا کہ منزل سے کوچ کرنے تک کوئی چیز آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گی:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ .

’’اللہ کی مخلوق کے شر سے اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں۔‘‘

(صحيح مسلم : 2708)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

شام کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات ادا کرنے سے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ .

''اللہ کی مخلوق کے شر سے اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں۔''

(عمل اليوم واللّيلة لابن السُّنّي : 712؛ عمل اليوم واللّيلة للنّسائي :591؛ وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (1022) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لیں، کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ .

''اللہ کی مخلوق کے شر سے اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ سے کسی کو سانپ ڈس لیتا تو فرماتے، آپ نے یہ دعا کیوں نہیں پڑھی؟

(صحيح ابن حبان : 1022؛ وسندهٗ صحيحٌ)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ رات بچھو نے کاٹا ہے، جس کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش! آپ نے شام کو یہ کلمات پڑھے ہوتے، تو بچھو نقصان نہ پہنچاتا:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَق .

''اللہ کی مخلوق کے شر سے اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں۔''

(صحيح مسلم : 2709)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ مِنَ الْفِقْهِ أَيْضًا أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ غَيْرُ مَخْلُوقٍ وَعَلٰى ذٰلِكَ أَهْلُ السُّنَّةِ أَجْمَعُونَ وَهُمْ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَالرَّأْيِ فِي الْأَحْكَامِ وَلَوْ كَانَ كَلَامُ اللّٰهِ أَوْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مَخْلُوقَةٌ مَا أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا أَنْ يَسْتَعِيذَ بِمَخْلُوقٍ.

''اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ اللہ عزوجل کا کلام مخلوق نہیں ہے، تمام اہل سنت محدثین اور اہل الرائے کا یہی مذہب ہے۔ اگر کلام اللہ یا کلمات اللہ مخلوق ہوتے، تو رسول اللہ ﷺ کسی کو بھی مخلوق کی پناہ پکڑنے کا حکم نہ فرماتے۔''

(التّمهيد: 241/21)

سوال: پیپ نکلنے پر وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: زخم، پھوڑے، پھنسی سے پیپ، خون یا پانی نکل آئے، تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ وضو ٹوٹنے پر کوئی دلیل نہیں، جب شرمگاہ کے علاوہ جسم کے کسی حصے سے خون بہنے پر وضو نہیں، تو پیپ اور پانی بہنے پر بالاولیٰ نہیں۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ مَعَ مَنْ أَوْجَبَ فِي الْقَيْحِ وَالصَّدِيدِ وَمَاءِ الْقَرْحِ الْوُضُوءَ حُجَّةٌ.

''جو لوگ پیپ اور کچ لہو اور پھوڑے سے رسنے والے پانی پر وضو کو واجب کہتے ہیں، ان کے پاس کوئی حجت (دلیل) نہیں۔''

(الأوسط: 183/1)

❁ ابو خلدہ خالد بن دینار بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا سَوَّارٍ الْعَدَوِيَّ عَصَرَ بَثْرَةً ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

''میں نے ابو سوار عدوی رحمہ اللہ کو دیکھا، ان کی پھنسی بہہ پڑی ہے، انہوں نے اسی طرح نماز ادا کی، وضو نہیں کیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :137/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْقَيْحُ وَالدَّمُ سَوَاءٌ .

''پیپ اور خون کا حکم ایک ہے (یعنی وہ نجس نہیں)۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 1250، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابو مجلز لاحق بن حمید رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ لَا يَرَى الْقَيْحَ شَيْئًا .

''آپ رحمہ اللہ پیپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے (نجس نہیں سمجھتے تھے)۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 1252، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا .

''آپ ہمارے بھائی اور دوست ہیں۔''

(صحيح البخاري : 2699)

(جواب): یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے، بالاجماع صحیح ہے۔ اسے اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(زاد المَعاد : 331/3)

(سوال): نماز قصر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): سفر میں نماز قصر کرنا مشروع و جائز ہے، قرآن کریم، احادیث متواترہ اور اجماع اُمت اس پر دلیل ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾(النّساء : ١٠١)

''جب تم سفر کرو، تو نماز قصر کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔''

❁ یحییٰ بن یزید ہنائی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ : كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ، أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ -شُعْبَةُ الشَّاكُّ- صَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

''میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز قصر (کے ثبوت) کے متعلق سوال کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ سفر کر

لیتے،تو (نماز قصر کرتے ہوئے) دو رکعت پڑھتے تھے۔''

(صحیح مسلم :691)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُثْمَانَ رَكْعَتَيْنِ صَدْرًا مِّنْ إِمَارَتِهٖ ثُمَّ أَتَمَّهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے، اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی ان کی شروع خلافت میں دو رکعات نماز ادا کی ہے، بعد میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پوری نماز پڑھنے لگے۔''

(صحيح البخاري : 1082، صحيح مسلم : 694، المُنتقٰى لابن الجارود :491)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(شرح السنّة : 162/4)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى جَوَازِ الْقَصْرِ فِي السَّفَرِ .

''اُمت کا اتفاق ہے کہ سفر میں (نماز) قصر کرنا جائز ہے۔''

(شرح السنّة : 162/4)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۵۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حسین بن منصور حلاج کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حسین بن منصور حلاج ابو المغیث (۲۴۴۔۳۰۹ھ) زندیق اور حلولی تھا۔ اس کے کفر و الحاد پر علمائے حق کا اجماع و اتفاق ہے۔اس کا بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ اللہ ہر چیز میں حلول کر گئے ہیں۔ یہ عقیدۂ وحدۃ الوجود کا بانی تھا۔اس کے کفر و الحاد کی وجہ سے علما نے اس کا خون جائز قرار دیا تھا اور اسے قتل کر دیا گیا تھا۔

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ فُقَهَاءُ بَغْدَادَ أَيَّامَ الْمُقْتَدِرِ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ وَقَاضِي قُضَاتِهَا أَبُو عَمٍ الْمَالِكِيِّ عَلٰى قَتْلِ الْحَلَّاجِ وَصَلْبِهٖ لِدَعْوَاهُ الْإِلٰهِيَّةَ وَالْقَوْلِ بِالْحُلُولِ وَقَوْلِهٖ: «أَنَا الْحَقُّ» مَعَ تَمَسُّكِهٖ فِي الظَّاهِرِ بِالشَّرِيعَةِ وَلَمْ يَقْبَلُوا تَوْبَتَهٗ.

''مالکی بادشاہ مقتدر کے دور اقتدار اور قاضی القضاۃ ابو عم مالکی کے زمانہ میں بغداد کے فقہا کا حلاج کو قتل کرنے اور اسے سولی دینے پر اتفاق ہو گیا تھا، کیونکہ اس نے اُلوہیت کا دعویٰ کیا،عقیدہ حلول کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ ''میں ہی حق'' ہوں، ظاہری طور پر وہ شریعت کی پابندی کرتا تھا۔فقہا نے اس کی توبہ

قبول نہیں کی۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المُصطفٰی : 297/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

قَتَلُوهُ عَلَى الْكُفْرِ وَالْحُلُولِ وَالْاِنْسِلَاخِ مِنَ الدِّينِ، نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ .

''حلاج کو اس کے کفر، عقیدہ حلول اور دین سے خارج ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا، ہم اللہ تعالیٰ سے معافی کا سوال کرتے ہیں۔''

(تاریخ الإسلام : 143/7)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اَلْمَقْتُولُ عَلَى الزَّنْدَقَةِ، مَا رَوٰى وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ شَيْئًا مِّنَ الْعِلْمِ، وَكَانَتْ لَهٗ بِدَايَةٌ جَيِّدَةٌ وَتَأَلَّهَ وَتَصَوَّفَ، ثُمَّ انْسَلَخَ مِنَ الدِّينِ، وَتَعَلَّمَ السِّحْرَ، وَأَرَاهُمُ الْمَخَارِيقَ، أَبَاحَ الْعُلَمَاءُ دَمَهٗ، فَقُتِلَ سَنَةَ إِحْدٰى عَشَرَةَ وَثَلَاثِمَائَةٍ .

''حلاج کو زندیقیت کی وجہ سے قتل کر دیا گیا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علم کی کوئی بات روایت نہیں کی۔ شروع شروع میں اس کی حالت بہتر تھی، یہ عبادت گزار اور صوفی تھا، پھر یہ دین سے نکل گیا، اس نے جادو سیکھا اور لوگوں کو خارق عادت اُمور دکھانے لگا، علما نے اس کے قتل کو مباح قرار دیا، تو اسے سن ۳۱۱ھ میں قتل کر دیا گیا۔''

(میزان الاعتدال : 548/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ مَشَايِخِ الطَّرِيقِ لَا أَوَّلِهِمْ وَلَا آخِرِهِمْ يُصَوِّبُ الْحَلَّاجَ فِي جَمِيعِ مَقَالِهٖ بَلِ اتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّهٗ إِمَّا مُخْطِئٌ وَإِمَّا عَاصٍ وَإِمَّا فَاسِقٌ وَإِمَّا كَافِرٌ وَمَنْ قَالَ : إِنَّهٗ مُصِيبٌ فِي جَمِيعِ هٰذِهِ الْأَقْوَالِ الْمَأْثُورَةِ عَنْهُ فَهُوَ ضَالٌّ بَلْ كَافِرٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''پہلے اور بعد والے مشائخ طریقت (صوفیا) میں سے کسی نے بھی حلاج کو اس کے تمام اقوال میں درست قرار نہیں دیا، بلکہ اُمت کا اتفاق ہے کہ حلاج یا تو خطا کار تھا، یا گناہ گار، یا فاسق یا کافر۔ جس نے یہ کہا کہ حلاج اپنے منقول تمام اقوال میں درستی پر تھا، تو وہ گمراہ ہے، بلکہ مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ کافر ہے۔''

(الاستقامة : 116/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

الْحَلَّاجُ كَانَ مِنَ الدَّجَاجِلَةِ بِلَا رَيْبٍ؛ وَلٰكِنْ إِذَا قِيلَ : هَلْ تَابَ قَبْلَ الْمَوْتِ أَمْ لَا؟ قَالَ : اَللّٰهُ أَعْلَمُ؛ فَلَا يَقُولُ مَا لَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ؛ وَلٰكِنْ ظَهَرَ عَنْهُ مِنَ الْأَقْوَالِ وَالْأَعْمَالِ مَا أَوْجَبَ كُفْرَهٗ وَقَتْلَهٗ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِهٖ .

''اس میں کوئی شک و ریب نہیں کہ حلاج دجال تھا، مگر اگر کوئی پوچھے کہ کیا اس نے موت سے پہلے توبہ کر لی تھی یا نہیں؟ تو وہ کہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، وہ

ایسی کوئی بات نہ کہے، جس کا اسے علم نہیں۔ البتہ حلاج سے ایسے اقوال اور افعال کا ظہور ہوا ہے، جن سے اس کا کافر ہونا اور قتل ہونا مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ واجب ہوتا ہے، باقی اس کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 119/35)

۞ علامہ یافعی رحمہ اللہ (۷۶۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ عُلَمَاءُ بَغْدَادَ عَلٰی قَتْلِهٖ.

''علمائے بغداد نے حلاج کو قتل کرنے پر اجماع کیا ہے۔''

(الکَشکول لمحمد بن حسین العاملي: 196/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَکْثَرُهُمْ عَلٰی أَنَّهٗ زِنْدِیقٌ ضَالٌّ.

''اکثر اہل علم کے نزدیک حلاج زندیق اور گمراہ تھا۔''

(لسان المیزان: 314/2)

۞ علامہ بقاعی رحمہ اللہ (۸۸۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ زَمَانِ الْحَلَّاجِ الَّذِي هُوَ رَأْسُ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ الْاِتِّحَادِیَّةِ بَعْدَ فِرْعَونَ، وَهُمْ أَتْبَاعُ طَرِیقَتِهٖ عَلٰی قَتْلِهٖ عَلَی الزَّنْدَقَةِ.

''فرعون کے بعد وحدۃ الوجود کے قائل گروہ کا سرغنہ حلاج ہے، یہ لوگ حلاج کے لیے پیروکار ہیں، حلاج کے زندیق ہونے کی وجہ سے اسے قتل کرنے پر اس کے زمانے کے اہل علم کا اجماع ہو چکا ہے۔''

(تَنبیه الغَبيّ: 267/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ .

''اللہ کے رسول! میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، تو آپ نے انہیں فرمایا: اپنی نذر پوری کریں۔''

(صحيح البخاري : 6697، صحيح مسلم : 1656، المُنتقى لابن الجارود : 941)

جواب: یہ حدیث بالاجماع صحیح ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 402/6)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اتُّفِقَ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(تهذيب سنن أبي داود : 193/2)

سوال: بیک وقت کتنے نکاح کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: ایک مسلمان بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار آزاد بیویاں رکھ سکتا ہے۔ چار سے زائد رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : ٣)

"جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔"

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۴۱ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْحُرَّ يَجُوزُ لَهٗ أَنْ يَّنْكِحَ أَرْبَعَ حَرَائِرَ .

"امت کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان کے لیے بیک وقت چار آزاد عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔"

(شرح السّنة : 61/9)

سوال: کیا جنات کا وجود ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ جنات کا حقیقی وجود ہے، اس پر قرآن، احادیث متواترہ، اجماع اُمت اور مشاہدہ دلیل ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ (الجنّ : ٦)

"انسانوں میں سے کچھ لوگ بعض جنات کی پناہ پکڑتے تھے، تو انہوں نے ان جنات کو سرکشی میں بڑھا دیا۔"

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

وُجُودُ الْجِنِّ حَقٌّ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ، وَتَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ، جَاهِلِيَّةً

وَّإِسْلَامًا، وَأَخْبَرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِي الْقُرْآنِ، وَأَنْكَرَتِ الْمُلْحِدَةُ، وَرَأَتْ أَنَّ جَمِيعَ مَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ ذٰلِكَ كِذْبٌ وَمُخَادَعَةٌ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ قَوْلِهِمْ، وَذٰلِكَ جَائِزٌ فِي الْعَقْلِ، ثَابِتٌ فِي الشَّرْعِ، فَلَا مَانِعَ مِنَ الْقَوْلِ بِهِ .

”جنات کا وجود برحق ہے، اسے ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اس بارے میں زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام کی متواتر خبریں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کے متعلق قرآن کریم میں خبر دی ہے۔ مگر ملحدین نے ان کا انکار کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے جنات کے بارے میں جو بھی ذکر کیا ہے، سب جھوٹ اور دھوکہ ہے۔ (العیاذ باللہ!) اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بلند ہے۔ جنات کا وجود عقل میں ممکن ہے اور شرع میں ثابت ہے، لہٰذا جنات کے وجود پر ایمان رکھنے میں کوئی شے مانع نہیں۔“

(عارضة الأحوذي : 12/2)

سوال: استحالہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایک شے کی حالت کا بدل کر دوسری حالت میں منتقل ہو جانا استحالہ کہلاتا ہے۔ اس صورت میں شے کی حالت، ماہیت، حقیقت، حکم اور نام بدل جاتا ہے۔ یہ استحالہ کبھی قدرتی وطبعی ہوتا ہے اور کبھی مصنوعی ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر کسی جانور نے کوئی ناپاک شے کھائی، اس کے نظام انہضام نے اس ناپاک شے کی حالت اور ماہیت بدل دی، لہٰذا اب وہ شے ناپاک اور حرام نہ رہی۔

اسی طرح شراب حرام ہے، جب وہ خود بخود سرکہ بن جائے، تو اب اسے شراب نہیں

کہتے، نہ وہ حرام ہے، بلکہ سرکہ جو اگرچہ شراب سے ہی بنا ہے، مگر اب نہ اسے شراب کہا جائے گا اور نہ اسے حرام کہا جائے گا، بلکہ وہ پاک اور حلال ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا اسْتَحَالَ مَا هُوَ مَحْكُومٌ بِنَجَاسَتِهِ إِلٰى شَيْءٍ غَيْرِ الشَّيْءِ الَّذِي كَانَ مَحْكُومًا عَلَيْهِ بِالنَّجَاسَةِ كَالْعَذْرَةِ تَسْتَحِيلُ تُرَابًا أَوِ الْخَمْرِ يَسْتَحِيلُ خَلًّا، فَقَدْ ذَهَبَ مَا كَانَ مَحْكُومًا بِنَجَاسَتِهِ وَلَمْ يَبْقَ الْاِسْمُ الَّذِي كَانَ مَحْكُومًا عَلَيْهِ بِالنَّجَاسَةِ وَلَا الصِّفَةُ الَّتِي وَقَعَ الْحُكْمُ لِأَجْلِهَا وَصَارَ كَأَنَّهُ شَيْءٌ آخَرُ وَلَهُ حُكْمٌ آخَرُ.

''ایک ایسی چیز، جس پر نجس ہونے کا حکم لگا ہے، اگر وہ استحالہ کے بعد ایسی شے بن جائے، جس پر نجس کا حکم نہیں لگایا گیا، جیسے گندگی، جو استحالہ کے بعد مٹی بن جائے، یا شراب، جو استحالہ کے بعد سرکہ بن جائے، تو اس صورت میں اس شے پر جو نجس ہونے کا حکم لگا تھا، وہ ختم ہو جاتا ہے، اب جس شے پر نجس ہونے کا حکم لگا تھا، اس کا نام باقی نہیں رہا اور نہ وہ صفت باقی رہی، جس کی وجہ سے نجاست کا حکم لگایا گیا تھا، استحالہ کے بعد وہ شے ایسے ہو جاتی ہے، گویا وہ الگ شے ہے اور اس کا حکم بھی الگ ہے۔''

(السّیل الجرّار، ص 35)

سوال: اللہ کہاں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستویٰ ہے، جیسا کہ اس کے شایان شان ہے۔ اس

پر قرآن وحدیث، اجماع اُمت اور فطرت دلیل ہیں۔

❁ علامہ یحییٰ بن ابی الخیر یمنی شافعی رحمہ اللہ (۵۵۸ھ) فرماتے ہیں:

بَيَانُ عَقِيدَةِ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ الَّتِي أَدِينُ اللّٰهَ بِهَا، وَهِيَ الْإِيمَانُ بِأَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ ...... مُسْتَوٍ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا أَخبَرَ بِلَا كَيْفِيَّةٍ .

''محدثین کے عقیدہ کا بیان، جسے میں اللہ تعالیٰ کا دین سمجھتا ہوں، وہ اس بات پر ایمان لانا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر مستویٰ ہے، جیسا کہ اس نے خبر دی ہے، اس کی کیفیت بیان نہیں کی جائے گی۔''

(الانتِصار :1/98)

❁ علامہ احمد بن محمد بن سعید غزنوی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتِوَاؤُهٗ عَلَى الْعَرْشِ حَقٌّ وَصِدْقٌ وَنَحْنُ نُؤْمِنُ وَنَعْتَقِدُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي أَرَادَهٗ وَلَا نَشْتَغِلُ بِكَيْفِيَّتِهٖ .

''اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا حق اور سچ ہے، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی طرح عقیدہ رکھتے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے مراد لیا ہے اور ہم اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔''

(أصول الدِّین، ص 75)

❁ علامہ عبد الغنی مقدسی رحمہ اللہ (۶۰۰ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الَّتِي وَصَفَ بِهَا نَفْسَهٗ، وَنَطَقَ بِهَا كِتَابُهٗ، وَأَخْبَرَ بِهَا نَبِيُّهٗ أَنَّهٗ مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا أَخْبَرَ عَنْ نَفْسِهٖ .

’’اللہ عزوجل نے جن صفات کے ساتھ خود کو متصف کیا ہے، قرآن نے اس بارے میں نطق کیا اور نبی کریم ﷺ نے خبر دی، ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق خبر دی ہے۔‘‘

(عقيدة الحافظ عبد الغني المَقدسي، ص 40)

❁ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

عُلَمَاءُ الْأُمَّةِ وَأَعْيَانُ الْأَئِمَّةِ مِنَ السَّلَفِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ لَمْ يَخْتَلِفُوا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى عَرْشِهٖ فَوْقَ سَمٰوَاتِهٖ .

’’سلف صالحین میں علمائے اُمت اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔‘‘

(الاعتقاد الخالص، ص 179)

سوال: صفات باری تعالیٰ، معجزات نبویہ اور اُمور آخرت کے متعلق بعض ایسی احادیث ہیں، جن کا معنی ومفہوم سمجھ میں نہیں آتا، ان کے بارے میں ایک مؤمن کا کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

جواب: سب سے پہلے یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور محمد رسول اللہ ﷺ نے احادیث صحیحہ میں جو بھی خبر دی ہے، وہ حق اور سچ ہے، خواہ وہ خبر ماضی سے متعلق ہو، حال کی ہو یا آئندہ زمانے کی ہو، کیونکہ قرآن وحدیث وحی ہیں اور وحی اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی بات میں خطا نہیں لگ سکتی۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا بنیادی تقاضا یہی ہے کہ اس کی تمام خبروں کی تصدیق کی جائے۔

اُمور آخرت اور اُمور غیب میں سے جس بات کی سمجھ آجائے، تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

چاہیے، کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی فضل ہے اور جس بات کی سمجھ نہ آئے، تو اہل علم سے دریافت کرنا چاہیے، پھر بھی سمجھ نہ آئے، تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے اور اس بات کو دل و جان سے قبول کر لینا چاہیے، نیز یہ عقیدہ اپنانا چاہیے کہ یہ بات حق اور سچ ہے، اس میں کسی قسم کا شک یا شبہ نہیں۔

مثال کے طور پر درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَأْخُذُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَمَاوَاتِهٖ وَأَرَضِيهِ بِيَدَيْهِ، فَيَقُولُ : أَنَا اللّٰهُ، وَيَقْبِضُ أَصَابِعَهٗ وَيَبْسُطُهَا، أَنَا الْمَلِكُ، حَتّٰى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ، حَتّٰى إِنِّي لَأَقُولُ : أَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ .

”اللہ تعالیٰ (روز قیامت) آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ لے گا اور اپنے انگلیوں کو بند کرتے ہوئے اور کھولتے ہوئے کہے گا: میں ہی اللہ ہوں اور میں ہی بادشاہ ہوں۔ (عبداللہ بن عمر صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں) میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کا نیچے والا حصہ حرکت کر رہا ہے، یہاں تک کہ میں سوچنے لگا کہ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچے گرا دے گا؟“

(صحیح مسلم : 2788)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِ نَبِيِّهٖ فِيمَا وَرَدَ مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ مِنْ مُشْكِلٍ، نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ وَلَا يُشَبَّهُ شَيْءٌ بِهٖ، وَلَا يُشَبَّهُ هُوَ بِشَيْءٍ

سَوَاهُ، ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾، وَمَا قَالَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ وَثَبَتَ عَنْهُ حَقٌّ وَصِدْقٌ، فَمَا أَدْرَكْنَا عِلْمَهٗ فَبِفَضْلِ اللّٰهِ، وَمَا عَمِيَ عَلَيْنَا مِنْ ذٰلِكَ آمَنَّا بِهٖ، وَوَكَّلْنَا عِلْمَهٗ إِلَيْهِ وَإِلٰى رَسُولِهٖ، وَحَمَلْنَا لَفْظَهٗ مَا احْتَمَلَ فِي اللِّسَانِ الَّذِي بَعَثَهُ اللّٰهُ بِهٖ لِيُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا أَنْزَلَ إِلَيْهِمْ، وَلَمْ نَقْطَعْ عَلٰى مَغِيبِهٖ بَعْدَ تَنْزِيهِهٖ تَعَالٰى عَمَّا لَا يَلِيقُ بِهٖ مِنْ ظَاهِرِهٖ.

''اس طرح کی احادیث میں جو مشکل معانی ہیں، ان میں رسول اللہ ﷺ کی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات پر ایمان رکھتے ہیں، کسی شے کو اللہ تعالیٰ کے مشابہ قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ اللہ تعالیٰ کو کسی شے کے مشابہ قرار دیا جائے گا، فرمان الٰہی ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ ''کوئی چیز اس کی مثل نہیں، وہ سمیع وبصیر ہے۔'' اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا ہے اور جو کچھ بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے، سب حق اور سچ ہے۔ جس بات کو ہم جان جائیں، تو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جو ہم پر پوشیدہ رہ جائے، تو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کا علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سپرد کرتے ہیں، ہم اس کے الفاظ کو اسی معنی پر محمول کرتے ہیں، جس معنی پر وہ الفاظ اس (عربی) زبان میں محمول ہوتے ہیں، جس زبان میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، تا کہ وہ لوگوں کے لیے اس چیز

کو واضح کر دے، جو اس نے لوگوں کی طرف نازل کی ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے غیبی اُمور کے بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کرتے، البتہ اسے ہر اس شے سے منزہ کرتے ہیں، جو اس کے لائق نہیں۔''

(إكمال المُعلم : 320/8)

❁ عباد بن عوام رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ عَلَيْنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مُنْذُ نَحْوٍ مِنْ خَمْسِينَ سَنَةً، قَالَ : فَقُلْتُ لَهٗ : يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، إِنَّ عِنْدَنَا قَوْمًا مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ يُنْكِرُونَ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ، قَالَ : فَحَدَّثَنِي بِنَحْوٍ مِنْ عَشْرَةِ أَحَادِيثَ فِي هٰذَا، وَقَالَ : أَمَّا نَحْنُ فَقَدْ أَخَذْنَا دِينَنَا هٰذَا عَنِ التَّابِعِينَ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهُمْ عَمَّنْ أَخَذُوا؟ .

''تقریبا پچاس سال پہلے ہمارے پاس شریک بن عبد اللہ رحمہ اللہ تشریف لائے، میں نے ان سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! ہمارے یہاں معتزلہ کی ایک جماعت ہے، جو (صفات کے متعلق مروی) ان احادیث کا انکار کرتے ہیں۔تو شریک بن عبداللہ رحمہ اللہ نے ہمیں ان حادیث میں سے قریباً دس احادیث بیان کیں، پھر فرمایا: ہم نے اپنا دین تابعین سے حاصل کیا اور تابعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے حاصل کیا،لیکن ان معتزلہ نے دین کن سے حاصل کیا؟

(الأمالي لابن مَردوَيْه :31، الأسماء والصّفات للبيهقي : 949، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (١٩٧ھ) فرماتے ہیں:

أَدْرَكْنَا إِسْمَاعِيلَ بْنَ أَبِي خَالِدٍ وَّسُفْيَانَ وَمِسْعَرًا يُّحَدِّثُونَ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيثِ وَلَا يُفَسِّرُونَ بِشَيْءٍ .

''اسماعیل بن ابی خالد، سفیان بن سعید ثوری اور مسعر رحمہم اللہ جیسے کبار ائمہ سے ہماری ملاقات رہی ہے، وہ یہ احادیث بیان کرتے تھے، مگر ان کی (گمراہ فرقوں والی) تفسیر نہیں کرتے تھے۔''

(تاریخ ابن مَعین بروایة الدُّوري : 520/3، الرقم : 2543، الأسماء والصّفات للبیهقي : 759، وسندہٗ صحیحٌ)

(سوال): درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ یونس بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْنَا : أَوْصِنَا، قَالَ : أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأُوصِيكُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّهٗ نُورُ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ وَهَدْيُ النَّهَارِ فَاعْمَلُوا بِهٖ عَلٰى مَا كَانَ مِنْ جَهْدٍ أَوْ فَاقَةٍ فَإِنْ عَرَضَ بَلَاءٌ فَقَدِّمْ مَالَكَ دُونَ نَفْسِكَ فَإِنْ تَجَاوَزَتْهَا الْبَلِيَّةُ فَقَدِّمْ مَالَكَ وَنَفْسَكَ دُونَ دِينِكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْمَحْرُوبَ مَنْ حُرِبَ دِينُهٗ، وَأَنَّ الْمَسْلُوبَ مَنْ سُلِبَ دِينُهٗ وَأَنَّهٗ لَا غِنٰى بَعْدَ النَّارِ وَلَا فَقْرَ بَعْدَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ النَّارَ لَا يُفَكُّ أَسِيرُهَا وَلَا يَسْتَغْنِي فَقِيرُهَا .

''ہم نے عرض کیا: (اے جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ) ہمیں کوئی نصیحت فرما دیجئے، فرمایا: میں آپ کو اللہ عزوجل کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، نیز قرآن

کریم کو لازم پکڑنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ اندھیری رات کا نور اور دل کی ہدایت ہے، اس پر عمل پیرا رہنا، چاہے کتنی ہی مشقت اور غربت لاحق ہو۔ اگر کوئی تکلیف آئے، تو اپنی جان کے بجائے اپنے مال کو آگے کر دینا، اگر مصیبت مال سے بھی آگے بڑھ جائے، تو اپنے مال اور جان دونوں کو پیش کر دینا، مگر دین کو بچالینا، جان لیجئے کہ حقیقت میں وہ شخص لوٹا جاتا ہے، جس کا دین لوٹ لیا جائے اور مسلوب (جس سے کوئی شے چھین لی جائے) وہ ہے، جس سے اس کا دین چھین لیا جائے، یاد رہے کہ (جہنم کی) آگ کے بعد کوئی امیری نہیں اور جنت ملنے کے بعد کوئی غریبی نہیں، جہنم کا قیدی کبھی آزاد نہ ہوگا اور جہنم کا فقیر کبھی غنی نہیں بن سکتا۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 2315)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

سوال: درج ذیل حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَنْزَلتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْماءُ، تَقْرَؤُهُ نَائِمًا وَّيَقْظَانَ .

''(اے نبی!) میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے، جسے پانی نہیں دھو سکتا، آپ اسے حالت نیند اور حالت بیداری میں تلاوت کریں گے۔''

(صحیح مسلم : 2865)

جواب: یہ صحیح حدیث ہے۔ جو کلام الٰہی کی عظمت اور حفاظت وصیانت پر دال ہے۔

❁ حافظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ عَلٰی صِحَّتِهِ الْأَئِمَّةُ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر ائمہ کا اتفاق ہے۔''

(بيان شبه الحروفية، ص 56)

اس حدیث کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو سینوں میں محفوظ کرنا نہایت آسان بنا دیا ہے اور جو شے دل میں محفوظ ہو جائے، اسے پانی سے دھویا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا قرآن سینوں میں محفوظ ہے، اس کے الفاظ پانی لگنے سے نہیں مٹ سکتے۔

دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ یہاں یہ الفاظ محاورۃ کہے گئے ہیں، زمانے گزرنے کے بعد بھی قرآن کو مٹایا نہیں جا سکتا، بلکہ وہ اسی طرح محفوظ و مامون رہے گا، جس طرح نازل ہوا ہے، نہ اس میں کوئی شے اضافہ کی جا سکتی ہے اور نہ اس میں کچھ کمی کی جا سکتی ہے۔

باقی حالت بیداری اور حالت نیند میں تلاوت کرنے سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جس طرح حالت بیداری میں وحی نازل ہوتی تھی، اسی طرح حالت نیند میں بھی وحی نازل ہوتی تھی، لہٰذا جس طرح نبی کریم ﷺ کی حالت بیداری میں کہی گئی بات حق اور سچ ہے، اسی طرح حالت نیند میں کی گئی وحی بھی حق اور سچ ہے، دونوں سے دین ثابت ہوتا ہے۔ یہاں حالت نیند سے مراد اُونگھ ہے۔

❁ حافظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَطْعَنُ عَلٰى صِحَّتِهِ إِلَّا جَاهِلٌ بِالرِّوَايَةِ وَالْأَسَانِيدِ، أَوْ جَهْمِيٌّ يَقُولُ بِخَلْقِ الْقُرْآنِ، فَيَعْتَقِدُ أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَصْوَاتُ الْآدَمِيِّينَ، وَحُرُوفُهُمْ .

''اس حدیث کی صحت پر وہی طعن کرتا ہے، جو روایات اور اسانید کے علم سے جاہل ہو یا جہمی ہو، کہ جو خلق قرآن کا قائل ہے، اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ عز وجل کا کلام دراصل آدمیوں کی آوازیں اور ان کے حروف ہیں۔''

(بیان شِبه الحُروفية، ص 56)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ .

''ظالم بادشاہ کے پاس کلمہ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 22207، سنن ابن ماجه : 4012، مسند ابن الجعد : 3326)

جواب: سند حسن ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

''یہ حدیث حسن ہے۔''

(شرح السّنّة : 66/10)

سوال: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو، مگر کوئی حدیث نہ سنی ہو، اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست روایت بیان کرے، تو اس کی روایت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس نے حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کر لیا، وہ صحابی بن گیا، اب اگر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی حدیث نہ سنی ہو، تو بھی اس کی بیان کردہ روایت حجت ہے، کیونکہ یہ مرسل صحابی ہے اور

محدثین کے ہاں مرسل صحابی حجت ہوتی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ صَحَابِيٌّ عَلَى الرَّاجِحِ، وَإِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ فَرِوَايَتُهُ عَنْهُ مُرْسَلُ صَحَابِيٍّ، وَهُوَ مَقْبُولٌ عَلَى الرَّاجِحِ .

”جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہے، تو وہ راجح قول کے مطابق صحابی بن گیا اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سماع نہیں کیا، تو اس کی رسول اللہ ﷺ سے (براہ راست) بیان کردہ روایت مرسل صحابی ہے، جو راجح قول کے مطابق مقبول ہے۔“

(الإصابة : 414/3)

سوال: بیوی سے حالت حیض میں جماع کرنے کو جائز قرار دینا کیسا ہے؟

جواب: کتاب وسنت میں واضح طور پر خبردار کر دیا گیا ہے کہ بیوی سے حالت حیض میں جماع کرنا جائز نہیں، اس پر اُمت کا اجماع بھی ہے، لہٰذا جانتے بوجھتے بیوی سے حالت حیض میں جماع کرنے کو جائز کہنا کفر ہے، البتہ اگر کوئی شخص حلال ہونے کا اعتقاد رکھے بغیر حالت حیض میں جماع کرے، تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے، اس پر توبہ ہے، اس سے وہ کافر نہیں ہوگا۔

❀ علامہ مظہری حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ جَامَعَ امْرَأَةً فِي حَالِ الْحَيْضِ أَوْ فِي دُبُرِهَا مُعْتَقِدًا تَحْلِيلَهُ، أَوْ سَأَلَ كَاهِنًا عَنْ حَالٍ مُعْتَقِدًا أَنَّهُ حَقٌّ وَصِدْقٌ؛ فَقَدْ كَفَرَ؛

لِأَنَّ تَحْلِيلَ الْحَرَامِ كُفْرٌ.

''جس نے حلال سمجھتے ہوئے بیوی سے حالت حیض میں جماع کیا یا اس کی پچھلی شرمگاہ میں دخول کیا یا کاہن سے کسی بارے میں پوچھا اور یہ عقیدہ رکھا کہ وہ حق اور سچ ہے، تو وہ کافر ہو گیا، کیونکہ (جس شے کے حرام ہونے پر اجماع ہو، اس) حرام شے کو حلال قرار دینا کفر ہے۔''

(المَفاتيح في شرح المَصابيح :461/1)

سوال: کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ ''اللہ کہاں ہے؟''

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، یہ عقیدہ رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ کسی کے ایمان کو جانچنے کے لیے یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ ''اللہ کہاں ہے؟'' رسول اللہ ﷺ سے اس کا واضح ثبوت ہے، شریعت میں ایسی کوئی دلیل نہیں کہ جس میں ایسا سوال کرنے کی ممانعت یا کراہت ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ یہ سوال کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔

❁ سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعىٰ غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَابِيَّةِ، فَاطَّلَعَتْ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ : ائْتِنِي بِهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا،

فَقَالَ لَهَا : أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، قَالَ : مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ : أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ : أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ .

''میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوابیہ مقام کی طرف میری بکریاں چراتی تھی۔ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ریوڑ سے ایک بکری لے گیا، میں آدم زاد تھا، سو مجھے بھی افسوس ہوا، جیسے دوسروں کو ہوتا ہے۔میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اسے گراں سمجھا۔عرض کیا: اللہ کے رسول! اسے آزاد نہ کردوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لائیں، میں اسے لے آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ بولی: آسمانوں کے اوپر، فرمایا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کردیں، یہ مؤمنہ ہے۔''

(صحیح مسلم : 537)

❁ علامہ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (۶۰۰ ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَجْهَلُ جَهْلًا وَأَسْخَفُ عَقْلًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا مِمَّنْ يَقُولُ : أَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ بَعْدَ تَصْرِيحِ صَاحِبِ الشَّرِيعَةِ بِقَوْلِهِ : أَيْنَ اللّٰهُ؟ .

''اس سے بڑا جاہل، کم عقل اور گمراہ کون ہوسکتا ہے، جو یہ کہے کہ ''اللہ کہاں ہے؟'' سوال کرنا جائز نہیں۔ حالانکہ صاحب شریعت (نبی کریم ﷺ) نے واضح طور پر ''اللہ کہاں ہے؟'' کے الفاظ سے سوال کیا ہے۔''

(عقيدة الحافظ عبد الغني المقدسي، ص 45)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: مندرجہ ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کفار کی ہجو کر رہے تھے، ان میں یہ اشعار بھی ہیں:

فَمَنْ يَهْجُو رَسُولَ اللّٰهِ مِنْكُمْ ...... وَيَمْدَحُهُ وَيَنْصُرُهُ سَوَاءُ

وَجِبْرِيلٌ رَسُولُ اللّٰهِ فِينَا ...... وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

''لہذا تم میں سے جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے، یا مدح کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرے، سب برابر ہیں، جبریل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری طرف بھیجا گیا ہے، وہ روح القدس ہیں، ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔''

(صحيح البخاري: 4145، صحيح مسلم: 2490، واللّفظ لهٗ)

جواب: یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ، اِتَّفَقَ عَلٰى صِحَّتِهِ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اتفاق کیا ہے۔''

(تاريخ دِمَشق: 403/12)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا عقل سے ثابت ہوتا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا عقلی اور نقلی دونوں طرح ثابت ہے، اس عقیدہ میں ہماری بنیاد نقلی اور سمعی دلائل ہیں۔ کتاب وسنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الأحزاب: ٤٠)

''محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔''

عقلی طور پر بھی نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا معلوم ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ قرآن کا کلام الٰہی اور من جانب اللہ ہونا عقلی اور نقلی ہر طرح کی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے، لہٰذا اس میں مذکور ہر بات بھی حق اور سچ ہے، نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا قرآن کریم میں واضح طور پر موجود ہے، لہٰذا جب قرآن کریم کا حق ہونا علوم عقلیہ وغیرہ سے ثابت ہے، تو لازمی طور پر نبی کریم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا بھی عقل سے ثابت ہوا، کیونکہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی آیات سے واضح ہوتا ہے۔

❀ علامہ صرصری رحمہ اللہ (۷۱۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مُعْتَمَدَنَا فِي أَنَّ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ، إِنَّمَا هُوَ السَّمْعُ؛ إِذِ الْعَقْلُ لَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ، غَيْرَ أَنَّ السَّمْعَ الَّذِي هُوَ مُعْتَمَدُنَا، يَنْتَهِي إِلٰى دَلِيلِ الْعَقْلِ، وَتَقْرِيرُهٗ: أَنَّ الْقُرْآنَ

دَلَّ دَلِيلَ النُّبُوَّةِ -وَهُوَ الْمُعْجِزُ النَّبَوِيُّ-عَلٰى أَنَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَدَلَّ السَّمْعُ وَالْعَقْلُ عَلٰى أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقٌّ وَصِدْقٌ، لَا يَلْحَقُهٗ بَاطِلٌ وَلَا كَذِبٌ، وَقَدْ صَرَّحَ بِأَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ الَّذِي لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ، فَوَجَبَ الْقَطْعُ بِصِحَّتِهٖ بِهٰذَا الدَّلِيلِ الَّذِي بِذَاتِهِ السَّمْعُ وَغَايَتُهُ الْعَقْلُ، وَلَمْ يَثْبُتْ لَنَا مِثْلُ هٰذَا الدَّلِيلِ عَلٰى مَا ادَّعَتْهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى فِي أَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَ نَبِيِّهِمْ، بَلِ الْوَاقِعُ كَذِبُهُمْ بِظُهُورِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا بَعْدَ الْمَسِيحِ، وَالْمَسِيحُ بَعْدَ مُوسٰى، وَأَمَّا الْفَلَاسِفَةُ فَدَعْوَاهُمْ مَبْنِيَّةٌ عَلٰى قِدَمِ الْعَالَمِ أَوْ أَبْدِيَّتِهٖ، فَإِنْ كَانَ صَاحِبُ هٰذَا السُّؤَالِ مِنْهُمْ نَاظَرْنَاهُ فِي ذٰلِكَ الْأَصْلِ كَمَا سَبَقَ، وَإِنْ كَانَ مِنْ غَيْرِهِمْ؛ فَقَدِ اتَّفَقْنَا وَإِيَّاهُ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلِهِمْ، وَزَالَ السُّؤَالُ وَانْدَفَعَ الْإِشْكَالُ.

''محمد کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس عقیدہ میں ہماری اصل بنیاد سمعی (قرآن وسنت کے) دلائل ہیں، اگر چہ یہ عقیدہ عقل کے منافی بھی نہیں ہے، البتہ سمعی دلائل کہ جو ہماری اصل بنیاد ہیں، ان سے عقلی دلیل بھی ثابت ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ قرآن کریم جو دلیل نبوت ہے اور نبوی معجزہ ہے، دلالت کناں ہے کہ وہ اللہ عزوجل کا کلام ہے، سمعی اور عقلی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حق اور سچ ہے، اس میں باطل اور

جھوٹ کی آمیزش نہیں ہوسکتی۔ اب اسی قرآن نے صراحت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تو اس دلیل کہ جو فی نفسہٖ سمعی ہے، مگر ایک لحاظ سے عقلی بھی ہے، سے ثابت ہوا کہ عقیدہ ختم نبوت قطعی طور پر صحیح ہے۔ یہود و نصاریٰ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں، ان کے اس دعویٰ پر ایسی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوئی، بلکہ نبی کریم ﷺ کا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور عیسیٰ علیہ السلام کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بطور نبی مبعوث ہونے سے یہود و نصاریٰ کا جھوٹ واضح ہو گیا۔ فلاسفہ کے دعویٰ کی بنیاد اس عقیدہ پر ہے کہ یہ جہان ازلی و ابدی ہے، لہٰذا (نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر) سوال کرنے والا اگر فلاسفہ میں سے ہے، تو ہم اس سے اسی (قِدَم عالَم) عقیدہ پر مناظرہ کریں گے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے اور اگر سوال کرنے والا فلاسفہ کے علاوہ کوئی شخص ہے، تو ہم اور وہ فلاسفہ کے اس نظریہ کے باطل ہونے پر متفق ہیں۔ یوں اعتراض اور اشکال ختم ہوا۔''

(الإشارات الإلٰهية، ص 511)

سوال: درج ذیل حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ؛ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ .

''منافق کی تین نشانیاں ہیں؛ جب بات کرتا ہے، تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے، تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 33، صحيح مسلم : 59)

❁ صحیح مسلم (109) میں ہے:

''اگرچہ وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے۔''

جواب: یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تمام مرفوع متصل احادیث کو امت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنّة :72/1)

❁ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(معجم ابن عساكر :57/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأذكار، ص 377)

سوال: کیا شریعت میں نمازوں کے اوقات مقرر ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کا وقت مقرر کیا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾(النساء : ١٠٣)

''یقیناً نماز مومنوں کے لئے وقت مقررہ پر فرض ہے۔''

احادیث میں تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔اس پر متواتر احادیث ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث سے نمازوں کے اوقات معلوم ہوتے ہیں، ان میں اشکال نہیں۔آج بھی اگر کوئی اوقات نماز معلوم کرنا چاہتا ہے،تو وہ احادیث صحیحہ کا مطالعہ کرے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَوْقَاتُ الصَّلَاةِ ثَابِتَةٌ بِالتَّوَاتُرِ، كَحَدِيثِ إِمَامَةِ جِبْرِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَلَاتِهٖ بِهٖ كُلَّ صَلَاةٍ فِي وَقْتِهَا ثُمَّ قَالَ : «الْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ»، فَهٰذَا فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ بِمَكَّةَ، وَهٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّائِلِ فِي الْمَدِينَةِ سَوَاءٌ صَلَّى بِهٖ كُلَّ صَلَاةٍ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا وَآخِرِهٖ وَقَالَ : «الْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ» وَقَالَ فِي حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو : «وَقْتُ صَلَاةِ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَحْضُرْ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ نُورُ الشَّفَقِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ» وَقَالَ : وَقْتُ كُلِّ صَلَاةٍ مَا لَمْ يَدْخُلْ وَقْتُ الَّتِي تَلِيهَا وَيَكْفِي لِلسَّائِلِ وَقَدْ سَأَلَهٗ عَنِ الْمَوَاقِيتِ ثُمَّ بَيَّنَهَا لَهٗ بِفِعْلِهٖ : «الْوَقْتُ

فِيمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ» فَهٰذَا بَيَانٌ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ، وَهٰذِهِ أَحَادِيثُ مُحْكَمَةٌ صَحِيحَةٌ صَرِيحَةٌ فِي تَفْصِيلِ الْأَوْقَاتِ مُجْمَعٌ عَلَيْهَا بَيْنَ الْأُمَّةِ .

''نماز کے اوقات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں، جیسا کہ وہ حدیث، جس میں جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کرائی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتدا میں ہر نماز اس کے وقت پر ادا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کا مختار وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ یہ مکہ میں شروع شروع کی بات ہے۔ مدینہ میں ایک سائل کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل اسی طرح کیا، ہر نماز کو اول وقت اور آخری وقت میں ادا کیا، پھر فرمایا: ''نماز کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔'' سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے، جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے، عصر کا وقت تب تک رہتا ہے، جب تک سورج زرد نہ ہو جائے، مغرب کا وقت تب تک رہتا ہے، جب تک سرخی غائب نہ ہو جائے اور عشاء کا وقت نصف رات تک رہتا ہے۔'' پھر فرمایا: ''ہر نماز کا وقت تب تک رہتا ہے، جب تک اگلی نماز کا وقت داخل نہ ہو جائے۔'' سائل کے جواب میں اتنا ہی کافی تھا، اس نے نمازوں کے اوقات کے بارے میں سوال کیا تھا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل مبارک کے ساتھ اس فرمان: ''نماز کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔'' کو واضح کر دیا۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قولی اور فعلی وضاحت ہے، اوقات نماز کی تفصیل کے بارے میں مروی یہ احادیث

محکم، صحیح اور صریح ہیں، ان پر اُمت کا اجماع ہے۔“

(إعلام الموقعين : 9/3)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ، وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلّٰى بِيَ يَعْنِي الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ حِينَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلّٰى بِي الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْهِ، وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، هٰذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ، وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ .

”جبریل علیہ السلام نے مجھے بیت اللہ کے پاس دو دفعہ امامت کروائی، چناں چہ نمازِ ظہر پہلی دفعہ اس وقت پڑھائی، جب سورج ڈھل گیا اور سایہ ایک تسمہ کے برابر ہو گیا اور نماز عصر تب پڑھائی، جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہو گیا۔ مغرب اس وقت پڑھائی، جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، عشا اس وقت

پڑھائی، جب شفق (سرخی) غائب ہوگئی اور فجر اس وقت پڑھائی، جب کھانا پینا روزہ دار پر حرام ہو جاتا ہے۔ (لیکن جب دوسرا دن ہوا تو) ظہر اس وقت پڑھائی، جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا، عصر مجھے اس وقت پڑھائی، جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا۔ مغرب (دوسری بار بھی) اس وقت پڑھائی، جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، عشا رات کی ایک تہائی گزرنے کے بعد پڑھائی اور فجر تب پڑھائی، جب خوب روشنی ہوگئی۔ پھر جبریل علیہ السلام میری طرف متوجہ ہو کر گویا ہوئے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ سے پہلے انبیا کا وقت ہے، (آپ اور آپ کی امت کے لیے) نمازوں کا وقت ان دونوں (اول و آخر) وقتوں کے درمیان ہے۔''

(مسند الإمام أحمد :233/1، 354، مسند عبد بن حميد : 703، سنن أبي داود : 393، سنن التّرمذي : 149، سنن الدّارقطني : 258/1، المستدرك على الصّحيحين للحاكم :193/1، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن الجارود (۱۴۹۔۱۵۰)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۲۵) نے ''صحیح''، امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور حافظ بغوی رحمہ اللہ (۳۴۸) نے ''حسن'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَكَلَّمَ بَعْضُ النَّاسِ فِي إِسْنَادِ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا بِكَلَامٍ لَّا وَجْهَ لَهٗ، وَهُوَ وَاللّٰهِ كُلُّهُمْ مَعْرُوفُو النَّسَبِ، مَشْهُورُونَ بِالْعِلْمِ .

''حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند پر بعض لوگوں نے بغیر دلیل کے کلام کی ہے، اللہ کی قسم! اس کے سارے راوی معروف النسب اور مشہور بالعلم ہیں۔''

(التّمهيد : 26/8)

❁ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رُوَاةُ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ مَّشَاهِيرُ لَا سِيَّمَا وَأَصْلُ الْحَدِيثِ صَحِيحٌ فِي صَلَاةِ جِبْرِيلَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّمَا هٰذِهِ الرِّوَايَةُ تَفْسِيرُ مُجْمَلٍ وَّإِيضَاحُ مُشْكِلٍ.

''حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سبھی راوی مشہور ثقہ ہیں، خاص کر امامت جبریل علیہ السلام کے متعلق حدیث کی اصل صحیح ہے، یہ حدیث مجمل کی تفسیر اور مشکل کی وضاحت کرتی ہے۔''

(عارضة الأحوذي :150/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ.

''مہدی سوائے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے کوئی نہیں۔''

(سنن ابن ماجه : 4039، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 8363)

جواب: جھوٹی روایت ہے؛

① محمد بن خالد جندی مجہول ہے۔

❁ اسے امام حاکم رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(البعث والنُّشور للبيهقي، ص 135-136)

الطیوریات لابی الطاہر السّلفی (291)، تہذیب الکمال للمزی (149/25) میں ہے

کہ امام یحییٰ بن معین نے اسے ''ثقہ'' کہا ہے، یہ قول ثابت نہیں، اس کے راوی احمد بن محمد بن مومل ابوبکر صوری کی توثیق نہیں مل سکی۔

② سند میں ابان بن صالح خطا ہے، دراصل یہ ابان بن ابی عیاش ہے، جو متروک و کذاب ہے۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اسی کو درست قرار دیا ہے۔

(البعث والنُّشور للبيهقي، ص 135-136)

③ حسن بصری رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

اسی طرح ائمہ حدیث وسنت نے اس روایت کو قبول نہیں کیا۔

❁ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ .

''یہ حدیث منکر ہے۔''

(العِلَل المتناهية لابن الجوزي : 862/2)

حافظ بیہقی (بیان الخطأ :299) اور حافظ ذہبی رحمہما اللہ (میزان الاعتدال:535/3) نے اسے ''منکر'' قرار دیا ہے۔

❁ علامہ صنعانی رحمہ اللہ نے ''موضوع'' (من گھڑت) کہا ہے۔

(الفوائد المجموعة للشّوكاني، ص 510)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(منهاج السّنّة النّبوية : 167/2، 168)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ .

”یہ حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔“

(مِرقاة المَفاتيح : 3448/8)

❁ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قِيلَ : الْمَهْدِيُّ هُوَ عِيسٰى فَقَطْ وَهُوَ غَيْرُ صَحِيحٍ لِأَنَّ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَلٰى أَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ عِتْرَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَجُوزُ حَمْلُهٗ عَلٰى عِيسٰى، وَالْحَدِيثُ الَّذِي وَرَدَ فِي أَنَّهٗ (لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عِيسٰى) غَيْرُ صَحِيحٍ .

”یہ جو کہا جاتا ہے کہ مہدی صرف عیسیٰ علیہ السلام ہیں، تو یہ بات درست نہیں، کیونکہ صحیح احادیث تواتر کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ مہدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت سے ہوں گے، ان کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر محمول کرنا جائز نہیں اور جس حدیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی مہدی نہیں۔تو وہ ثابت نہیں ہے۔“

(تفسير القرطبي : 122/8)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ : الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .

”سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچیں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ گناہ کون سے ہیں؟ فرمایا:

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک

۲۔ جادو

۳۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ جان کو ناحق قتل کرنا

۴۔ سود کھانا

۵۔ یتیم کا مال کھانا

۶۔ لڑائی میں پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا

۷۔ پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔“

(صحيح البخاري : 2766، صحيح مسلم : 2874)

جواب: یہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے، صحیحین کی تمام مرفوع متصل روایات بالاتفاق صحیح اور حق ہیں۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنّة :86/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(مُوافقة الخبر الخبر :349/1)

سوال: کیا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لیے ''سید الشہداء'' کا لقب ثابت ہے؟

جواب: کسی صحیح ثابت حدیث سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے ''سید الشہداء'' کا لقب ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی ساری کی ساری روایت ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَرَجُلٌ قَالَ إِلٰى إِمَامٍ جَائِرٍ فَأَمَرَهٗ وَنَهَاهُ فَقَتَلَهٗ.

''شہداء کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص بھی سید الشہداء ہے، جو ظالم بادشاہ کے پاس جائے، اسے نیکی کا حکم دے یا برائی سے منع کرے اور وہ اسے قتل کر دے۔''

(المُستدرك للحاكم : 195/3)

سند ضعیف ہے۔

① رافع بن اشرس مروزی مجہول ہے۔

② حمید صفار کا کوئی اتا پتا نہیں۔

❁ المعجم الاوسط للطبرانی (۹۲۲) اور تاریخ بغداد (۶/ ۳۷۷) میں دونوں کی متابعت ہوئی ہے۔ وہ سند بھی ضعیف ہے۔ حکیم بن زید مروزی مجہول الحال ہے۔

❁ کتاب المجروحین لابن حبان (۱/ ۱۵۷) والی سند جھوٹی ہے۔

① مقاتل بن سلیمان متروک و کذاب ہے۔

② احمد بن محمد بن عمرو ابو بشر کذاب و وضاع ہے۔

③ ابوبشر کے والد اور چچا کا تعین نہیں۔

④ نعیم بن عمرو مقری قدیدی مجہول ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَمْزَةُ .

''روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام شہدا کے سردار حمزہ ہوں گے۔''

(المُستدرك للحاكم : 2/119، 3/199)

سند باطل ہے۔

① ابوحماد مفضل بن صدقہ ضعیف و متروک ہے۔

② عبداللہ بن محمد بن عقیل سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَمِّي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَسَدُ اللّٰهِ وَأَسَدُ رَسُولِهٖ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ عَلٰى نَاقَتِي .

''میرے چچا حمزہ بن عبد المطلب اللہ اور اس کے رسول کے شیر اور شہدا کے سردار (روز قیامت) میری اونٹنی (عضباء) پر سوار ہوں گے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 12/412)

سند ضعیف ہے۔ عبداللہ بن لہیعہ ضعیف و مختلط ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔''

(المَوضوعات :395/1)

❁ المعجم الاوسط للطبرانی (۴۰۷۹)، مسند ابی حنیفہ (ص ۱۸۷) والی سند سخت ضعیف ہے۔

① حسن بن رشید مجہول ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ وَهْمٌ وَيُحَدِّثُ بِمَنَاكِيرَ .

''اس کی بیان کردہ حدیث میں وہم ہے، یہ منکر روایات بیان کرتا تھا۔''

(الضّعفاء الكبير :225/1)

② سعید بن ربیعہ مجہول ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الأمالي المُطلقة : 197)

❁ نعمان بن ثابت ابوحنیفہ ضعیف ہیں۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ .

''سیدالشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ہیں۔''

(المُعجم الكبير للطبراني : 151/3، المستدرك للحاكم : 4876)

جھوٹی سند ہے۔

① اصبغ بن نباتہ ضعیف ومتروک ہے۔

❁ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَكْثَرُ أَحَادِيثِهٖ عَنْ عَلِيٍّ لَا يَرْوِيهَا غَيْرُهٗ .

''اصبغ کی علی رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ اکثر احادیث کو کوئی دوسرا روایت ہی نہیں کرتا۔''

② علی بن حزور کوفی متروک ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِي وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، وَقَلَبَ رِدَاءَهٗ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ استسقا کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلے، قبلہ رُخ ہو کر دو رکعتیں پڑھائیں اور چادر اُلٹ دی۔''

(صحيح البخاري : 1027، صحيح مسلم : 2/894)

جواب: یہ حدیث صحیحین کی ہے، صحیحین کی تمام مرفوع متصل احادیث بالاتفاق صحیح ہیں، انہیں امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 4/399)

❁ علامہ ابوسعد ابن صفار شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأربعون، ص 292)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير : 141/5)

سوال: بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بیت اللہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے، کسی بھی سمت منہ کیا جا سکتا ہے۔ اس پر کئی صحیح احادیث ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَقِيتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ : هَلْ صَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : نَعَمْ .

''میری سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی ہے، کہا: جی ہاں۔''

(صحيح البخاري : 1598، صحيح مسلم : 1329)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 331/2)

❁ علامہ ابوطیب محمد بن احمد بن علی فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَثُبُوتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح اور ثابت ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شفاء الغرام:189/1)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے، ممانعت یا کراہت پر کوئی معتبر دلیل نہیں۔ جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے اور یہی راجح ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الصَّلاةِ دَاخِلَ الْكَعْبَةِ، وَهُوَ قَوْلُ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَيَتَوَجَّهُ إِلٰى أَيِّ جَانِبٍ شَاءَ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے، اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ (کعبہ کے اندر) کسی بھی طرف رخ کیا جا سکتا ہے۔''

(شرح السنّة:332/2)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَعْمَلُ الْعَمَلَ فَيُطَّلَعُ عَلَيْهِ، فَيُعْجِبُنِي ، قَالَ : لَكَ أَجْرَانِ، أَجْرُ السِّرِّ، وَأَجْرُ الْعَلَانِيَةِ .

''ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں (چھپا کر) کوئی نیک عمل کرتا ہوں اور اس پر آگاہی حاصل کر لی جاتی ہے، تو مجھے اچھا لگتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کو دوہرا اجر ملتا ہے، ایک پوشیدگی کے ساتھ عمل کرنے کا اجر اور دوسرا اعلانیہ عمل کرنے کا اجر۔''

(سنن التّرمذي : 2384، سنن ابن ماجه : 4226)

جواب: سند ضعیف و مرسل ہے۔ حبیب بن ابی ثابت کا عنعنہ ہے۔

❀ حبیب بن ابی ثابت کی متابعت اعمش نے کی ہے۔

(تهذيب الآثار للطبري [مسند عمر] : 1134، 1135، المُعجم الأوسط للطّبراني : 4702)

مگر وہ سند بھی ضعیف ہے۔ اعمش کا عنعنہ ہے۔

اس حدیث کو متصل بیان کرنا ہی خطا ہے، درست یہی ہے کہ اس میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واسطہ خطا ہے، یہ مرسل اور منقطع روایت ہے۔ اعمش کے اکثر تلامذہ نے اسے ابوصالح کی مرسل قرار دیا ہے۔

❀ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ عِنْدِي مُرْسَلٌ .

''میرے نزدیک اس کا مرسل ہونا ہی درست ہے۔''

(عِلَل الحديث : 148/2)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْمُرْسَلُ هُوَ الصَّحِيحُ .

''اس کا مرسل ہونا ہی درست ہے۔''

(العِلَل : 199/6، 184/8)

امام ترمذی رحمہ اللہ کا بھی یہی رجحان ہے۔

یہ روایت دیگر صحابہ سے بھی روایت کی گئی ہے، مگر وہ سب خطا ہے، درست یہی ہے کہ یہ ابوصالح کی مرسل روایت ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهٗ إِلَّا آخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ : يَا مُعَاذُ قُلْتُ : لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ : يَا مُعَاذُ قُلْتُ : لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ : يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ : لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ : هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ : يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ : لَبَّيْكَ رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ : هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوهُ قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ، قَالَ : حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ .

’’ایک دفعہ کا ذکر ہے، میں (سواری پر) نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار ہوا،

میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کجاوے کی آخری لکڑی جتنا فاصلہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! لبیک وسعدیک۔ کچھ دیر گزری، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! لبیک وسعدیک۔ کچھ دیر گزری، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! لبیک وسعدیک۔ فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ کچھ دیر گزری، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! لبیک وسعدیک۔ فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، جب وہ اللہ کا حق ادا کریں، تو، میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ انہیں (جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے) عذاب نہ دے۔''

(صحيح البخاري : 6500، صحيح مسلم : 30)

جواب: یہ حدیث صحیح ہے، صحیحین کی تمام مرفوع متصل احادیث بالا جماع صحیح ہیں، انہیں ساری کی ساری اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❁ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(الإيمان: 244/1)

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة: 93/1)

۞ حافظ علائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مَجموع رسائل الحافظ العَلائي، ص 164)

سوال: حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) کے عقائد کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حافظ نووی رحمہ اللہ کا عقائد ونظریات اہل سنت والجماعت والے ہیں، آپ کی کتب میں جہاں کہیں بعض صفات کی تاویل کی گئی ہے، وہ آپ رحمہ اللہ کا عقیدہ نہیں تھا، ممکن ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے وہ بات کسی پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کر دی ہو، یا اس سے رجوع کر لیا ہو، کیونکہ آپ رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے کچھ ماہ پہلے جو عقیدہ ذکر کیا ہے، وہ اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین والا ہے۔ ذیل میں ہم وہ عقیدہ ذکر کرتے ہیں۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ مِنْ دِينِنَا التَّمَسُّكُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا رُوِيَ عَنِ الصَّحَابَة وَالتَّابِعِينَ وَأَئِمَّةِ الْحَدِيثِ الْمَشْهُورِينَ، وَنُؤْمِنُ بِجَمِيعِ أَحَادِيثِ

الصِّفَاتِ، لَا نَزِيدُ عَلٰى ذٰلِكَ شَيْئًا، وَلَا نَنْقُصُ مِنْهُ شَيْئًا، كَحَدِيثِ قِصَّةِ الدَّجَّالِ وَقَوْلِهٖ فِيهِ : «وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ» وَكَحَدِيثِ النُّزُولِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَكَحَدِيثِ الْاِسْتِوَاءِ عَلَى الْعَرْشِ، وَإِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِهٖ، وَإِنَّهٗ يَضَعُ السَّمٰوَاتِ عَلٰى أُصْبُعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلٰى أُصْبُعٍ، وَنَقُولُ بِتَصْدِيقِ حَدِيثِ الْمِعْرَاجِ، وَبِصَحِيحِ مَا فِيهِ مِنَ الرِّوَايَاتِ وَنَدِينُ أَنَّ اللّٰهَ مُقَلِّبُ الْقُلُوبِ، وَمَا أَشْبَهَ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ جَمِيعَهَا، كَمَا جَاءَ تْ بِهَا الرِّوَايَةُ مِنْ غَيْرِ كَشْفٍ عَنْ تَأْوِيلِهَا، وَأَنْ نُمِرَّهَا كَمَا جَاءَ تْ، وَأَنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ، وَنَقُولُ : إِنَّ اللّٰهَ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾(الفجر : ٢٢) ...... وَأَشْبَاهُ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ الصِّفَاتِ، وَلَا نَتَأَوَّلُهَا وَلَا نَكْشِفُ عَنْهَا بَلْ نَكُفُّ عَنْ ذٰلِكَ كَمَا كَفَّ عَنْهُ السَّلَفُ الصَّالِحُ، وَنُؤْمِنُ بِأَنَّ اللّٰهَ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا أَخْبَرَ فِي كِتَابِهِ الْعَزِيزِ وَلَا نَقُولُ : هُوَ فِي كُلِّ مَكَانٍ، بَلْ هُوَ فِي السَّمَاءِ، وَعِلْمُهٗ فِي كُلِّ مَكَانٍ لَا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ كَمَا قَالَ : ﴿أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ﴾ (الملك : ١٦) وَكَمَا قَالَ : ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ

الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾(فاطر : ١١) ...... وَكَمَا فِي حَدِيثِ سَوْدَاءَ أُرِيدَتْ أَنْ تُعْتَقَ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيْنَ رَبُّكَ؟ فَقَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، فَقَالَ : اَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ، وَأَمْثَالُ ذٰلِكَ كَثِيرٌ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، نُؤْمِنُ بِذٰلِكَ وَلَا نَجْحَدُ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ .

''ہم اس دین پر ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا تمسک کیا جائے، نیز صحابہ، تابعین اور مشہور ائمہ حدیث سے منقول و ماثور عقیدہ کو اپنایا جائے۔ ہم صفات باری تعالیٰ کے متعلق ساری کی ساری احادیث پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں کمی بیشی نہیں کرتے۔ جیسا کہ دجال کے متعلق حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے دجال کے بارے میں فرمایا: ''بلاشبہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول فرمانے کے بارے میں حدیث ہے، اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے متعلق حدیث ہے، یہ حدیث کہ دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، نیز حدیث کہ (روز قیامت) اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنی ایک انگلی پر اور زمینوں کو دوسری انگلی پر رکھے گا۔ ہم معراج والی حدیث کی تصدیق کرتے ہیں اور معراج کے بارے میں جتنی بھی صحیح احادیث ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو الٹ پلٹ کرنے والا ہے۔ ان احادیث کی طرح دیگر جتنی احادیث ہیں، سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ صفات باری تعالیٰ کے بارے میں جیسے روایات آئی ہیں، ان کی تاویل کیے بغیر ان پر ایمان رکھتے ہیں، یہ

احادیث جیسے وارد ہوئی ہیں، تیسے انہیں مانتے ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، نیکی کرنے سے بڑھتا ہے اور گناہ سے گھٹتا ہے۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (الفجر : ٢٢) ''تمہارا رب آئے گا اور فرشتے بھی قطار اندر قطار آئیں گے۔'' صفات کے بارے میں دیگر آیات کا بھی یہی معاملہ ہے، ہم ان کی تاویل نہیں کرتے اور نہ ہم ان کے بارے میں (اپنی طرف سے) تفصیل بیان کرتے ہیں، بلکہ ہم تاویل سے اسی طرح رکے رہتے ہیں، جس طرح سلف صالحین رکے رہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بلند ہے، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب عزیز میں خبر دی ہے۔ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ وہ ہر جگہ ہے، بلکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ آسمانوں کے اوپر ہے، اس کا علم ہر جگہ ہے، کوئی جگہ اس کے علم سے باہر نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ﴾ (الملك : ١٦) ''کیا تم اس سے نہیں ڈرتے، جو آسمانوں کے اوپر ہے۔'' اسی طرح فرمان الٰہی ہے: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ (فاطر : ١١) ''پاکیزہ کلمات اس کی طرف اٹھتے ہیں۔'' ...... اسی طرح سیاہ فام لونڈی والی حدیث میں ہے، جسے اس کے مالک نے آزاد کرنے کا ارادہ کیا، تو نبی کریم ﷺ نے اس لونڈی سے پوچھا: تیرا رب کہاں ہے؟ تو اس نے جواباً عرض کیا: آسمانوں پر۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے آزاد کر دیجئے، یہ مؤمنہ ہے۔ اس جیسے دلائل کتاب وسنت میں بہت زیادہ ہیں، ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں، ان میں کسی شے کا

انکار نہیں کرتے۔''

(جزء فيه ذكر اعتقاد السّلف في الحُروف والأصوات، ص 68)

سوال: اللہ کہاں ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بلند ہے، جیسا اس کی عظمت وجلال اور شان کے لائق ہے۔ عرش مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ مخلوق کا محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق جو خبر دی ہے یا اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کی اپنی طرف سے کیفیت بیان کرنا یا اسے کسی مخلوق سے تشبیہ دینا جائز نہیں۔

❁ امام ابوبکر اسماعیلی رحمہ اللہ (۳۷۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، بِلَا كَيْفٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى انْتَهٰى مِنْ ذٰلِكَ إِلٰى أَنَّهُ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَلَمْ يَذْكُرْ كَيْفَ كَانَ اسْتِوَاؤُهٗ .

''اللہ عزوجل عرش پر مستوی ہو، اس کی کیفیت بیان نہیں کی گئی، کیونکہ اللہ تعالیٰ بعد میں عرش پر مستوی ہوا، اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ کیسے مستوی ہوا؟''

(اعتقاد ائمة الحديث، ص 50)

❁ علامہ سجزی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْتِقَادُ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ بِذَاتِهٖ مِنْ غَيْرِ مُمَاسَّةٍ .

''اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے عرش سے اوپر ہے، وہ (عرش سے) ملا ہوا نہیں ہے۔''

(رِسالة السّجزي، ص 187-190، الرّدّ على من أنكر الحرف والصّوت، ص 188)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا بَابٌ وَاسِعٌ لَا يُحْصِيهِ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى فَإِنَّ الَّذِينَ نَقَلُوا إِجْمَاعَ السَّلَفِ أَوْ إِجْمَاعَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَوْ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ فَوْقَ الْعَرْشِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهٖ لَا يُحْصِيهِمْ إِلَّا اللّٰهُ .

”(اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے کے بارے میں کتاب وسنت اور اجماع اُمت کے دلائل اتنے زیادہ ہیں کہ) یہ ایک وسیع باب ہے، جسے اللہ تعالیٰ ہی شمار کر سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے اور مخلوق سے جدا ہونے پر جن اہل علم نے سلف کا اجماع، یا اہل سنت کا اجماع یا صحابہ اور تابعین کا اجماع نقل کیا ہے، ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شمار نہیں کر سکتا۔“

(بَيان تلبيس الجَهمية : 531/2)

سوال: خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ سیدنا ابوبکر بن ابی قحافہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا۔

❀ امام الحرمین جوینی رحمہ اللہ (۴۷۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ بَعْدِ رَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ عُمَرُ الْفَارُوقُ بَعْدَهٗ ثُمَّ

عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ ...... ثُمَّ الْمُسلمُونَ أَجْمَعُوا عَلٰى إِمَامَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَانْقَادُوا بِأَجْمَعِهِمْ لَهٗ مِنْ غَيْرِ مُخَالَفَةٍ .

''رسول اللہ ﷺ کے بعد مؤمنوں کے امیر اور خلیفہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بنے ، آپ رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے ، پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے ۔......تمام مسلمانوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا اور سارے کے سارے مسلمانوں بغیر کسی مخالفت کے آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کے لیے سرنگوں ہو گئے ۔''

(لمع الأدلة، ص 129)

❀ علامہ احمد بن محمد بن سعید غزنوی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعُوا عَلٰى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اسْتِدْلَالًا بِتَفْوِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّفَقُوا عَلَيْهِ وَبِثُبُوتِ خِلَافَتِهٖ تَثْبُتُ خِلَافَةُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِأَنَّهٗ هُوَ الَّذِي وَلَّاهُ وَاسْتَخْلَفَهٗ وَهٰكَذَا انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ ثُمَّ بَعْدَ وَفَاةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اجْتَمَعَتِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ كَانُوا قُرَيْشِيِّينَ ثُمَّ بَعْدَ وَفَاةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اجْتَمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلٰى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ

اللّٰهُ وَجْهَهُ وَهُوَ قُرَيْشِيٌّ وَهَاشِمِيٌّ .

”نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت تفویض کی، اسی سے استدلال کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کرلیا اور آپ رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گئے۔ خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ثبوت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی ثابت ہو جاتی ہے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہی عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا تھا، اسی طرح اجماع منعقد ہو گیا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو گیا، یہ تینوں صحابہ قریشی تھے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا، آپ رضی اللہ عنہ بھی قریشی اور ہاشمی تھے۔“

(أصول الدين، ص 283-287)

❁ علامہ ابن العطار رحمہ اللہ (۷۲۴ھ) فرماتے ہیں:

خِلَافَةُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَابِتَةٌ بِاخْتِيَارِ الصَّحَابَةِ، وَاتِّفَاقِهِمْ عَلَيْهِ .

”رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انتخاب اور اتفاق سے قائم ہوئی۔“

(الاعتقاد الخالص، ص 271)

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علم ثابت ہے۔ وہ اپنی صفت علم کے ساتھ عالم

ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں سے ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے صفت علم کے ساتھ متصف ہے۔ اہل سنت والجماعت تاویل، تحریف، تعطیل، تمثیل یا تشبیہ کیے بغیر اس کا اثبات کرتے ہیں۔ کتاب وسنت اور اجماع میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علم کا اثبات ہوا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾(البقرة : ٢٥٥)

''وہ اللہ تعالیٰ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے، مگر جتنا وہ چاہے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَّأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾(الطلاق : ١٢)

''تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس نے ہر چیز کو علم کے اعتبار سے گھیر رکھا ہے۔''

❁ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر کام میں استخارہ کی تعلیم دیتے، گویا کہ وہ قرآن کی کوئی سورت ہو، آپ فرماتے: جب کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے، تو دو رکعت پڑھ کر یہ دعا کرے۔

اس دعا میں یہ الفاظ بھی ہیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ ...... وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ....

''اے اللہ میں تیرے علم کے ساتھ خیر طلب کرتا ہوں......تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا، تو ہی تمام غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6382)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرمان الٰہی: ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ (یُوسُف : ٧٦) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَيْسَ عَالِمٌ إِلَّا فَوْقَهُ عَالِمٌ، حَتّٰى يَنْتَهِيَ الْعِلْمُ إِلَى اللّٰهِ .

''ہر عالم کے اوپر ایک عالم ہوتا ہے،حتی کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر ختم ہوتا ہے۔''

(تفسير الطّبري : 19599، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرمان باری تعالیٰ: ﴿إِنَّهٗ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ (هود : ٥) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَعْلَمُ تِلْكَ السَّاعَةَ .

''اسی گھڑی میں جانتا ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 6/2001، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نیز فرمان الٰہی : ﴿سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ﴾ (الرّعد : ١٠) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يَعْلَمُ مِنَ السِّرِّ مَا يَعْلَمُ مِنَ الْعَلَانِيَةِ، وَيَعْلَمُ مِنَ الْعَلَانِيَةِ مَا يَعْلَمُ مِنَ السِّرِّ، وَيَعْلَمُ مِنَ اللَّيْلِ مَا يَعْلَمُ مِنَ النَّهَارِ، وَيَعْلَمُ مِنَ النَّهَارِ مَا يَعْلَمُ مِنَ اللَّيْلِ .

''وہ مخفی چیزوں کو ایسے جانتا ہے، جیسے ظاہری چیزوں کو جانتا ہے اور ظاہری چیزوں کو ایسے جانتا ہے، جیسے مخفی چیزوں کو جانتا ہے۔ رات کو دن کی طرح اور

دن کو رات کی طرح جانتا ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 2228/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عکرمہ رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ (يُوسُف : ٧٦) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

عِلْمُ اللّٰهِ فَوْقَ كُلِّ أَحَدٍ .

''اللہ تعالیٰ کا علم ہر ایک سے اوپر ہے۔''

(تفسير الطّبري : 19594، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابو رجاء رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (الرّعد : ١٠) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''رات کو کوئی گھر میں چھپے یا دن کے وقت سڑک پر چلے، ان کے بارے میں اس کا علم برابر ہے۔''

(تفسير الطّبري : 20205، وسندهٗ حسنٌ)

❁ ابو مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ﴾ (لُقمان : ١٦) ''کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں ہو، اسے اللہ لے آئے گا۔'' کا مطلب ہے۔

يَعْلَمُهَا اللّٰهُ .

''اللہ اسے جانتا ہے۔''

(تفسير الطّبري : 28105، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ﴾(البقرة : ٢٥٥) کا مطلب ہے:

لَا يَعْلَمُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَاءَ .

''وہ اس کے علم سے کچھ نہیں جان سکتے، مگر جو وہ چاہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 490/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

عِلْمُهٗ غَيْرُ مَخْلُوقٍ بِالْإِجْمَاعِ .

''اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں، اس پر اجماع ہے۔''

(جزء فيه ذكر اعتقاد السّلف، ص 17)

❁ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (٣١١ھ) فرماتے ہیں:

مِنَ الْأَدِلَّةِ الَّتِي تَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ الْخَالِقِ، وَقَوْلَهٗ غَيْرُ مَخْلُوقٍ لَا كَمَا زَعَمَتِ الْكَفَرَةُ مِنَ الْجَهْمِيَّةِ الْمُعَطِّلَةِ .

''اس پر دلائل ہیں کہ قرآن اللہ خالق کا کلام ہے، اللہ کا قول مخلوق نہیں۔ کافر جہمیہ معطلہ اس کے برعکس کہتے ہیں۔''

(كتاب التّوحيد : 404/1)

سوال: کیا حصین بن عبدالرحمٰن سلمی مختلط راوی ہے؟

جواب: حصین بن عبدالرحمٰن سلمی ثقہ راوی ہے، مگر آخری عمر میں اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا، اس لیے یہ مختلط ہو گیا۔ اصول حدیث کی روشنی میں حصین سلمی کی ان روایات سے حجت

پکڑی جائے گی، جو اس سے قبل از اختلاط روایت کی گئی ہیں۔ جن راویوں نے بعد از اختلاف روایت لی ہے، وہ روایات ضعیف قرار پائیں گی، تاوقتیکہ کسی روایت میں اختلاط مضر نہ ہونے پر دلیل قائم ہو جائے۔ جن راویوں کا حصین سلمی سے قبل از اختلاط یا بعد از اختلاط روایت لینے کی تمیز نہ ہو سکے، ان روایات کو قبول کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

بہر حال حصین بن عبدالرحمٰن سلمی کا آخری عمر میں مختلط ہونا ثابت ہے، کئی اہل علم نے اس کا اثبات کیا ہے۔

❀ امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

طَلَبْتُ الْحَدِيْثَ وَحُصَيْنٌ حَيٌّ ...... وَكَانَ يُقْرَأُ عَلَيْهِ وَكَانَ قَدْ نَسِيَ .

''میں حدیث کا طالب علم تھا، اس وقت حصین زندہ تھے......ان پر حدیث کی قرأت کی جاتی تھی، وہ نسیان کا شکار ہو چکے تھے۔''

(التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : 109/1، الضّعفاء للعُقيلي : 314/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

اِخْتَلَطَ .

''حصین سلمی اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔''

(الضّعفاء للعُقيلي : 314/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام حرب کرمانی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ایک قول کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

كَأَنَّهٗ قَالَ : إِنَّ حُصَيْنًا تَغَيَّرَ بِآخِرِهٖ .

”گویا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یہ فرما رہے ہیں کہ آخری عمر میں حصین کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔“

(مسائل الحرب الكرماني : 1241/3)

❁ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي آخِرِ عُمُرِهٖ سَاءَ حِفْظُهٗ .

”آخری عمر میں حصین سلمی کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔“

(الجرح والتّعديل : 193/3)

❁ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِخْتَلَطَ فِي آخِرِ عُمُرِهٖ .

”عمر کے آخری حصہ میں حصین سلمی اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔“

(السّنن الكبرىٰ، تحت الرقم : 9855)

❁ نیز فرماتے ہیں:

تَغَيَّرَ .

”حصین سلمی کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔“

(الضّعفاء والمتروكون : 130)

❁ امام ابو احمد حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَغَيَّرَ بِأَخِرَةٍ .

”آخر میں حصین سلمی کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔“

(التّراجم السّاقطة من كتاب إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي، ص 197)

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حُصَيْنُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ مِمَّنِ اخْتَلَطَ وَتَغَيَّرَ، ذَكَرَهُ النَّسائيُّ وَغَيْرُهُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''حصین بن عبدالرحمٰن کوفی کا شماران راویوں میں ہوتا ہے، جو (آخری عمر میں) مختلط ہو گئے تھے اور ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا، یہ بات امام نسائی رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر کی ہے، واللہ اعلم!''

(مقدمة ابن الصّلاح، ص 497)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ تَغَيَّرَ فِي آخِرِ عُمُرِهِ ...... فَأَمَّا شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَزَائِدَةُ وَهُشَيْمٌ وَخَالِدٌ فَسَمِعُوا مِنْهُ قَبْلَ تَغَيُّرِهِ.

''آخری عمر میں حصین سلمی کا حافظہ بگڑ گیا تھا......شعبہ، سفیان ثوری، زائدہ بن قدامہ، ہشیم بن بشیر اور خالد بن عبداللہ واسطی نے حصین سلمی سے حافظہ بگڑنے سے پہلے سماع کیا ہے۔''

(هدى السّاري، ص 398)

اہل علم نے نشاندہی کر دی ہے کہ حصین بن عبدالرحمٰن سلمی کا آخری عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا اور وہ مختلط ہو گئے تھے، امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ ان کے پاس حصول حدیث کے لیے تشریف بھی لے گئے، مگر دیکھا کہ وہ احادیث کو بھولنے لگے تھے، اسی کو اختلاط کہتے ہیں، اسی لیے انہوں نے خلاصہ پیش کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ حصین مختلط ہو چکے تھے۔ پھر دیگر کبار اہل علم نے بھی حافظہ بگڑ جانے کا اثبات کیا ہے۔ بعد والے علما نے بھی یہی کہا ہے۔

تنبیہ:

حسن بن علی حلوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِعَلِيٍّ : ...... فَاخْتَلَطَ؟ قَالَ : لَا، سَاءَ حِفْظُهُ .

''میں نے امام علی بن مدینی رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا حصین مختلط ہو گئے تھے؟ فرمایا: نہیں، ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔''

(الضّعفاء الكبير للعقيلي :314/1، وسندهٗ صحيحٌ)

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کی یہ بات دیگر تمام ثقہ ائمہ کے خلاف ہے، حافظہ کی خرابی کا اقرار امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے، البتہ دیگر ائمہ نے اپنا مشاہدہ پیش کر دیا کہ حافظے کا یہ بگاڑ اختلاط تک چلا گیا تھا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے یہ بات اس وقت کی ہو، جب ابھی حصین سلمی کے حافظہ بگڑنے کا آغاز ہوا ہو، پھر جب حافظہ زیادہ خراب ہو گیا، تو دیگر اہل علم نے گواہی دے دی کہ اب حصین کا حافظہ زیادہ خراب ہو چکا ہے اور وہ اختلاط کا شکار ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ان ائمہ کی بات ہی راجح ہوگی، جنہوں نے حصین بن عبدالرحمٰن سلمی کو مختلط قرار دیا ہے، واللہ اعلم!

سوال: کیا امام ابو اسامہ حماد بن اُسامہ مدلس ہیں؟

جواب: امام حماد بن اسامہ مدلس نہیں ہیں، آپ رحمہ اللہ پر تدلیس کا الزام ہے۔

❀ امام حماد بن اُسامہ کو حافظ ابن سعد رحمہ اللہ نے مدلس قرار دیا ہے۔

(طَبَقات ابن سعد : 395/6)

مگر حافظ ابن سعد رحمہ اللہ کے قول درست نہیں، کیونکہ انہوں نے حماد بن اُسامہ رحمہ اللہ

کی تدلیس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی، نیز ان کے مدلس ہونے کی نفی بھی کی گئی ہے۔

❁ امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ نے ان سے تدلیس کی نفی کی ہے۔

(المَدخل إلى كتاب الإكليل، ص 46)

حماد بن اُسامہ رحمہ اللہ نے خود صراحت کر دی ہے کہ وہ تدلیس نہیں کرتے، لہٰذا صاحب معاملہ کی بات ہی راجح ہے۔

❁ ابوعبیدہ احمد بن عبداللہ بن محمد ابن ابی سفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ أَبِي أُسَامَةَ فَقَالَ : يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : أُذْكُرِ الْخَبَرَ، فَقَالَ : أَتَرَوْنِي أُدَلِّسُ لَكُمْ، وَاللّٰهِ، لَأَنْ أَعْضَّ عَنْ مَجْلِسِي هٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ حَدِيثٍ .

''ہم امام ابواسامہ حماد بن اُسامہ رحمہ اللہ کے پاس تھے، تو انہوں نے (حدیث کی سند پڑھتے ہوئے کہا: یحییٰ بن سعید، تو امام حماد رحمہ اللہ کو ایک شخص نے کہا: سماع کی صراحت کیجیے، تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں آپ کے لیے تدلیس کروں گا!! اللہ کی قسم! مجھے اپنی مجلس برخاست کر دینا (تدلیس والی) ایک لاکھ حدیث سے زیادہ محبوب ہے۔''

(المَدخل إلى كتاب الإكليل، ص 46، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ نص قطعی ہے کہ حماد بن اسامہ رحمہ اللہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور تدلیس کو سخت ناپسند کرتے تھے۔

سوال: تفسیر ابن عباس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: تفسیر ابن عباس بنام ''تنویر المقباس'' جھوٹی تفسیر ہے، اس کی سیدنا عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت غلط ہے۔اس کی سند میں ابو صالح باذام، محمد بن سائب کلبی اور محمد بن مروان تینوں ضعیف ومتروک ہیں، ان کی نقل معتبر نہیں۔

❁ امام دارمی رحمہ اللہ اس سلسلہ سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

اِجْتمَعَ أَهْلُ العِلْمِ عَلٰى تَرْكِهَا .

''اس سلسلہ سند کے ترک کرنے پر اہل علم کا اجماع ہے۔''

(النّقض على المَريسي، ص 243)

❁ نیز کلبی اور ابو صالح باذام کے بارے میں فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالْأَثَرِ عَلٰى أَنْ لَا يَحْتَجُّوا بِالْكَلْبِيِّ فِي أَدْنٰى حَلَالٍ وَّلَا حَرَامٍ، فَكَيْفَ فِي تَفْسِيرِ تَوْحِيدِ اللّٰه وَتَفْسِيرِ كِتَابِهٖ؟ وَكَذٰلِكَ أَبُو صَالِحٍ .

''محدثین کا اجماع ہے کہ حلال وحرام کے ادنیٰ سے مسئلہ میں بھی کلبی سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، بھلا توحید باری تعالیٰ کی تفسیر اور کتاب اللہ کی تفسیر میں اس سے حجت کیسے پکڑی جاسکتی ہے؟ یہی معاملہ ابو صالح باذام کا ہے۔''

(النّقض على المَريسي، ص 126)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَبُو صَالِحٍ هٰذَا وَالْكَلْبِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ كُلُّهُمْ مَتْرُوكٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، لَا يَحْتَجُّونَ بِشَيْءٍ مِّنْ رِوَايَاتِهِمْ لِكَثْرَةِ الْمَنَاكِيرِ فِيهَا، وَظُهُورِ الْكَذِبِ مِنْهُمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ .

''ابو صالح، کلبی اور محمد بن مروان تینوں محدثین کے ہاں متروک ہیں، ان کی

کسی روایت سے حجت نہیں پکڑی جائے گی، کیونکہ ان کی روایات میں بکثرت منکر روایات ہیں، نیز ان کی روایات میں ان کا جھوٹ واضح ہو چکا ہے۔''

(الأسماء والصّفات : 311/2)

سوال: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا سن وفات کیا ہے؟

جواب: امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ بالاتفاق سن ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ مَاتَ رَحِمَهُ اللّٰهُ سَنَةَ خَمْسِينَ وَمِائَةٍ بِلَا خِلَافٍ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سن ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(الرّسالة الباهرة، ص 33)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): درج ذیل روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ حیان بن حصین ابو ہیاج اسدی رحمہ اللہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَلَا أَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ أَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُّشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهٗ .

''میں آپ کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں، جس کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا؟ کوئی مورتی دیکھیں، تو اسے مٹا دیں اور کوئی بلند قبر دیکھیں، تو اسے برابر کر دیں۔''

(صحيح مسلم : 969)

(جواب): یہ صحیح مسلم کی مرفوع متصل حدیث ہے۔ بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل احادیث بالا جماع صحیح ہیں، انہیں اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔ صحیحین میں موجود تمام روایات شذوذ اور مخفی علتوں سے پاک ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ علل حدیث کے امام تھے، انہوں نے تنقیح کر کے روایات درج کی ہیں، پھر ہر دور کے اہل علم نے ان کی تصحیح کی ہے، کئی اہل علم نے صحیحین کی روایات کے حق اور سچ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

صحیحین میں مدلسین کی وہی روایات درج ہیں، جن میں انہوں نے تدلیس نہیں کی، ایسے ہی صحیحین میں مختلطین کی روایات کا حکم ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی سندوں میں بعض راویوں پر کلام کرنا درست نہیں، کیونکہ دو ائمہ نے انہی روایات کو درج کیا ہے، جن میں کسی راوی کا ضعف اثر انداز نہیں ہوا۔

مذکورہ بالا روایت کے بارے میں حبیب بن ابی ثابت کے عنعنہ کی بات کرنا ہی درست نہیں، کیونکہ صحیحین میں مدلسین کی روایات کے لیے سماع کی تصریح ہونا ضروری نہیں، ائمہ نے ان روایات کی تصحیح کر دی ہے۔ بخاری و مسلم میں مدلس کا عنعنہ سماع پر محمول ہے۔

❀ علامہ ابو علی عبدالکریم بن عبدالنور حلبی حنفی رحمہ اللہ (۷۳۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُعَنْعَنَاتِ الَّتِي فِي الصَّحِيحَيْنِ مُنَزَّلَةٌ مَنْزَلَةَ السَّمَاعِ .

''صحیحین کی معنعن روایات کو سماع پر محمول کیا جائے گا۔''

(النُّكت للزّركشي : 93/2)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۰ھ) حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ کی ایک معنعن روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِخْرَاجُ مُسْلِمٍ لِحَدِيثِهِ هٰذَا فِي صَحِيحِهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّهٗ ثَبَتَ عِنْدَهٗ أَنَّهٗ مُتَّصِلٌ وَأَنَّهٗ لَمْ يُدَلِّسْ فِيهِ .

''امام مسلم رحمہ اللہ کا حبیب بن ابی ثابت کی اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کرنا دلیل ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ روایت متصل ہے اور حبیب بن ابی ثابت نے اس میں تدلیس نہیں کی۔''

(الجَوهر النّقيّ : 327/3)

معلوم ہوا کہ علمائے احناف کے نزدیک بھی صحیح مسلم میں مدلسین کی معنعن روایات سماع پر محمول ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیّدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ، قَالَ : إِنْ لَمْ تَجِدِينِي ، فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ .

''ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ سے کسی معاملے میں بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف تھا۔ فرمایا: ابوبکر کے پاس آجانا۔''

(صحيح البخاري : 7220، صحيح مسلم : 2386)

جواب: یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے، صحیحین کی ساری کی ساری مرفوع متصل روایات بالاتفاق صحیح ہیں۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 79/14)

❀ علامہ ابوالحسین مؤید بن محمد طوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأربعون، ص 102)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰی صِحَّتِهٖ .

"اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔"

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء [راشدون]، ص 11، تاريخ الإسلام: 64/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: أَبُوهَا .

"میں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا: آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ، عرض کیا: مردوں میں؟ فرمایا: ان کا باپ۔"

(صحيح البخاري: 4358، صحيح مسلم: 2384)

جواب: یہ صحیحین کی حدیث ہے، جو کہ بالاتفاق صحیح ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰی صِحَّتِهٖ .

"اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔"

(شرح السّنة: 80/14)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ ثَابِتٌ عَلٰی رَغْمِ أُنُوفِ الرَّوَافِضِ .

”یہ حدیث ثابت ہے، خواہ روافض کے ناک خاک آلود ہوں۔“

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 142/2)

❀ علامہ مقریزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَبَرٌ ثَابِتٌ عَلٰى رَغْمِ أُنُوفِ الرَّوَافِضِ .

”یہ حدیث ثابت ہے، خواہ روافض کے ناک خاک آلود ہوں۔“

(إمتاع الأسماع : 36/6)

سوال: رفع الدین کے بارے میں مروی مندرجہ ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا ...... وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُودِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک رفع الیدین کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اسی طرح رفع الیدین کرتے تھے ......سجدوں کے درمیان رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 735، 736، 738، صحيح مسلم : 390)

جواب: یہ روایت بالاتفاق صحیح ہے۔ صحیحین کی تمام مرفوع متصل روایات حجت ہیں، اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ کئی اہل علم نے اس روایت کی تصحیح بھی کی ہے۔

❀ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ سُفْيَانُ : هٰذَا مِثْلُ هٰذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ .

''امام سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث اس ستون کی مانند (مضبوط) ہے۔''

(شِعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم : 50، وسندهٗ صحيحٌ كأسطوانة)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ لَا مَطْعَنَ فِيهِ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ .

''یہ حدیث ثابت ہے، کسی محدث کے ہاں بھی اس میں طعن نہیں۔''

(التّمهيد : 216/9)

❁ نیز فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مَدَنِيٌّ صَحِيحٌ لَا مَطْعَنَ لِأَحَدٍ فِيهِ .

''یہ حدیث مدنی راویوں پر مشتمل ہے، صحیح حدیث ہے، کسی محدث نے اس پر طعن نہیں کیا۔''

(التّمهيد : 356/6، ت بشار)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 20/3)

❁ علامہ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ سُنَّةٌ صَحِيحَةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”نماز میں رفع الیدین رسول اللہ ﷺ کی صحیح ثابت سنت ہے۔“

(الأباطيل والمَناكير والصّحاح : 20/2)

❁ علامہ ابن رشد قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(بداية المُجتهد : 142/1)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، مِمَّا اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ كُلُّهُمْ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَتَلَقِّيهِ بِالْقُبُولِ، وَعَلَيْهِ اعْتَمَدَ أَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ .

”زہری کی سالم عن ابن عمر والی حدیث پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ ائمہ اسلام نے رفع الیدین کے مسئلہ میں اسے دلیل بنایا ہے۔“

(فتح الباري لابن رَجَب : 330/6)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ فِيهِمَا أَيْ فِي الرُّكُوعِ وَالرَّفْعِ مِنْهُ ثُبُوتًا لَا مَرَدَّ لَهٗ صِحَّةً، فَلَا وَجْهَ لِلْعُدُولِ عَنْهُ .

”نبی کریم ﷺ سے رکوع جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع الیدین کا

ثبوت اتنا واضح کہ ہے کہ اسے صحیح تسلیم کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں، لہٰذا اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: 237/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير: 142/2، 606/3، 616)

سوال: درج ذیل حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ، فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهٗ مَنْ وَّافَقَ تَأْمِينُهٗ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .

''امام آمین کہے، تو آپ بھی آمین کہیں۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

(صحيح البخاري: 780، صحيح مسلم: 410)

❀ صحیح مسلم (۴۱۰، ۷۶۱) میں ہے:

إِذَا قَالَ الْقَارِي : ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ (الفاتحة:۷) فَقَالَ : مَنْ خَلْفَهٗ : آمِينَ، فَوَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ .

''جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ کہے، مقتدی

بھی آمین کہیں اور اس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہوگئی، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

(جواب): مذکورہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، صحیحین کی تمام مرفوع متصل احادیث بالاجماع صحیح ہیں۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 60/3)

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مُعجم ابن عساكِر : 772/2)

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن فرح لخمی اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مُختصر الخلافيات : 63/2)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(إعلام الموقعين : 277/4)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(البدر المُنير : 588/3)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ ابوقلابہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلّٰى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا .

’’انہوں نے سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ نماز پڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور رفع الیدین کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے، تو رفع الیدین کرتے اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔‘‘

(صحيح البخاري : 737، صحيح مسلم :391)

جواب: روایت صحیح ہے۔ بخاری و مسلم کی تمام مرفوع روایات بالاتفاق صحیح ہیں اور انہیں اُمت کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلَيْهِ لَا يَنْدَفِعُ، وَهُوَ فِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ أَيْضًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

وَقَدْ رَوٰى هٰذِه السُّنَّةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرُ، وَعَلِيٌّ وَأَبُو مُوسٰى، وَأَبُو قَتَادَةَ، وَسَهْلُ ابْنُ سَعْدٍ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٌ، فِي نَحْوِ ثَلَاثِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَهُوَ مَذْهَبُ جُمْهُورِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَلَيْسَ لِلْخَصَمِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

''یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے، اسے رد نہیں کیا جا سکتا، یہ حدیث نبوی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ اس سنت (رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کرنے) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا ابوموسیٰ، سیدنا ابوقتادہ، سیدنا سہل بن سعد، سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سمیت تقریباً تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے۔ مخالف کے پاس کوئی صحیح حدیث نہیں۔''

(کشف المُشکل : 44/2)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المنير : 465/3)

سوال: درج ذیل حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ .

''جو شخص سورت فاتحہ نہ پڑھے، اس کی کوئی نماز نہیں۔''

(صحيح البخاري : 756، صحيح مسلم : 394)

جواب: یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔صحیحین کی ساری کی ساری مرفوع متصل احادیث کو تلقی بالقبول بخشا ہے۔لہٰذا مذکورہ روایت بالکل صحیح ثابت ہے۔

صحیح مسلم میں زہری نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(شرح السنّة : 45/3)

❀ علامہ ابوالبرکات اسماعیل بن احمد نیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأربعون، ص 115، الرقم : 26)

❀ علامہ ابوسعد ابن صفار نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأربعون، ص 313، الرقم :51)

❀ علامہ ابوالحسین مؤید بن محمد طوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے،اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأربعون، ص 122)

❁ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح مُشكِل الوَسيط : 97/2)

❁ علامہ محمد بن انجب نعال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَثُبُوتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح اور ثابت ہونے پر اتفاق ہے۔“

(مَشيخة النّعال، ص 86)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(البَدر المُنير : 540/3، تذكرة المُحتاج، ص 37، الرقم : 30)

سوال: درج ذیل روایت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

❁ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ، فَقَالَ : أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقُلْتُ : بَلٰى، فَأَهْدِهَا لِي، فَقَالَ : سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ

عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ؟ قَالَ : قُولُوا : «اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ» .

''سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، کہنے لگے: میں آپ کو عظیم الشان تحفہ نہ دوں، جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے، عرض کیا: جی ضرور! کہنے لگے: ہم نے رسول اللہ سے سوال کیا: اللہ کے رسول! سلام کی تعلیم تو اللہ نے ہمیں دی ہے، لیکن آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ تو فرمایا:

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ .

''اللہ! محمد اور محمد کی آل پر رحمت فرما، جیسا کہ تُو نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت فرمائی، یقیناً تو قابل تعریف، بڑی شان والا ہے۔ اللہ! محمد اور ان کی آل پر برکت فرما، جیسا کہ تُو نے ابراہیم اور ان کی آل پر برکت فرمائی، یقیناً تو قابلِ ستائش اور بزرگی والا ہے۔''

(صحيح البخاري : 3370؛ صحيح مسلم : 406)

(جواب): صحیحین کی ساری کی ساری مرفوع متصل احادیث صحیح ہیں، ان کے صحیح ہونے پر اجماع ہے، مذکورہ روایت بھی صحیحین کی ہے، لہٰذا بالا جماع صحیح اور ثابت ہے۔

❁ امام ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(کتاب التّوحید: 178/2)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السنّة: 190/3)

❁ علامہ ابوفتوح طائی ہمذانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

❁ علامہ ابوفتوح طائی ہمذانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(کتاب الأربعین، ص 213)(کتاب الأربعین، ص 213)

❁ حافظ علائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(إثارة الفوائد المَجموعة :66/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البَدر المُنير : 41/4)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❁ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان رہے، واپس آنے لگے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .

''نماز میری طرح پڑھیں۔''

(صحيح البخاري :631)

جواب: یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 296/2)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البَدر المُنیر : 4/465)

سوال: حدیث ذوالیدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: حدیث ذوالیدین یہ ہے؛

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ : سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ : فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ مَّعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهٗ غَضْبَانُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالُوا : قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ، يُقَالُ لَهٗ : ذُو الْيَدَيْنِ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ : لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ : أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا : نَعَمْ، فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ، فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ : ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ :

نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ : ثُمَّ سَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی ۔[راوی ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس نماز کی تعیین کی تھی، لیکن میں ہی بھول گیا ہوں]۔ آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیر دیا۔ آپ ﷺ مسجد میں پڑی ہوئی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے ۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ غصے میں ہیں۔آپ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا اور انگلیاں ایک دوسری میں ڈالی ہوئی تھیں اور دائیں رخسار مبارک کو بائیں ہتھیلی کی باہر والی جانب پر رکھا ہوا تھا۔جلدی جانے والے لوگ یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکل گئے کہ نماز کم ہوگئی ہے۔مسجد میں موجود لوگوں میں سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے،لیکن وہ آپ ﷺ سے بات کرنے سے ڈر رہے تھے۔لوگوں میں ایک ایسا آدمی تھا، جس کے ہاتھ لمبے لمبے تھے، اسے ''ذو الیدین'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول ! کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی ہے؟ فرمایا: نہ میں بھولا ہوں، نہ نماز کم ہوئی ہے۔آپ ﷺ صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: کیا بات ایسے ہی ہے، جیسے ذوالیدین کہہ رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ آگے بڑھے اور جو نماز چھوڑی تھی، پڑھا دی، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی ۔[بسا اوقات شاگرد اپنے استاذ ابن سیرین سے سوال کرتے کہ کیا آپ ﷺ نے

(سجدۂ سہو کے بعد) سلام پھیرا تھا؟ آپ فرماتے: مجھے یہ بات بتائی گئی ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا]۔''

(صحيح البخاري: 482، واللّفظ لهٗ، صحيح مسلم: 573)

یہ حدیث مبارکہ ''حدیث ذوالیدین'' کے نام سے مشہور ہے، کیونکہ اس حدیث میں ذوالیدین نامی صحابی کا ذکر ہے۔ یہ متفق علیہ حدیث علم دین کا خزینہ اور گنجینہ ہے۔ دین کے بڑے بڑے مسائل واحکام اور اصول اس سے ثابت ہوتے ہیں۔

✿ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة: 291/3)

✿ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البَدر المُنير: 175/4)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

✿ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی یہ دعا سکھلائی:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ .

''اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے

والا نہیں، سو مجھے معاف فرما کہ مغفرت کا اختیار تیرے ہی پاس ہے اور مجھ پر رحم فرما، یقیناً تو ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

(صحيح البخاري : 834؛ صحيح مسلم : 2705)

جواب: یہ حدیث بالا تفاق صحیح ہے، اسے اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❁ علامہ ابوفتوح طائی ہمذانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(كتاب الأربعين، ص 32)

❁ علامہ ابوالحسین مؤید بن محمد طوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأربعون، ص 61)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير : 4/46)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِّنْكُنَّ غَيْرِهَا .

”اللہ کی قسم! آپ میں سے کسی زوجہ کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی، سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔“

(صحيح البخاري : 3775)

جواب: یہ حدیث بالا جماع صحیح ہے۔

❀ حافظ عبدالرحمٰن بن محمد ابن عساکر شافعی رحمہ اللہ (۶۲۰ ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(كِتاب الأربعين في مَناقب أمهات المؤمنين، ص 75)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(سِيَرُ أعلام النُّبلاء : 143/2)

❀ علامہ مقریزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(إمتاع الأسماع : 36/6)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا قَضَى الْخَلْقَ، كَتَبَ عِنْدَهٗ فَوْقَ عَرْشِهٖ : إِنَّ رَحْمَتِي

سَبَقَتْ غَضَبِي .

”اللہ تعالیٰ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا، تو عرش کے اوپر اپنے پاس لکھ لیا کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔“

(صحيح البخاري : 7422)

جواب: یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ صحیحین کی تمام مرفوع متصل روایات بالاجماع صحیح ہیں۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنة : 376/14)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(مختصر الصّواعق المُرسلة، ص 274)

سوال: یہ روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بلندی پر چڑھتے وقت بآواز بلند اللہ اکبر کہتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ، اِرْبِعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهٗ مَعَكُمْ، إِنَّهٗ سَمِيعٌ قَرِيبٌ .

’’لوگو! تحمل سے کام لیں، آپ کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے، کیونکہ وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے اور وہ خوب سننے والا اور قریب ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 2992، صحيح مسلم : 2704)

❁ سنن ترمذی (۳۳۷۴، وسندہ صحیح) کے الفاظ ہیں:

إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَصَمَّ وَلَا غَائِبٍ، هُوَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رُؤُوسِ رِحَالِكُمْ .

’’آپ کا رب بہرا یا غائب نہیں ہے، بلکہ وہ آپ اور آپ کی سواریوں کی گردنوں کے مابین ہے۔‘‘

(جواب): یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

❁ علامہ احمد بن محمد بن مظفر ابوالفضائل حنفی رحمہ اللہ (۶۴۲ ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(حِجَج القرآن، ص 54)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(مَجموع الفتاویٰ : 509/5)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حدیث: ''اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلٰى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَّنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهٗ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ .

''اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے، ہر شخص اپنی نیت کا پھل پائے گا، تو جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی، اس کی ہجرت اللہ و رسول کے لئے شمار ہو گی اور جس نے دنیوی فائدے کے لئے یا کوئی دوشیزہ بیاہنے کے لئے ہجرت کی، تو اس ہجرت کا شمار وہاں ہو گا، جہاں کے لئے کی گئی ہے۔''

(صحيح البخاري :1؛ صحيح مسلم : 1907)

اس حدیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے، ہر دور کے ائمہ اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ یہ ان احادیث میں سے ہے، جن پر اسلام کا مدار ہے، ائمہ سلف اس حدیث کو کتاب کی ابتدا میں لاتے تھے، تا کہ قارئین اپنی نیت درست کر لیں۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة :401/1)

۞ ابوفتوح طائی ہمذانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ كَبِيرٌ، عَالٍ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَعِظَمِ مَوْقِعِهٖ، مُسْتَفِيضٌ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، رَوَاهُ عَنْهُ أَكْثَرُ مِنْ مِائَتَيْ نَفْسٍ عَامَّتُهُمْ أَئِمَّةٌ مُعَرَّفُونَ .

''یہ حدیث حسن صحیح، عظیم اور عالی السند ہے، اس کے صحیح ہونے اور عظیم المرتبت ہونے پر اتفاق ہے۔ یحییٰ بن سعید انصاری سے متواتر منقول ہے۔ ان سے یہ حدیث دو سو سے زائد راویان حدیث نے نقل کی ہے، جن میں اکثر معروف و مشہور ائمہ حدیث ہیں۔''

(كتاب الأربعين، ص 40)

۞ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مُعجم ابن عساكر :78/1، 377/1، 820/2، الأربعون، ص 35)

۞ علامہ ابوالحسین مؤید بن محمد طوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الأربعون، ص 65)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ مُجْمَعٌ عَلٰى عِظَمِ مَوْقِعِهٖ وَجَلَالَتِهٖ وَهُوَ إِحْدٰى قَوَاعِدِ الْإِيمَانِ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، اس حدیث کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر ہونے پر اجماع ہے، یہ ایمان کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔''

(المَجموع : 16/1، الأذكار، ص 6، رياض الصّالحين، تحت الرقم : 1، بُستان العارفين، ص 12، الإيضاح في مَناسك الحجّ والعُمرة، ص 59)

❁ علامہ ابوالعباس ابن ظاہری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ ثَابِتٌ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مَشيخة ابن البخاري :607/1)

❁ علامہ احمد بن فرح لخمی اشبیلی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مُختصَر خلافيّات البَيْهقي :164/1)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَعَظِيمِ مَوْقِعِهٖ

وَجَلَالَتِهٖ وَكَثْرَةِ فَوَائِدِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کے صحیح، عظیم المرتبت اور جلیل القدر اور کثیر الفوائد ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح الأربعين النّوَوية، ص 24)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ؛ تَلَقَّتْهُ الْأُمَّةُ بِالْقَبُولِ وَالتَّصْدِيقِ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔ اُمت نے ہر دور میں اسے قبول کیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔''

(مَجموع الفتاوىٰ : 247/18)

۞ علامہ ابوحفص عمر بن علی فاکہانی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ؛ مُجْمَعٌ عَلٰى عِظَمِ مَوْقِعٍ وَجَلَالَتِهٖ، وَهُوَ وَاحِدُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي عَلَيْهَا مَدَارُ الْإِسْلَامِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔ اس کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر ہونے پر اجماع ہے۔ یہ ان احادیث میں سے ایک ہے، جن پر اسلام کا مدار ہے۔''

(رياض الأفهام في شرح عُمدة الأحكام : 16/1)

۞ علامہ حلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَثُبُوتِهٖ

''یہ حدیث صحیح ہے، اس حدیث کے صحیح اور ثابت ہونے پر اتفاق ہے۔''

(حديث : إنما الأعمال بالنيّات، ص 320)

۞ حافظ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(تهذيب الكمال :157/1)

۞ علامہ ابو حفص عمر بن علی قزوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ حَدِيثٌ أَجْمَعَ عَلٰى صِحَّتِهٖ عُلَمَاءُ الْأَمْصَارِ وَفُقَهَاءُ الْأَقْطَارِ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر تمام علاقوں کے علما اور فقہا کا اجماع ہے۔“

(مشيخة القزويني، ص 94)

۞ علامہ مغلطای حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَتَلَقِّيهِ بِالْقُبُولِ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے اور اسے تلقی بالقبول سے نوازنے پر اہل علم کا اجماع ہے۔“

(إكمال تهذيب الكمال :366/1)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(طَبَقات الشّافعيّين، ص 392)

۞ علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَعِظَمِ مَوْقِعِهٖ وَجَلَالَتِهٖ، وَكَثْرَةِ فَوَائِدِهٖ وَهُوَ أَوَّلُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي عَلَيْهَا مَدَارُ الْإِسْلَامِ.

''اس حدیث کے صحیح، عظیم المرتبت، جلیل القدر اور کثیر الفوائد ہونے پر اجماع ہے۔ یہ ان احادیث میں سے ایک ہے، جن پر اسلام کا مدار ہے۔''

(الكواكب الدّراري: 22/1)

۞ حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَتَلَقِّيهِ بِالْقُبُولِ.

''اس حدیث کے صحیح ہونے اور اسے تلقی بالقبول سے نوازنے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔''

(جامع العُلوم والحِكَم، ص31)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَقَوَاعِدِ الْإِيمَانِ، وَهُوَ صَحِيحٌ جَلِيلٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ، مُجْمَعٌ عَلٰى عِظَمِ مَوْقِعِهٖ وَجَلَالَتِهٖ وَثُبُوتِهٖ.

''یہ حدیث ارکان اسلام اور قواعد ایمان میں سے ایک ہے۔ یہ صحیح اور جلیل القدر حدیث ہے، اس کی صحت پر اجماع ہے، اس کے عظیم المرتبت، جلیل القدر اور ثابت ہونے پر اجماع ہے۔''

(البدر المُنير: 654/1، 478/5، تُحفة المُحتاج: 132/1)

۞ علامہ ابن ناصر الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ جَلِيلٌ أَصْلٌ مِنَ الْأُصُولِ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ،

مُتَلَقًّى بِالْقَبُولِ .

''یہ جلیل القدر حدیث (دین کے) اصول میں سے ایک اصل ہے۔اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔''

(الأحاديث الأربعون، تحت الرقم :1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مُوافقة الخُبر الخبر :244/2)

۞ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مَشْهُورٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث مشہور ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(فتح القدير :265/1)

۞ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ جَلِيلُ الْقَدَرِ، عَظِيمُ الْمَوْقِعِ، أَجْمَعَ أَهْلُ النَّقْلِ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَثُبُوتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح، جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہے۔تمام اہل نقل کا اس کے صحیح اور ثابت ہونے پر اجماع ہے۔''

(المَنهل العَذب الرّوي، ص 47)

۞ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ اتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ عَلٰى صِحَّتِهٖ، وَتَوَاتَرَ فِيمَا بَعْدَ الدَّرَجَتَيْنِ الْأُوَلِ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر ائمہ اسلام کا اتفاق ہے۔ سند کے پہلے دو طبقات کے بعد یہ حدیث متواتر نقل ہوئی ہے۔“

(زَبَد العُلوم :277/1)

❁ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ الْمَشْهُورُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”یہ حدیث مشہور ہے اور اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(البَحر الرّائق :26/1)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُجْمَعُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔“

(فتح باب العناية :223/1)

❁ علامہ برماوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى صِحَّتِهٖ وَتَلَقِّيهِ بِالْقُبُولِ .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔“

(الفوائد السّنية : 2156/5)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ فَنَحْمِلُ الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهٖ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحَلَالُ مَيْتَتُهٗ .

''ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! ہم سمندری سفر کرتے وقت اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اگر اس سے وضو کریں، تو پیاسے رہ جاتے ہیں۔ کیا ہم سمندری پانی سے وضو کرلیا کریں؟ فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 2/361، موطأ الإمام مالك :1/22، سنن أبي داوٗد : 83، سنن النّسائي : 59، سنن التّرمذي : 69، سنن ابن ماجه : 386-3246)

جواب: اس کی سند صحیح ثابت ہے۔ کئی ائمہ اور اہل علم نے اس حدیث کی تصحیح و تحسین کی ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۱۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۳)، حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ (التلخیص لابن حجر: ۱/۱۰) حافظ بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ: ۲/۵۶) اور حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۱/۸۲) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (الاوسط: ۱/۲۴۷) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

❀ علامہ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ مُتَّصِلٌ ثَابِتٌ .

''اس کی سند متصل، ثابت ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير :1/346)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ جَلِيلٌ .

''یہ حدیث صحیح اور جلیل القدر ہے۔''

(البدر المُنير :348/1)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَقَطَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهٗ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُودًا فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ قَالَ : إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُولُوا : رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنے پہلو پر خراشیں آ گئیں، ہم آپ کی عیادت کرنے گئے، تو نماز کا وقت ہو گیا، آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی، تو ہم نے بھی (آپ کے پیچھے) بیٹھ کر نماز پڑھی، نماز پوری کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام صرف اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، جب وہ تکبیر کہے، تو آپ بھی تکبیر کہیں، جب وہ رکوع کرے، تو آپ بھی رکوع کریں اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے، تو آپ بھی

سر اٹھالیں، جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے، تو آپ ربنا ولک الحمد کہیں، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے، تو آپ بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔''

(صحيح البخاري : 689، 805، صحيح مسلم :411، المُنتقٰى لابن الجارود : 229)

جواب: یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے، صحیحین کی تمام مرفوع متصل روایات کو اُمت نے تلقی بالقبول بخشی ہے۔

❀ **امام ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ ثَابِتٌ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(حِلية الأولياء : 373/3)

❀ **حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير :471/1)

سوال: اس حدیث کا کیا حکم ہے؟

❀ **سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:**

قَدِمَ أُنَاسٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ، فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِلِقَاحٍ، وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَانْطَلَقُوا، فَلَمَّا صَحُّوا، قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ، فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ،

فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ، فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ، يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: فَهٰؤُلَاءِ سَرَقُوا وَقَتَلُوا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ.

''قبیلہ عکل یا عرینہ کے کچھ لوگ آئے، ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو بیت المال کی اونٹنیوں کے پاس جانے اور ان کا پیشاب اور دودھ پینے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ چلے گئے، جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ یہ خبر صبح ہی پہنچ گئی، آپ نے ان کے پیچھے صحابہ کو بھیجا، جب دن چڑھ آیا تو ان کو پکڑ لایا گیا۔ آپ نے حکم دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے، ان کی آنکھیں نکال دی گئیں اور ان کو پتھریلی زمین میں پھینک دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن ان کو پانی دیا نہ گیا۔ ابوقلابہ تابعی فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا یہ انجام اس لئے ہوا کہ انہوں نے قتل کیا، چوری کی، ایمان لانے کے بعد مرتد ہوئے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کیا۔''

(صحيح البخاري: 233، صحيح مسلم: 1671)

جواب: یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ صحیحین کی تمام مرفوع متصل احادیث بالاتفاق صحیح ہیں۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ.

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 256/10)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ حَدِيثٌ صَحِيحٌ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''بلاشبہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(التّوضيح : 446/4، البدر المُنير :572/1)

سوال: کیا درج ذیل حدیث صحیح ہے؟

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ .

''سونے اور چاندی کے برتنوں میں مت پیو۔''

(صحيح البخاري : 5633، صحيح مسلم : 2067)

جواب: یہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے، جو کہ بالاتفاق صحیح ہے، اُمت نے صحیحین کو تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❁ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(البدر المُنير لابن المُلَقِّن :621/1، التّلخيص الحبير لابن حجر :207/1)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

”اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنة :369/11)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(البدر المُنير :620/1)

سوال: درج ذیل حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

اغْتَسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ وَدَلَكَ يَدَهٗ بِالْأَرْضِ أَوْ قَالَ : بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهٗ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَسَائِرِ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ فَنَاوَلْتُهٗ خِرْقَةً لِيَتَنَشَّفَ بِهَا أَوْ لِيَمْسَحَ بِهَا فَأَبٰى أَنْ يَأْخُذَهَا وَقَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا يَنْفُضُهَا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، تو (پہلے) شرمگاہ کو دھویا، پھر ہاتھ زمین یا دیوار پر رگڑا، پھر نماز کی طرح وضو کیا، پھر سر سمیت پورے جسم پر پانی بہایا، پھر ایک طرف ہٹ کر پاؤں دھوئے۔ میں نے آپ کو کپڑا دیا، تا کہ اس سے جسم خشک کر لیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لینے سے انکار کر دیا اور ہاتھ سے پانی جھاڑنے لگے۔“

(صحيح البخاري : 257، صحيح مسلم : 317، المُنتقٰى لابن الجارود : 100)

جواب: یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے، صحیحین کی تمام مرفوع متصل روایات

بالاتفاق صحیح ہیں، انہیں اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 12/2)

❁ علامہ ابوسعد ابن صفار شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ، عَالٍ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے، یہ عالی السند ہے۔''

(الأربعون، ص 236)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير :620/1)

سوال: درج ذیل حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا .

''جو نماز پڑھنا بھول جائے یا سویا رہے، اس کا کفارہ یہی ہے کہ جب اسے یاد آئے، نماز پڑھ لے۔''

(صحيح البخاري : 597، صحيح مسلم : 684، المُنتقٰى لابن الجارود : 239)

جواب: یہ حدیث بالاجماع صحیح ہے۔اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 241/2)

❀ علامہ احمد بن فرح لخمی اشبیلی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِتَّفَقْنَا عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر ہمارا اتفاق ہے۔''

(مُختصَر خلافيّات البَيْهقي : 252/2)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير : 658/2)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ .

''جب میں آپ کو کسی شے سے منع کردوں، تو اس سے مجتنب رہا کریں اور جب کسی کام کا حکم دوں، تو استطاعت کے مطابق اسے بجالایا کریں۔''

(صحيح البخاري : 7288، صحيح مسلم : 1337)

جواب: یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 199/1)

❀ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح مُشكل الوسيط : 94/2)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(مَجموع الفتاوى : 72/23)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَعِظَمِ مَوْقِعِهٖ وَأَنَّهٗ قَاعِدَةٌ عَظِيمَةٌ مِّنْ قَوَاعِدِ الْإِسْلَامِ .

''یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے صحیح اور عظیم المرتبت ہونے پر اتفاق ہے، نیز یہ حدیث اسلام کے قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے۔''

(البدر المُنير : 665/2)

❀ علامہ محمد بن علان مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(الفُتوحات الرّبانية :80/1)

سوال: حلال وحرام کے بارے میں مروی اس حدیث کا کیا حکم ہے؟

❀ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ، كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهٗ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِي أَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ .

''حلال وحرام دونوں واضح ہیں، ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، بہت سے لوگ انہیں نہیں جانتے، (البتہ ماہر علما جانتے ہیں) لہٰذا جو شبہات سے بچ گیا، اس نے دین وعزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں مبتلا ہو گیا، وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے، تو قریب ہے کہ وہ اس چراگاہ میں چرائے گا، سن لیں! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیا ہیں، خبردار! جسم میں ایک لوتھڑا ہوتا

ہے، جب وہ درست ہوتا ہے،تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب ہو جاتا ہے،تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یادرکھیں !وہ دل ہے۔‘‘

(صحیح البخاري : 52، صحیح مسلم : 1599)

جواب: یہ حدیث صحیح ثابت ہے، ائمہ حدیث نے اسے بالاجماع صحیح قرار دیا ہے، صحیحین کی تمام مرفوع متصل روایات صحیح ہیں، انہیں اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(شرح السّنة : 100/6)

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’یہ حدیث صحیح ہے،اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(مُعجم ابن عَساکر :489/1، 953/2)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(بُستان العارفین، ص 17)

❀ علامہ ابوالعباس ابن ظاہری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(مَشيخة ابن البخاري : 848/2)

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ، مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(جامع العُلوم والحِكَم، ص 172، تفسير ابن رجب : 84/1، شرح حديث مثل الإسلام، ص 200)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ وَعِظَمِ مَوْقِعِهٖ وَأَنَّهٗ أَحَدُ الْأَحَادِيثِ الَّتِي عَلَيْهَا مَدَارُ الْإِسْلَامِ .

’’یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے صحیح اور عظیم المرتبت ہونے پر اتفاق ہے، نیز یہ ان احادیث میں سے ایک ہے، جن پر دین اسلام کا مدار ہے۔‘‘

(البدر المُنير : 665/2)

۞ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ بِجَمِيعِ أَلْفَاظِهٖ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ، ثَابِتٌ فِي دَوَاوِينِ الْإِسْلَامِ ثُبُوتًا لَا يُنْكِرُهٗ عَارِفٌ بِالسُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ .

’’یہ حدیث اپنے تمام الفاظ کے ساتھ بالاتفاق صحیح ہے، دواوین اسلام میں اس کا ایسا ثبوت ہے کہ سنت مطہرہ کا علم رکھنے والا کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرسکتا۔‘‘

(الفتح الرّباني :5717/11)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: دعا میں ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

جواب: دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون اور مستحب ہے۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں عاجزی، خضوع وخشوع، تضرع وتذلل، مسکینی اور فقیری کا اظہار ہوتا ہے۔ دعا میں ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے۔ اس سے دعا کی قبولیت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اس پر متواتر احادیث اور اجماع اُمت دلیل ہیں۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ الْمَأْثُورَةُ بِأَنَّ الْأَيْدِيَ تُرْفَعُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ .

”متواتر احادیث میں مروی ہے کہ کئی مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں گے۔“

(الخلافيات للبيهقي : 375/2)

❁ علامہ امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی رحمہ اللہ (۷۵۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ رَفْعَ الْأَيْدِي وَقْتَ الدُّعَاءِ مُسْتَحَبٌّ، وَعَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فِي سَائِرِ الْبِلَادِ .

”دعا کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مستحب ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔“

(غاية البيان : 161/2)

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی

ہیں، جو مجموعی طور پر تواتر معنوی کو پہنچتی ہیں۔

① سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 6383، صحيح مسلم : 2498)

② سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(مسند الحُميدي : 1081، صحيح البخاري : 6397، صحيح مسلم : 2524)

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 1031، صحيح مسلم : 5/895)

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(صحيح مسلم : 974)

⑤ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1780)

⑥ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 1014، 1029، صحيح مسلم : 897)

⑦ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

(صحيح مسلم : 202)

⑧ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1780)

⑨ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(صحيح مسلم : 1751)

⑩ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 116، الأدب المُفرد : 614)

⑪ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 913)

⑫ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(صحيح مسلم :901)

⑬ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1763)

⑭ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(صحيح مسلم : 1015)

⑮ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(زوائد مسند الإمام أحمد : 151/1، وسندهٗ حسنٌ)

⑯ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(سنن أبي داوٗد : 1173، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام ابوداوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، إِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ .

''یہ حدیث غریب ہے لیکن اس کی سند بہترین ہے۔''

اس حدیث کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (۲۵۱۹) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۸۶۰) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/ ۳۲۸) نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی شرط برقرار رکھی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (الاذکار،ص ۱۶۰) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(البدر المُنير : 152/5)

⑰ سیدنا عمیر مولیٰ ابی اللحم رضی اللہ عنہ

(مسند الإمام أحمد : 223/5، سنن أبي داوٗد : 1168، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۸۷۸) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

⑱ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

(صحيح البخاري : 1033، صحيح مسلم : 9/897)

⑲ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں قنوت نازلہ کرتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(مسند الإمام أحمد : 137/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (۷۴۴۳) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

⑳ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ، يَسْتَحْيِي، إِذَا رَفَعَ الْعَبْدُ يَدَيْهِ، أَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا، حَتّٰى يَضَعَ فِيهِمَا خَيْرًا .

''حیا اور کرم اللہ کی صفات ہیں، بندہ جب اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے، تو ان ہاتھوں کو خالی لوٹانے میں اس کی حیا مانع ہو جاتی ہے اور وہ ان ہاتھوں کو خیر سے بھر دیتا ہے۔''

(أمالي المحاملي برواية ابن يحيى البيّع : 433، شرح السنّة للبغوي : 1385، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ .

''یہ حدیث حسن غریب ہے۔''

❁ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے بھی دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 3364)

❁ سیدنا زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 3827)

❁ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 684، صحيح مسلم :421)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر تبویب کی ہے:

بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِي فِي الصَّلَاةِ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ .

''پیش آمدہ مسئلہ کے وقت نماز میں ہاتھوں کو اٹھانا۔''

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحُجَّةُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فِي رَفْعِ أَبِي بَكْرٍ يَدَيْهِ بِحَضْرَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ .

''اس حدیث میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہاتھ اٹھانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں منع نہ کرنا، (دعا میں ہاتھ اٹھانے پر) دلیل ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 208/3)

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ فِي أَوَّلِهٖ وَأَوْسَطِهٖ وَفِي آخِرِهٖ فِي

الْفَرِيضَةِ وَغَيْرِهَا .

”فرض اور نفل نماز کے اندر شروع، درمیان اور آخر میں دعا کرنا جائز ہے۔“

(سنن أبي داود : 769، وسندهٗ صحيحٌ)

نماز میں معمول کی دعاؤں سے ہٹ کر جب بھی دعا کی جائے، جیسے قنوت نازلہ، قنوت وتر یا ان کے علاوہ کوئی خارجی دعا، جس طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کی، تو ان میں ہاتھ اٹھائے جا سکتے ہیں۔

❀ سلیم بن عامر خبائری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّاسَ قُحِطُوا بِدِمَشْقَ، فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَسْقِي بِيَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ .

”دمشق میں قحط پڑ گیا، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یزید بن الاسود رحمہ اللہ کے وسیلے سے بارش طلب کرنے کے لیے نکلے۔“

(تاريخ أبي زرعة :602/1، تاريخ ابن عساكر : 111/65، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ دوسری روایت میں اس کی وضاحت ہے:

إِنَّ السَّمَاءَ قُحِطَتْ، فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَأَهْلُ دِمَشْقَ يَسْتَسْقُونَ، فَلَمَّا قَعَدَ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمِنْبَرِ، قَالَ : أَيْنَ يَزِيدُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْجُرَشِيُّ؟ فَنَادَاهُ النَّاسُ، فَأَقْبَلَ يَتَخَطَّى النَّاسَ، فَأَمَرَهٗ مُعَاوِيَةُ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَقَعَدَ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : اللّٰهُمَّ! إِنَّا نَسْتَشْفِعُ إِلَيْكَ الْيَوْمَ بِخَيْرِنَا

وَاَفْضَلِنَا، اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَشْفِعُ إِلَيْكَ الْيَوْمَ بِيَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ الْجُرَشِيِّ، يَا يَزِيدُ ارْفَعْ يَدَيْكَ إِلَى اللّٰهِ، فَرَفَعَ يَزِيدُ يَدَيْهِ وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ، فَمَا كَانَ أَوْشَكَ اَنْ ثَارَتْ سَحَابَةٌ فِي الْغَرْبِ، كَاَنَّهَا تُرْسٌ، وَهَبَّتْ لَهَا رِيحٌ، فَسُقِينَا، حَتّٰى كَادَ النَّاسُ أَنْ لَّا يَبْلُغُوْا مَنَازِلَهُمْ.

''ایک دفعہ قحط پڑا، معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور دمشق کے لوگ بارش طلب کرنے کے لیے نکلے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے، تو فرمایا: یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں آواز دی۔ وہ لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منبر پر بٹھایا اور خود ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دُعا کی: اللہ! ہم تیری بارگاہ میں سب سے بہتر اور افضل شخص کی سفارش لائے ہیں، اللہ! ہم تیرے پاس یزید بن الاسود جرشی کی سفارش لے کر آئے ہیں۔ (پھر فرمایا) یزید! اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ اٹھایئے (اور دُعا کیجیے)، یزید رحمہ اللہ نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ جلد ہی افق کی مغربی جانب ایک ڈھال نما بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا، ہوا چلی اور بارش شروع ہوگئی، حتی کہ محسوس ہوا کہ لوگ اپنے گھروں تک بھی نہ پہنچ پائیں گے۔''

(المَعرِفة والتّاريخ للفَسوي: 219/2، تاريخ ابن عساكر: 112/65، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس اثر کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(الإصابة في تمييز الصحابة: 697/6)

دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا:

دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا جائز ہے۔

❁ ابونعیم وہب بن کیسان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ الزُّبَيْرِ يَدْعُوَانِ، يُدِيرَانِ بِالرَّاحَتَيْنِ عَلَى الْوَجْهِ.

''میں نے دیکھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم دُعا کے بعد ہتھیلیاں چہرے پر پھیر لیا کرتے تھے۔''

(الأدب المفرد للبخاري: 609، وسندهٗ حسنٌ)

❁ معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا كَعْبٍ، صَاحِبُ الْحَرِيرِ، يَدْعُوْ رَافِعًا يَّدَيْهِ، فَإِذَا فَرَغَ؛ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ، فَقُلْتُ لَهٗ: مَنْ رَّأَيْتَ يَفْعَلُ هٰذَا؟ قَالَ: الْحَسَنَ بْنَ أَبِي الْحَسَنِ.

''میں نے ابوکعب عبدربہ بن عبید رحمہ اللہ کو دیکھا، ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے اور بعد میں ہاتھ چہرے پہ پھیر لیتے، عرض کیا: کسی کو ایسا کرتے دیکھا ہے؟ فرمایا: حسن بصری رحمہ اللہ کو۔''

(فضّ الوِعاء في أحاديث رفع اليدين بالدعاء للسّيوطي: 59، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

معلوم ہوا کہ دُعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا درست ہے۔

سوال: اس حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ معاذہ رحمہا اللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے سوال و جواب بیان کرتی ہیں:

مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ، وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ، فَقَالَتْ:

أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ ؟ قُلْتُ : لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ، وَلٰكِنِّي أَسْأَلُ، قَالَتْ : كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ، فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ .

''عرض کیا ،حائضہ روزے کی قضائی تو دیتی ہے،نماز کی قضائی کیوں نہیں دیتی ؟فرمایا: آپ حروریہ ہیں؟عرض کیا نہیں ،میں حروریہ نہیں ہوں،فقط سوال کیا ہے،فرمایا: ہم ماہواری میں ہوتیں تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا،نماز کی قضا کا نہیں۔''

(صحيح البخاري :321، صحيح مسلم : 335)

جواب: یہ حدیث بالا جماع صحیح ہے،اسے اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 22/2)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير : 71/3)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنَامُ

أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ؟ قَالَ : لِيَتَوَضَّأْ وَلْيَنَمْ وَلْيَطْعَمْ إِنْ شَاءَ .

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آدمی حالت جنابت میں سوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کرے اور سو جائے، چاہے تو کھا بھی سکتا ہے۔“

(صحيح البخاري : 290، صحيح مسلم : 306، المُنتقى لابن الجارود : 95)

جواب: یہ حدیث بخاری و مسلم میں آتی ہے، بالاجماع صحیح اور ثابت ہے۔ صحیحین میں موجود ساری کی ساری مرفوع متصل احادیث حق ہیں۔ ہر دور میں اہل علم نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا ہے، ان سے حجت پکڑی ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنة : 32/2)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(البدر المُنير : 575/2)

سوال: درج ذیل روایت کی کیا حقیقت ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ فِي الصَّلَاةِ .

”نماز میں ہاتھوں کو روک کر رکھو۔“

(غاية البَيان للعلامة أمير كاتب الحنفي : 111/2)

جواب: بے اصل روایت ہے۔ کتب حدیث میں اس پر آگاہی نہیں ہو سکی۔

سوال: نماز میں تطبیق کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: تطبیق سے مراد رکوع میں ہتھیلیاں جوڑ کر گھٹنوں کے رکھ لینا ہے۔ یہ عمل شروع اسلام میں جائز تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔

❀ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ النَّسْخُ وَاتَّفَقَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ .

”تطبیق کا منسوخ ہونا ثابت ہے اور اس کی منسوخیت پر اُمت کا اجماع ہے۔“

(عارضة الأحوذي : 77/2)

تنبیہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رکوع میں تطبیق کرتے تھے۔

(صحيح مسلم : 534)

ممکن ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو نسخ کا علم نہ ہو سکا ہو۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَا يَخْشٰى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ أَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ صُورَتَهٗ صُورَةَ حِمَارٍ؟ .

”جو امام سے پہلے سجدے سے سر اٹھاتا ہے، کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ

اللہ تعالی اس کا سر گدھے کے سر جیسا کر دے یا اس کی شکل گدھے کی شکل میں تبدیل کر دے؟''

(صحيح البخاري :691، صحيح مسلم : 427)

جواب:یہ صحیحین کی روایت ہے، بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل احادیث بالاجماع صحیح ہیں، انہیں اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 417/3)

❀ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ عِنْدَ الْجَمِيعِ .

''یہ حدیث تمام اہل علم کے نزدیک صحیح ہے۔''

(عارضة الأحوذي : 470/2)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير : 484/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(التّلخيص الحبير : 103/2)

سوال: شفاعت کے بارے میں مروی درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَفِي قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ .

”(میری شفاعت سے) لا الہ الا اللہ پڑھنے والا ہر وہ شخص جہنم سے نکل آئے گا، جس کے دل میں جو کے برابر خیر ہوگی، کلمہ پڑھنے والے وہ لوگ بھی آگ سے نکل جائیں گے، جن کے دل میں گندم کے دانے کے برابر خیر موجود ہوگی اور جہنم سے وہ کلمہ گو بھی نکل جائے گا، جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر ہوگی۔“

(صحيح البخاري : 44، صحيح مسلم : 193)

جواب: یہ متواتر حدیث ہے اور بالاجماع صحیح ہے۔ اسے اُمت نے تلقی بالقبول سے نوازا ہے۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبلاء : 363/11، الشّفاعة للذّهبي، ص 20)

❀ علامہ مسافر بن محمد بن حاجی دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(كتاب الأربعين، تحت الرقم : 6)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنة : 191/15)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(الاتباع، ص 58)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت کے ایام میں لوگوں کو امامت کون کراتا تھا؟

جواب: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حاضر ہونے سے قاصر ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کرانے کا حکم دیا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے حکم فرمایا کہ ابو بکر صدیق کو ہی نماز پڑھانے کا کہا جائے۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کر دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ رضی اللہ عنہ ہی امامت کراتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تقرری اور تعیناتی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استدلال کر کے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل مقرر کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا۔

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي قَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ : فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ : وَاللّٰهِ، مَا بِي إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ يَتَشَاءَ مَ النَّاسُ، بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ : فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ : لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ .

''رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو آنسوؤں پر کنٹرول نہیں رہتا۔ کسی اور کو حکم دے دیں، تو اچھا ہو۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر سب سے پہلے کھڑے ہونے والے کے بارے میں بدشگونی کریں، میں نے رسول ﷺ سے دو تین بار تکرار کیا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں، آپ تو صواحب یوسف علیہ السلام جیسی ہو۔''

(صحیح البخاري : 679، صحیح مسلم : 418، واللفظ لهٗ)

❁ اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''متواتر'' کہا ہے۔

(مَجموع الفتاویٰ : 4/424، الفتاوی الکبریٰ : 4/443)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنة : 424/3)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَوَاتِرٌ .

”یہ حدیث متواتر ہے۔“

(تاریخ الخلفاء، ص 52)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي فِيهِ مِنْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ صَلَّى بِهِمْ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهٖ إِلٰى أَنْ مَاتَ مِمَّا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ بِالنَّقْلِ .

”اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں مرض الموت کے وقت سے وفات تک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے، اس پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔“

(مِنهاج السّنّة : 559/8)

سوال: وضو میں پاؤں دھونے کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔ اس پر قرآن کریم، احادیث متواترہ، آثار سلف اور مسلمانوں کا اجماع ہے۔ روافض اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾(المائدة : ٦)

”ایمان والو! نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو، تو چہرہ دھوو، کہنیوں سمیت ہاتھ اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھوؤ اور سر کا مسح کرو۔“

قرآنِ کریم کی اس آیت کریمہ میں پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے۔اس آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا، فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ، فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلٰى أَرْجُلِنَا، فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ : وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا .

”ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے۔عین عصر کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ملے۔ہم وضو کرنے اور اپنے پاؤں کو ہلکا دھونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ پکارا: خشک ایڑھیوں کے لیے جہنم کی ”ویل“ نامی وادی ہے۔“

(صحیح البخاري : 163، صحیح مسلم :241)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنة :428/1)

۞ علامہ ابوالحسین مؤید بن محمد طوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”یہ حدیث صحیح ہے، اس کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(الأربعون، ص 112)

۞ امام لغت، ابومنصور ازہری ہروی رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْقَدَمَيْنِ غَيْرُ جَائِزٍ، وَأَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوعِدُ بِالنَّارِ إِلَّا فِي تَرْكِ الْعَبْدِ مَا فُرِضَ عَلَيْهِ، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ پاؤں پر مسح جائز نہیں، نیز پاؤں کو ایڑھیوں سمیت دھونا ضروری ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ جہنم کی وعید کسی فرض شے کے چھوڑنے پر ہی سناتے ہیں۔ یہ اکثر اہل علم کا مؤقف ہے۔“

(تهذيب اللُّغة :182/1)

۞ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

وَعِيدٌ فِي تَرْكِ اسْتِيعَابِ الرِّجْلِ غَسْلًا، وَفِيهِ بَيَانُ بُطْلَانِ قَوْلِ مَنْ تَأَوَّلَ مِنَ الرَّوَافِضِ الْآيَةَ عَلَى الْمَسْحِ إِذَا قُرِئَتْ بِكَسْرِ اللَّامِ، مِنْ قَوْلِهٖ : ﴿وَأَرْجُلِكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ .

”اس حدیث میں پاؤں کو پوری طرح نہ دھونے پر وعید ہے۔ نیز اس حدیث میں روافض کا رد ہے، کیونکہ وہ آیت کریمہ کا معنیٰ مسح کرنا کرتے ہیں، جب آیت:﴿وَأَرْجُلِكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ میں لام پر کسرہ پڑھا جائے۔“

(أعلام الحديث :256/1)

❀ لغوی امام، علامہ ابن فارس رحمہ اللہ (۳۹۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ، فَوَاجِبٌ، لَا صَلَاةَ إِلَّا بِغَسْلِهِمَا، وَالدَّلِيلُ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ : ﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ .

”(وضو میں) پاؤں کو دھونا واجب ہے، انہیں دھوئے بغیر نماز نہیں۔ اس کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ ”اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں کو دھوؤ۔“

(حِلية الفُقهاء، ص 44)

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

ثَابِتٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ وَالْوَعِيدُ عَلٰى تَرْكِهٖ .

”رسول اللہ ﷺ سے پاؤں دھونا ثابت ہے اور اسے ترک کرنے پر وعید ہے۔“

(السّنن الكبرىٰ :122/1)

❀ علامہ واحدی رحمہ اللہ (۴۶۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا النَّصَبُ فَهُوَ ظَاهِرٌ؛ لِأَنَّهٗ عَطْفٌ عَلَى الْمَغْسُولِ، لِوُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ بِإِجْمَاعٍ، لَا يَقْدَحُ فِيهِ قَوْلُ مَنْ خَالَفَ .

’’(آیت کریمہ میں) نصب (زبر) تو ظاہر ہے، کیونکہ وہ مغسول (جنہیں دھونا جاتا ہے) پر عطف ہے، اس لیے کہ پاؤں کو دھونا بالا جماع واجب ہے، مخالفین کا قول اس میں باعث قدح نہیں۔‘‘

(التّفسير البسيط : 281/7)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهٖ أَنْفُسَهَا، مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ، قَالَ قَتَادَةُ : إِذَا طَلَّقَ فِي نَفْسِهٖ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ .

’’اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خیالات فاسدہ کی حد تک معاف فرما دیا ہے جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان سے ادا نہ کرے۔ (راوی حدیث) قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر کسی نے اپنے دل میں طلاق دے دی، تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، جب تک زبان سے ادا نہ کرے۔‘‘

(صحيح البخاري : 5269، صحيح مسلم : 127)

جواب: یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(شرح السّنة :108/1)

❀ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُتَّفَقٌ عَلٰی صِحَّتِہٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(مُعجم ابن عساکِر :79/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّفَقُ عَلٰی صِحَّتِہٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(البدر المُنیر : 181/4)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ادَّهِنُوا بِاللُّبَانِ فَإِنَّهُ أَحْظٰى لَكُمْ عِنْدَ نِسَائِكُمْ .

''روغن لوبان کا استعمال کریں، کیونکہ یہ بیویوں سے لطف اندوز ہونے میں مدد دیتا ہے۔''

(الكامل لابن عدي : 202/3)

جواب: جھوٹی و من گھڑت روایت ہے۔

① ابوسعید حسن بن علی عدوی ''متروک ووضاع'' ہے۔

② محمد بن تمیم نہشلی ، ابراہیم بن سلیمان، محمد بن صدقہ مجہول ہیں۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَانِ الْحَدِيثَانِ مَوْضُوعَانِ عَلٰى أَهْلِ الْبَيْتِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ صَدَقَةَ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سُلَيْمَانُ، وَمُحَمَّدُ بْنُ تَمِيمٍ لَا يُعْرَفُونَ .

''یہ دونوں حدیثیں گھڑ کر اہل بیت سے منسوب کر دی گئیں ہیں، محمد بن صدقہ، ابراہیم بن سلیمان اور محمد بن تمیم تینوں غیر معروف ہیں۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 203/3)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ بَاطِلٌ مُخْتَلَقٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

”یہ حدیث باطل، من گھڑت اور بے اصل ہے۔“

(زاد المَعاد: 451/4)

❀ علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ نے اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے۔

(الآداب الشّرعية: 22/3)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ”موضوع“ کہا ہے۔

(اللآلي المَصنوعة: 233/2)

❀ علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”موضوع“ کہا ہے۔

(تذكرة المَوضوعات، ص 161)

❀ یہ روایت درج ذیل الفاظ سے بھی مروی ہے:

اِدَّهِنُوا بِالْبَانِ ....

”روغن بان کا استعمال کریں۔“

(المَوْضوعات لابن الجوزي: 67/3)

یہ وہی اوپر والی روایت ہے، صرف روغن لوبان کی جگہ روغن بان کا ذکر ہے۔

سوال: کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ترین صحابی ہیں؟

جواب: انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں میں افضل ترین شخصیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایسی کئی خصوصیت حاصل ہیں، جو کسی دوسرے کے حصہ میں نہیں آئیں۔ تمام صحابہ کرام بشمول سیدنا علی رضی اللہ عنہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق طور پر سب سے بہتر اور افضل سمجھتے تھے۔ سلف اُمت، ائمہ ومحدثین اور اہل

سنت والجماعت کا یہ اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(التّوبة : ٤٠)

”دو میں سے دوسرے، جب وہ دونوں غار میں تھے، تو وہ (نبی ﷺ) اپنے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔“

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى أَنَّ الصَّاحِبَ الْمَذْكُورَ أَبُو بَكْرٍ .

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ (آیت میں) مذکور ”صاحب“ سے مراد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔“

(تاریخ الخُلفاء، ص41)

❀ سالم بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر مرضِ موت میں غشی طاری ہوگئی، افاقہ ہوا، تو پوچھا: نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! تو فرمایا: بلال کو حکم دیں، وہ اذان کہیں اور ابوبکر سے کہیں کہ وہ نماز پڑھائیں:

اِجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ يَتَشَاوَرُونَ، فَقَالُوا : انْطَلِقْ بِنَا إِلٰى إِخْوانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِي هٰذَا الْأَمْرِ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ : مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : مَنْ لَهٗ مِثْلُ هٰذِهِ الثَّلَاثِ ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ

لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(التّوبة : 40) مَنْ هُمَا؟ قَالَ : ثُمَّ بَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ وَبَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيلَةً .

''(رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد) مہاجرین مشورہ کے لیے جمع ہوئے، کہا: ہمیں انصار کے پاس لے چلو، ہم انہیں بھی اس معاملہ میں شریک کریں گے، انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ میں سے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس جیسی منقبت کس کے لیے ہے؟ ﴿إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(التّوبة : ٤٠) ''جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور بیعت کی اور سب لوگوں نے اچھے اور خوبصورت انداز سے بیعت کی۔''

(السّنن الکبرٰی للنّسائي : 8109، 11219، الشّمائل للتّرمذي : 397، مسند عَبد بن حُمَید : 365، المُعجم الکبیر للطّبراني : 6367، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (١٥٤١، ١٦٢٤) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں۔''

(مِصباح الزُّجاجة :1/146)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضلیت کئی اُمور کی بنا پر ہے۔ انہی خصوصیات کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق خلیفہ بلافصل مقرر کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر

بیعت کرلی۔ ذیل کی عبارت میں چند چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے، ملاحظہ ہو؛

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اُنْظُرْ إِلٰى خُصُوصِيَّتِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٰذِهِ الْأَسْرَارِ مِنْ مُرَافَقَتِهٖ فِي الْغَارِ وَمُرَافَقَتِهٖ فِي الْأَسْفَارِ وَمُلَازَمَتِهٖ فِي مَوَاضِعِ الْقَرَارِ حَيًّا وَّمَيِّتًا وَخُرُوجًا مِّنَ الْقَبْرِ وَدُخُولًا فِي الْجَنَّةِ مُقَدَّمًا عَلٰى جَمِيعِ الْأَبْرَارِ، وَفِي هٰذِهِ الْقَضِيَّةِ مِنَ الْإِشَارَةِ الْخَفِيَّةِ أَنَّهٗ أَفْضَلُ الْمُهَاجِرِينَ؛ لِأَنَّ هِجْرَتَهٗ مَقْرُونَةٌ بِهِجْرَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِ هِجْرَةِ غَيْرِهٖ مُقَدَّمًا أَوْ مُؤَخَّرًا فَهُوَ الْقَائِمُ مَعَ الْقَلْبِ بِحُكْمِ الرَّبِّ، وَمِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ الْمُهَاجِرِينَ أَفْضَلُ مِنَ الْأَنْصَارِ كَمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ الْأَبْرَارُ، وَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ سُبْحَانَهٗ بِقَوْلِهٖ: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ﴾ فَهٰذَا دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الصِّدِّيقَ هُوَ الْأَفْضَلُ مِنْ بَقِيَّةِ الْأَصْحَابِ كَمَا فَهِمَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، ثُمَّ الدَّلِيلُ الثَّانِي، وَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿إِذْ يَقُولُ﴾ أَيِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لِصَاحِبِهٖ﴾ أَيْ لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَلٰى مَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُفَسِّرُونَ فَسَمَّاهُ اللّٰهُ صَاحِبَهٗ وَلَمْ يُشَرِّفْ غَيْرَهٗ مِنَ الصَّحَابَةِ بِتَنْصِيصِهٖ عَلَى الصُّحْبَةِ، وَلِهٰذِهِ الْخُصُوصِيَّةِ قَالُوا: مَنْ أَنْكَرَ صُحْبَةَ

الصِّدِّيقِ كَفَرَ لِكَوْنِهِ مُتَضَمِّنًا لِإِنْكَارِ الْآيَةِ .

''غور کیجئے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان رازداریوں میں خصوصیت حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار اور رفیق سفر رہے، زندگی میں اور وفات کے بعد ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، قبر سے نکلتے وقت اور جنت میں داخل ہوتے وقت بھی ساتھ ہی ہوں گے، اس طرح آپ رضی اللہ عنہ باقی تمام نیکوکار لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پر مقدم ہیں۔ سفر ہجرت کے اس واقعہ میں مخفی اشارہ ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام مہاجرین میں افضل ہیں، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی ہجرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ملی ہوئی ہے، جبکہ دوسرے صحابہ کی ہجرت ایسی نہیں ہے، خواہ انہوں نے پہلے ہجرت کی ہو یا بعد میں کی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دل وجان سے رب تعالیٰ کے حکم پر قائم رہنے والے ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ مہاجرین کی جماعت انصار سے افضل ہے، جیسا کہ فاضل علما کا اتفاق ہے، نیز اس طرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اشارہ بھی کیا ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ﴾ ''مہاجرین اور انصار میں سے اسلام میں سبقت کرنے والے۔'' یہ (سفر ہجرت اور مصاحبت غار) دلیل ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بقیہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل تھے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے یہی سمجھا ہے۔ پھر اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ﴾ ''جب وہ اپنے صحابی سے کہہ رہے تھے۔'' یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے، جیسا کہ

مفسرین کا اجماع ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ قرار دیا، کسی دوسرے صحابی کی صحبت پر نص قائم کر کے شرف نہیں بخشا گیا، اسی خصوصیت کی وجہ سے اہل علم کہتے ہیں کہ جس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کیا، اس نے کفر کیا، کیونکہ اس سے آیت کریمہ کا انکار لازم آتا ہے۔''

(جمع الوَسائل في شرح الشّمائل : 220/2)

سوال: کیا جنبی کا پسینہ ناپاک ہے؟

جواب: جنبی کا پسینہ پاک ہے، نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں، حائضہ کے پسینے کا بھی یہی حکم ہے۔ کئی احادیث، آثار سلف اور اُمت کا اجماع اس پر دال ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ : فَانْخَنَسْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ : أَيْنَ كُنْتَ أَوْ أَيْنَ ذَهَبْتَ؟ قُلْتُ : إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا، قَالَ : إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے، کہتے ہیں: میں واپس لوٹ گیا اور غسل کر کے واپس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کہاں چلے گئے تھے؟ عرض کیا: میں جنبی تھا، فرمایا: مسلمان نجس نہیں ہوتا۔''

(صحيح البخاري : 283، صحيح مسلم : 371، المُنتقٰى لابن الجارود : 96)

❀ امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا عَرَقُ الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ فَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا كَرِهَهٗ .

''میں نے جانتا کہ جنبی اور حائضہ کے پسینے کو کسی نے مکروہ قرار دیا ہو۔''

(غريب الحديث :311/1)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ عَرَقَ الْجُنُبِ طَاهِرٌ، وَكَذٰلِكَ الْحَائِضُ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جنبی کا پسینہ پاک ہے، حائضہ کا بھی یہی حکم ہے۔''

(الإجماع : 26، الأوسط : 177/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

كُلُّ هٰذِهِ الْأَخْبَارُ تَدُلُّ عَلٰى طَهَارَةِ عَرَقِ الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ .

''یہ تمام احادیث (و آثار) دلیل ہیں کہ جنبی اور حائضہ کا پسینہ پاک ہے۔''

(الأوسط : 179/2)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ فِي طَهَارَةِ عَرَقِ الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ .

''فقہا کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جنبی اور حائضہ کا پسینہ پاک ہے۔''

(شرح صحيح البخاري :398/1)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ فِي طَهَارَةِ عَرَقِ الْجُنُبِ وَعَرَقِ الْحَائِضِ .

جنبی اور حائضہ کا پسینہ پاک ہونے میں اہل علم کا کوئی اختلاف ہے۔''

(الاستذكار :299/1)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى طَهَارَةِ عَرَقِ الْجُنُبِ وَالْحَائِضِ .

’’فقہا کا اتفاق ہے کہ جنبی اور حائضہ کا پسینہ پاک ہے۔‘‘

(شرح السّنّة : 30/2)

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

سُؤْرُهَا وَعَرَقُهَا طَاهِرَانِ وَهٰذَا كُلُّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَدْ نَقَلَ ابْنُ جَرِيرٍ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ عَلٰى هٰذَا وَدَلَائِلُهٗ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ ظَاهِرَةٌ مَشْهُورَةٌ .

’’حائضہ کا جھوٹا اور اس کا پسینہ طاہر ہے، ان سب باتوں پر اتفاق ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے، صحیح احادیث میں اس کے دلائل واضح اور مشہور ہیں۔‘‘

(المَجموع : 543/2)

۞ علامہ کرمانی رحمہ اللہ (٧٨٦ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ فِي طَهَارَةِ عَرَقِ الْجُنُبِ .

جنبی کا پسینہ پاک ہونے میں فقہائے اُمت کا کوئی اختلاف ہے۔‘‘

(شرح الكرماني : 147/3)

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (٧٩٥ھ) فرماتے ہیں:

فَضَلَاتُهُ الطَّاهِرَةُ بَاقِيَةٌ عَلٰى طَهَارَتِهَا، كَالدَّمْعِ وَالْعَرَقِ وَالرِّيقِ، وَهٰذَا كُلُّهٗ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ، وَلَا نَعْلَمُ بَيْنَهُمْ فِيهِ اخْتِلَافًا .

’’مسلمان کے پاکیزہ فضلات مثلاً آنسو، پسینہ اور تھوک سب (ہر حالت میں)

پاک ہی رہتے ہیں، ان سب کے پاک ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے، اس بارے میں ہمیں اہل علم کے مابین کسی اختلاف کا علم نہیں۔‘‘

(فتح الباري :343/1)

سوال: جو شخص کہے کہ خالق اور مخلوق کا وجود ایک ہی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: خالق اور مخلوق جدا جدا ہے، اللہ تعالیٰ کسی مخلوق سے ملا ہوا نہیں، جو شخص یہ کہے کہ خالق اور مخلوق کا وجود ایک ہی ہے، جدا جدا نہیں، وہ کھلا کافر ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا كَوْنُ وُجُودِ الْخَالِقِ هُوَ وُجُودُ الْمَخْلُوقِ؛ فَهٰذَا كُفْرٌ صَرِيحٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْإِيمَانِ؛ وَهُوَ مِنْ أَبْطَلِ الْبَاطِلِ فِي بَدِيهَةِ عَقْلِ كُلِّ إِنْسَانٍ .

’’یہ کہنا کہ خالق کا وجود ہی مخلوق کا وجود ہے، کفر صریح ہے، اس پر تمام اہل ایمان کا اتفاق ہے، ہر انسان کی عقل اس بات کو بدیہی طور پر باطل سمجھتی ہے۔‘‘

(مجموع الفتاوی : 26/2)

سوال: بالغ عورت کا ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بالغ آزاد عورت کے لیے ننگے سر نماز پڑھنا جائز نہیں، اس کے لیے چادر وغیرہ سے سر ڈھانپنا فرض اور واجب ہے، اس پر صحیح احادیث، آثار سلف اور اجماع اُمت دلیل ہیں۔ اگر کوئی بالغ آزاد عورت ننگے سر نماز پڑھے، خواہ وہ اکیلی ہی ہو اور اسے کوئی اجنبی مرد دیکھنے والا نہ ہو، تو بھی اس کی نماز باطل ہے، اس پر نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ .

''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز دوپٹہ (اوڑھنی) کے بغیر قبول نہیں کرتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 6/150-218، سنن أبي داوٗد : 641، سنن التّرمذي : 377، سنن ابن ماجه : 566، صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۷۳)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۷۷۵) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۱۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۲۵۱) نے مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

معجم لابن الاعرابی (۹۹۶، وسندہ صحیح) میں قتادہ ''مدلس'' کی متابعت امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ نے کی ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَيْءٌ مِنْ شَعْرِهَا مَكْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا .

''اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے کہ جب بالغ عورت نماز پڑھے اور اس کے بالوں کا ایک حصہ ڈھانپا ہوا نہ ہو، تو اس کی نماز جائز نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 377)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ رَأْسَهَا عَوْرَةٌ، وَلَوْ صَلَّتْ مَكْشُوفَةَ الرَّأْسِ لَا تَصِحُّ صَلَاتُهَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت کا سر پردہ ہے، اگر وہ کھلے سر نماز پڑھے، تو اس

کی نماز جائز نہیں۔''

(شرح السّنّة : 437/2)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا حَاضَتِ الْجَارِيَةُ لَمْ تُقْبَلْ لَهَا صَلَاةٌ إِلَّا بِخِمَارٍ .

''جب عورت بالغ ہو جائے، تو اس کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں ہوتی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6220، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْحُرَّةَ الْبَالِغَ تُخَمِّرُ رَأْسَهَا إِذَا صَلَّتْ، وَعَلٰى أَنَّهَا إِنْ صَلَّتْ، وَجَمِيعُ رَأْسِهَا مَكْشُوفٌ أَنَّ عَلَيْهَا إِعَادَةَ الصَّلَاةِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ بالغ آزاد عورت نماز میں سر ڈھانپے گی، نیز اجماع ہے کہ اگر نماز میں اس کا سارا سر ننگا ہو، تو اس پر نماز کا اعادہ ضروری ہے۔''

(الإجماع : 74، الأوسط : 69/5)

❁ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ الْحُرَّةَ الْبَالِغَةَ عَلَيْهَا أَنْ تُخَمِّرَ رَأْسَهَا إِذَا صَلَّتْ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ بالغ آزاد عورت کے لیے نماز میں سر ڈھانپنا ضروری ہے۔''

(الإقناع : 594)

سوال: کیا جنات کو دیکھا جا سکتا ہے؟

جواب: جنات کا حقیقی وجود ہے، عموماً وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے، مگر بعض کو نظر آ بھی سکتے ہیں۔ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ ہر دور میں ایسے واقعات ملتے ہیں، کہ بعض

انسانوں کو جنات دکھائی دیے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ البَارِحَةَ ـأَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا۔ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ، فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ: ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي﴾ .

''گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ سے آ ملا، تاکہ میری نماز میں خلل ڈال دے، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد میں کسی ستون سے باندھ دوں، تاکہ صبح کے وقت آپ بھی اسے دیکھ لیں، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی: ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي﴾ ''میرے رب! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما، جو میرے بعد کسی کے لیے نہ ہو۔''

(صحيح البخاري :461، صحيح مسلم :541)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ رُؤْيَةَ الْبَشَرِ الْجِنَّ غَيْرُ مُسْتَحِيلَةٍ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ انسان کو جن کو دیکھنا ناممکن امر نہیں۔''

(أعلام الحديث :399/1)

حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ رُؤْيَةَ الْجِنِّ غَيْرُ مُسْتَحِيلَةٍ، فَأَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَتَقَدَّسَ : ﴿إِنَّهٗ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ (الْأَعْرَاف : ٢٧)، فَإِنَّهٗ حُكْمُ الْأَعَمِّ وَالْأَغْلَبِ مِنَ الْآدَمِيِّينَ امْتَحَنَهُمْ بِذٰلِكَ، لِيَفْزَعُوا إِلَيْهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَيَسْتَعِيذُوا بِهٖ مِنْ شَرِّهِمْ، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ أَصْحَابَ سُلَيْمَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَرَوْنَ الْجِنَّ وَتَصَرُّفَهُمْ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ جن کو دیکھنا محال نہیں ہے، باقی جو فرمان باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّهٗ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ 'شیطان اور اس کی ذریت تمہیں دیکھتی ہے، مگر تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔' تو وہ انسانوں کے بارے میں عمومی اور اغلبی بات ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے، تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ پکڑیں اور جنات کے شر سے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کریں۔ نیز اس میں دلیل ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے صحابہ جنات اور ان کے تصرفات کو ملاحظہ کرتے تھے۔“

(شرح السّنة : 270/3)

علامہ کورانی حنفی رحمہ اللہ (۸۹۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ رُؤْيَةِ الْجِنِّ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ جن کو دیکھا جا سکتا ہے۔“

(الکَوْثر الجاري : 2/144)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خاتم الاولیاء ہیں، اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا خاتم الاولیاء ہونا ثابت نہیں، اس بارے میں مروی ساری کی ساری روایات بے اصل اور من گھڑت ہیں۔ انہیں کذاب اور متروک راویوں نے بیان کیا ہے۔

تاریخ میں کئی لوگوں نے خاتم الاولیاء ہونے کا دعویٰ کیا ہے، مگر یہ دعویٰ بے بنیاد ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ دَعْوَى الْمُدَّعِي وُجُودَ خَاتَمِ الْأَوْلِيَاءِ عَلٰى مَا ادَّعُوهُ، بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ هٰذَا أَحَدٌ مِّنَ الْمَعْرُوفِينَ قَبْلَ هٰؤُلَاءِ إِلَّا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ التِّرْمِذِيُّ الْحَكِيمُ فِي كِتَابِ «خَتْمُ الْوِلَايَةِ» وَقَدْ ذَكَرَ فِي هٰذَا الْكِتَابِ مَا هُوَ خَطَأٌ وَغَلَطٌ مُخَالِفٌ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ ...... فَفِي كَلَامِهِ مِنَ الْخَطَأِ، مَا يَجِبُ رَدُّهُ.

"روافض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خاتم الاولیاء کا وجود ہے، جبکہ یہ دعویٰ باطل اور بے اصل ہے۔ ان سے پہلے معروف علما میں سے کسی نے یہ بات نہیں کی، البتہ ابو عبداللہ محمد بن علی ترمذی حکیم نے اپنی کتاب "ختم الولایہ" میں بات کی ہے۔ حکیم ترمذی نے اس کتاب میں کئی ایسی باتیں کی ہیں، جو واضح خطا، غلطی، کتاب وسنت اور اجماع کے مخالف ہیں۔...... حکیم ترمذی کے کلام میں کئی ایسی

غلطیاں ہیں، جنہیں رد کرنا واجب ہے۔"

(مَجموع الفتاویٰ : 222/2)

سوال: قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا کیسا ہے؟

جواب: قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے، البتہ قبروں کے احترام کا خیال رکھا جائے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهٗ حَتّٰى إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ .

"جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، وہ ان کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔"

(صحيح البخاري : 1338، صحيح مسلم : 2870)

❀ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ، إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا ....

"میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ لوگوں کی واپسی کے وقت ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے......۔"

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

"اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔"

(شرح السّنة : 415/5)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(کتاب الرُّوح، ص 100)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الْمَشْيِ فِي النِّعَالِ بِحَضْرَةِ الْقُبُورِ، وَبَيْنَ ظَهْرَانَيْهَا .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ قبروں کے پاس اوران کے درمیان جوتے پہن کر چلنا جائز ہے۔''

(شرح السّنّة : 413/5)

تنبیہ:

❀ سیدنا بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جوتے پہن کر قبروں کے درمیان چل رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، تو فرمایا:

يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ، وَيْحَكَ أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ .

''اے سبتی (چمڑے کی ایک قسم) جوتے والے! انہیں اتار دیجئے۔''

تو اس نے جوتے اُتار دیے۔

(سنن أبي داود : 3230، سنن النّسائي : 2048، سنن ابن ماجه : 1568، وسندهٗ حسنٌ)

تمام دلائل میں تطبیق یہ معلوم ہوتی ہے کہ جوتے پہن کر قبروں کے درمیان چلنا مناسب نہیں، قبروں کے مابین چلنے والا ممکن ہے کہ قبروں کو پھلانگ دے اور قبروں کو پھلانگنا اہل قبور کے احترام واکرام کے منافی ہے۔ اس لیے قبروں کے مابین جوتے پہن کر چلنے

سے منع کر دیا گیا۔

البتہ ضرورت کے تحت جوتا پہن کر قبروں کے درمیان چلنا جائز ہے۔

اگر قبرستان میں راستے بنے ہوں یا قبرستان کی اطراف میں چلنا ہو، تو جوتا پہن کر چلنا بلا کراہت جائز ہے۔

جوتے میں چلنے کی ممانعت صرف قبروں کے مابین چلنے کے ساتھ خاص ہے۔ یہ ممانعت تحریمی نہیں، تنزیہی ہے، اس میں اہل قبور کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

تَوَسَّلُوا بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ.

''میرے مقام ومرتبے کے وسیلے سے دعا کیا کریں، اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا مقام بہت بلند ہے۔''

❁ یہ الفاظ بھی ہیں:

إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوهُ بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمٌ.

''اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، تو میرے مقام کے وسیلے سے مانگا کریں، میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔''

جواب: جھوٹی، بے اصل اور بے ثبوت ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

رَوٰى بَعْضُ الْجُهَّالِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: «إِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوهُ بِجَاهِي، فَإِنَّ جَاهِي عِنْدَ اللّٰهِ

عَظِيمٌ»، وَهٰذَا الْحَدِيثُ كَذِبٌ، لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِّنْ كُتُبِ الْمُسْلِمِينَ الَّتِي يَعْتَمِدُ عَلَيْهَا أَهْلُ الْحَدِيثِ، وَلَا ذَكَرَهٗ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، مَعَ أَنَّ جَاهَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَعْظَمُ مِنْ جَاهِ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ .

''بعض جاہل نبی کریم ﷺ سے منسوب یہ روایت بیان کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں، تو میرے مقام و مرتبہ کے وسیلے سے مانگا کریں، میرا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔'' یہ روایت جھوٹی ہے۔ مسلمانوں کی کسی کتاب میں اس کا وجود نہیں، جس پر محدثین اعتماد کرتے تھے۔ محدثین میں سے کسی نے اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ یہ تو برحق ہے کہ آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام انبیا و رسل سے بڑھ کر ہے، (لیکن اس مقام و مرتبے کو وسیلہ بنانا مشروع نہیں)۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 319/1، قاعدة جليلة في التوسّل والوسيلة، ص 252)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ كَذِبٌ مَوْضُوعٌ لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَا هُوَ فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْمُسْلِمِينَ الْمُعْتَمَدَةِ فِي الدِّينِ .

''یہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے، اسے کسی اہل علم نے روایت نہیں کیا اور نہ یہ مسلمانوں کی کسی معتمد دینی کتاب میں مندرج ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 126/27)

❀ نیز فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ بَاطِلٌ لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَا هُوَ فِي شَيْءٍ مِنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''یہ حدیث باطل ہے، کسی اہل علم نے اسے روایت نہیں کیا اور نہ یہ حدیث کی کسی کتاب میں موجود ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ :1/346،)

❀ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا هُوَ شَيْءٌ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''اس روایت کو اہل علم میں سے کسی نے روایت نہیں کیا، کتب حدیث میں اس کا وجود نہیں۔''

(تفسير الألوسي : 3/296)

❀ علامہ محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ (۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَلَا هُوَ فِي شَيْءٍ مِّنْ كُتُبِ الْحَدِيثِ .

''اسے اہل علم نے روایت نہیں کیا، نہ ہی کتب حدیث میں اس کا وجود ہے۔''

(صِيانة الإنسان، ص 188)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: انسان کا پیشاب پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسان کا پیشاب نجس اور ناپاک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اخبث (خبیث ترین) فرمایا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾

(الأعراف : ۱۵۷)

''وہ (نبی کریم ﷺ) لوگوں کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں اور خبائث کو حرام قرار دیتے ہیں۔''

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ .

''جب کھانا حاضر ہو اور جب دو خبیث چیزیں (بول و براز) کا دباؤ ہو، تو اس وقت نماز نہیں۔''

(صحيح مسلم : 560)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهِ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر : 433/8)

انسان کا پیشاب بدبودار اور پُرتعفن ہوتا ہے، اس کے اندر بہت سارے زہریلے مادے ہوتے ہیں، جو انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہیں۔ اس سے وجود انسانی کی تطہیر و پاکیزگی متاثر ہوتی ہے، لہٰذا انسان کا پیشاب پینا حرام ہے۔ دنیا بھر کے طبیب اور ڈاکٹرز اس سے منع کرتے ہیں۔ پیغمبر اسلام محمد کریم ﷺ نے صدیوں پہلے اسے خبیث قرار دیا ہے۔

سوال: کہانت پر اجرت لینا کیسا ہے؟

جواب: کہانت، علم غیب کے دعویٰ کا دوسرا نام ہے، مثلاً پیش آمدہ احوال و واقعات کی پہلے ہی خبر دینے کا دعویٰ کرنا کہانت ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں : میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بسا اوقات کاہن ہمیں کوئی بات بتاتے ہیں، تو وہ سچ ہو جاتی ہے، فرمایا:

تِلْكَ الْكَلِمَةُ الْحَقُّ، يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقْذِفُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ، وَيَزِيدُ فِيهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ .

”یہ سچی بات ہوتی ہے، جسے جن چرا لیتا ہے، پھر اپنے دوست کے کان میں پھونکتا ہے اور وہ اسے سو جھوٹ ملا کر (آگے بتاتا ہے)۔“

(صحیح مسلم : 2228)

کہانت کفر و شرک ہے۔ کاہن کی سخت مذمت کی گئی ہے، نیز کاہن سے مستقبل کی خبریں معلوم کرنے کے لیے جانا بھی سخت حرام عمل ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَتٰی کَاهِنًا، أَوْ عَرَّافًا، فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُولُ، فَقَدْ کَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ .

’’جو کاہن یا عراف کے پاس گیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا۔‘‘

(مسند الإمام أحمد : 429/2، وسندہٗ صحیحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ (۸/۱) نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ سیدنا معاویہ بن حکم سُلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

قُلْتُ : یَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا حَدِیثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِیَّةِ وَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ وَإِنَّ مِنَّا قَوْمًا یَّأْتُونَ الْکُهَّانَ قَالَ : فَلَا تَأْتِهِمْ .

’’میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نیا نیا مسلمان ہوا ہوں، اللہ نے ہمیں اسلام کی نعمت سے نوازا ہے، ابھی بھی ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں (غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے پاس مت جایا کریں۔‘‘

(صحیح مسلم : 537، المُنتقٰی لابن الجارود : 212)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

مَنْ أَتٰی عَرَّافًا أَوْ کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُولُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ .

’’جو شخص عراف، جادوگر یا کاہن کے پاس آیا، پھر اس کی بات کی تصدیق کی،

اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا۔“

(مسند الطّيالسي :381، المعجم الأوسط للطّبراني : 1453، وسندهٗ صحيحٌ)

ایسی بات صحابی اپنے اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا، لہٰذا یہ مرفوع حکمی ہے۔

کہانت کی کمائی:

کہانت حرام اور ناجائز عمل ہے، اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے۔ احادیث صحیحہ اور اجماعِ اُمت اس پر دلالت کناں ہیں۔

❀ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ .

”نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی شیرینی (اجرت) سے منع کیا ہے۔“

(صحيح البخاري : 2237، صحيح مسلم : 1567، المُنتقٰى لابن الجارود :581)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

”اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔“

(شرح السّنّة : 22/8)

کاہن کی شیرینی سے مراد وہ مال اور فائدہ ہے، جو اسے کہانت کرنے کے عوض دیا جاتا ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي حُلْوَانِ الْكَاهِنِ أَنَّهٗ مَا يُعْطَاهُ عَلٰی كَهَانَتِهٖ وَذٰلِكَ كُلُّهٗ مِنْ أَكْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ .

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ کاہن کی شیرینی سے مراد وہ مال ہے، جو اسے کہانت کرنے پر دیا جاتا ہے۔ یہ باطل طریقے سے مال کھانے میں سے ہے۔''

(الاستذكار : 429/6)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

حُلْوَانُ الْكَاهِنِ : مَا يَأْخُذُهُ الْمُتَكَهِّنُ عَلٰی كَهَانَتِهٖ، وَفِعْلُ الْكَهَانَةِ بَاطِلٌ، لَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَيْهَا .

''کاہن کی شیرینی سے مراد وہ شے ہے، جو کاہن کہانت کرنے پر لیتا ہے۔ کہانت کرنا باطل عمل ہے، اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔''

(شرح السنة : 23/8)

کاہن کی اجرت بالاتفاق حرام ہے، کیونکہ حرام کام سے کمائی کرنا بھی حرام ہے۔

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا نَهْيُهٗ عَنْ حُلْوَانِ الْكَاهِنِ فَالْأُمَّةُ مُجْمِعَةٌ عَلٰی تَحْرِيمِهٖ .

''کاہن کی شیرینی (اُجرت) کے حرام ہونے پر اُمت کا اجماع ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 439/9)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ فَمُجْتَمَعٌ أَيْضًا عَلٰی تَحْرِيمِهٖ .

''کاہن کی اُجرت کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔''

(التّمهيد : 75/6)

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى تَحْرِيمِ مَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ زانیہ کی کمائی اور کاہن کی اجرت حرام ہے۔''

(شرح السنة : 23/8)

۞ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ ...... فَهُوَ مُحَرَّمٌ بِإِجْمَاعٍ.

''کاہن کی اجرت بالاجماع حرام ہے۔''

(المَسالك في شرح موطأ الإمام مالك : 39/6)

۞ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ فَمِنْ أَكْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ لِأَنَّهُ شَرُّ الْكَذِبِ وَالضَّلَالِ فَيَكُونُ كَشِرَاءِ الْمُحَرَّمِ مِنَ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ وَمَا أَشْبَهَهَا.

''کاہن کا اجرت لینا دراصل باطل طریقہ سے مال کھانا ہے، کیونکہ کہانت سب سے برا جھوٹ اور گمراہی ہے، لہٰذا کہانت پر اجرت لینا حرام مردار اور بت وغیرہ بیچنے کے مترادف ہے۔''

(القَبس في شرح موطإ مالك بن أنس، ص 799)

۞ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

سُؤَالُهُمْ عَنْ غَيْبٍ لِيُخْبِرُوا عَنْهُ حَرَامٌ، وَمَا يَأْخُذُونَ عَلٰى ذٰلِكَ حَرَامٌ، وَلَا خِلَافَ فِيهِ.

”ان (کاہنوں اور نجومیوں) سے غیب کے متعلق سوال کرنا تا کہ وہ اس کے متعلق خبر دے دیں، یہ حرام عمل ہے اور جو کاہن وغیرہ اس عمل پر اجرت لیتے ہیں، وہ حرام ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“

(المُفهم: 633/5)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ بِالنَّهْيِ عَنْ إِتْيَانِ الْكُهَّانِ وَتَصْدِيقِهِمْ فِيمَا يَقُولُونَ وَتَحْرِيمِ مَا يُعْطُونَ مِنَ الْحُلْوَانِ وَهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ وَقَدْ نَقَلَ الْإِجْمَاعَ فِي تَحْرِيمِهٖ جَمَاعَةٌ .

”صحیح احادیث میں واضح طور پر کاہنوں کے پاس جانے اور ان کی باتوں کی تصدیق کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، نیز انہیں (کہانت کرنے پر) جو اجرت دی جاتی ہے، اس کے حرام ہونے کی صراحت ہوئی ہے۔ اس کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اس کی حرمت پر علما کی ایک جماعت نے اجماع نقل کیا ہے۔“

(شرح مسلم: 22/5)

❀ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (٧٠٢ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِجْمَاعُ قَائِمٌ عَلٰى تَحْرِيمِ هٰذَا .

”اس پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ کہانت پر اُجرت لینا حرام ہے۔

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: 125/2)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

صِنَاعَةُ التَّنْجِيمِ وَأَخْذُ الْأُجْرَةِ عَلَيْهَا وَبَذْلُهَا حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَلٰى وُلَاةِ أُمُورِ الْمُسْلِمِينَ الْمَنْعُ مِنْ ذٰلِكَ وَالْقِيَامُ فِي ذٰلِكَ مِنْ أَفْضَلِ الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

''علم نجوم کا پیشہ اختیار کرنا، اس پر اجرت لینا اور اجرت دینا سب حرام ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اسے روکنا مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے پیش قدمی کرنا افضل ترین جہاد ہے۔''

(الفتاوی الکبریٰ : 410/5، مَجموع الفتاویٰ : 197/35)

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

قَامَ الْإِجْمَاعُ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ .

''کہانت پر اجرت کے حرام ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔''

(التّوضیح : 532/27، الإعلام بفوائد عمدة الأحکام : 116/7)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ لِمَا فِيهِ مِنْ أَخْذِ الْعِوَضِ عَلٰى أَمْرٍ بَاطِلٍ .

''کہانت پر اجرت لینا بالا جماع حرام ہے، کیونکہ یہ باطل کام پر معاوضہ لینا ہے۔''

(فتح الباري : 427/4)

۞ امیر صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى تَحْرِيمِ حُلْوَانِ الْكَاهِنِ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ کاہن کی کمائی حرام ہے۔''

(سُبُل السّلام : 15/5)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہر شخص ایک مدت بعد دوبارہ پیدا ہوتا ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: جو شخص فوت ہو جائے، وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آتا، اسے قیامت کے دن قبر سے اٹھایا جائے گا اور اسے اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

بعض کہتے ہیں کہ جو شخص مر جائے، وہ ایک عرصہ بعد دوبارہ پیدا ہو کر دنیا میں آتا ہے، جسے ''پنر جنم'' کہا جاتا ہے۔ یہ باطل اور بے حقیقت بات ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی برہان نہیں اتاری۔ محض خیالی دعویٰ کرنا کسی شے کے وجود کی دلیل نہیں۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الدُّورِيَّةُ فَهُمُ الَّذِينَ يَعْتَقِدُونَ أَنَّهُمْ يَعُودُونَ إِلٰى هٰذِهِ الدَّارِ بَعْدَ كُلِّ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، وَهٰذَا كُلُّهُ كَذِبٌ، وَكُفْرٌ وَجَهْلٌ وَضَلَالٌ، وَأَقْوَالٌ بَاطِلَةٌ، وَخَيَالٌ فَاسِدٌ بِلَا بُرْهَانٍ، وَلَا دَلِيلٍ، يَسْتَمِيلُ عَقْلَ الْفَجَرَةِ الْكَفَرَةِ مِنْ بَنِي آدَمَ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ وَلَا يَهْتَدُونَ .

''پنر جنم کے قائلین، جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں ہر چھتیس ہزار سال بعد اس دنیا میں دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ یہ سب جھوٹ، کفر، جہالت اور گمراہی ہے۔ ان کے اقوال باطل ہے، بے دلیل فاسد خیالات ہیں۔ یہ نظریہ بنی آدم میں سے ان کفار اور فجار کی عقلوں کو مائل کر دیتا ہے، جنہیں نہ کوئی عقل ہے اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔''

(البداية والنّهاية :291/1)

پوری انسانیت کے نام یہ پیغام ہے کہ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئیں، یہ دنیا کی زندگی بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ہم نے اپنے کیے کا اللہ کے سامنے جواب دینا ہے۔ جنت میں جانے کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے، ورنہ جہنم ٹھکانا ہوگا۔جس کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے، جو وجود کو ہمیشہ جلاتی رہے گی۔ اگر اتنی ہمت ہے،تو خیر،ورنہ ایمان ضروری ہے۔

شریعت کے معارض ومتصادم عقائد واعمال چھوڑ دیں،اپنے آپ کو اسلام کے سپرد کر دیں، اسلام ہمارا محسن ہے اور فطری دین ہے۔اللہ تعالیٰ نے عقل اس لیے دی ہے کہ اس کے پیغمبروں پر ایمان لایا جائے، اس کی وحی کی پیروی کی جائے، نہ کہ اس لیے کہ اس عقل نارسا سے شریعت کا رد کیا جائے۔ اگر عقل ہی اصل ہے،تو انبیائے کرام علیہم السلام کو کیوں مبعوث کیا گیا؟عقل سلیم وہ ہے، جو وحی کے سامنے جھک جاتی ہے،عقل سقیم وہ ہے، جو وحی سے معارضہ کرتی ہے۔انسان کا دنیا میں آنے کا مقصد اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے، وہ عبادت اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق کرنی ہے۔اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقہ وہ ہے، جو نبی کریم ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچا۔وہ قرآن وحدیث میں ثابت ہے۔

قرآن وحدیث میں عافیت ہے، یہی حق ہے،اس کے علاوہ باطل ہے۔

سوال: پیشاب روک کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: پیشاب روک کر نماز پڑھنا منع ہے۔ بول وبراز کا دباؤ ہو،تو پہلے قضائے حاجت کر لے، بعد میں وضو بنا کر نماز پڑھے، پیشاب کا دباؤ نماز میں طمانیت اور خشوع وخضوع کو متاثر کرتا ہے، نیز پیشاب کو روکنا کئی ایک بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ .

’’جب کھانا حاضر ہو اور جب دو خبیث چیزیں (بول و براز) کا دباؤ ہو، تو اس وقت نماز نہیں۔‘‘

(صحیح مسلم: 560)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ الْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(تفسیر ابن کثیر: 8/433)

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَاقِنٌ إِذَا كَانَ حَقْنُهُ ذٰلِكَ يَشْغَلُهُ عَنْ إِقَامَةِ شَيْءٍ مِنْ فُرُوضِ صَلَاتِهٖ وَإِنْ قَلَّ .

’’اہل علم کا اجماع ہے کہ پیشاب کا دباؤ ہو، تو اس حالت میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے، جب پیشاب کو روکنا نماز کے فرائض کی ادائیگی سے مشغول کر دے، اگرچہ دباؤ کم ہی ہو۔‘‘

(الاستذکار: 2/296)

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى مَنْعِهٖ .

”اُمت کا اجماع ہے کہ پیشاب روک کر نماز پڑھنا ممنوع ہے۔“

(عارضة الأحوذي : 184/2)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّهُمْ مُجْمِعُونَ أَنَّ مَنْ بَلَغَ بِهٖ مَا لَا يَعْقِلُ بِهٖ صَلَاتَهٗ وَلَا يَضْبِطُ حُدُودَهَا أَنَّهٗ لَا تُجْزِئُهٗ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ الدُّخُولُ كَذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ، وَأَنَّهٗ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ إِنْ أَصَابَهٗ ذٰلِكَ فِيهَا .

”سارے کے سارے اہل علم کا اجماع ہے کہ جس شخص کو پیشاب کا دباؤ اتنا زیادہ ہو جائے کہ اسے اپنا نماز کا پتہ ہی نہ چلے اور وہ نماز کے ارکان کی صحیح ادائیگی نہ کر سکے، تو اس کے لیے نماز پڑھنا جائز نہیں اور نہ نماز میں داخل ہونا حلال ہے، اسی طرح اگر نماز کے دوران یہ کیفیت ہو جائے، تو نماز جاری رکھنا جائز نہیں، بلکہ اس صورت میں وہ نماز توڑ دے۔“

(إكمال المُعلم : 495/2)

سوال: کیا عورت کی روایت کردہ حدیث حجت ہے؟

جواب: صحابیہ یا ثقہ عورت کی روایت کردہ حدیث حجت ہے، اس سے دین میں حجت لی جائے گی، تمام اہل حق علما کا اس پر اجماع ہے۔

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

مَطْعَنٌ بَاطِلٌ بِلَا شَكٍّ، وَالْعُلَمَاءُ قَاطِبَةً عَلٰى خِلَافِهٖ .

”(روایت کو عورت کے روایت کرنے کی وجہ سے رد کرنا) بلاشبہ باطل طعن ہے، سارے کے سارے اہل علم اس کے خلاف ہیں۔“

(زاد المَعاد : 475/)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مُعَاذُ مَنْ طَلَّقَ فِي بِدْعَةٍ وَاحِدَةً أَوِ اثْنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا أَلْزَمْنَاهُ بِدْعَتَهُ .

''اے معاذ! جس نے ایک، دو یا تین بدعی طلاقیں دیں، تو ہم اس کی بدعت اس پر لازم کر دیں گے۔''

(سنن الدّارقطني : 3944)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔ ابوصلت اسماعیل بن ابی اُمیہ متروک و کذاب ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَوْضُوعٌ بِلَا شَكٍّ، لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ الثِّقَاتِ .

''بے شک یہ روایت من گھڑت ہے، حماد بن زید رحمہ اللہ کے ثقہ شاگردوں میں سے کسی نے یہ روایت بیان نہیں کی۔''

(المُحَلّٰی بالآثار : 379/9)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ بَاطِلٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ نَشْهَدُ بِاللّٰهِ أَنَّهٗ حَدِيثٌ بَاطِلٌ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِنَ الثِّقَاتِ مِنْ أَصْحَابِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ .

”یہ حدیث باطل ہے اور رسول اللہ ﷺ پر گھڑی گئی ہے، ہم شہادت دیتے ہیں کہ یہ حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے، اسے حماد بن زید کے ثقہ تلامذہ میں سے کسی نے روایت نہیں کیا۔“

(زاد المَعاد : 340/5)

سوال: کیا وضو میں ترتیب ضروری ہے؟

جواب: وضو میں ترتیب ضروری ہے، نبی کریم ﷺ نے پوری زندگی ترتیب سے ہی وضو کیا ہے، کبھی بھی ترتیب کو ترک نہیں کیا، صحابہ کا بھی یہی معمول رہا ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِبْدَؤُوا بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ .

”وہاں سے شروع کریں، جہاں سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔“

(سنن النّسائي : 2962، وسندهٗ صحيحٌ)

جس ترتیب نے اللہ تعالیٰ کا طریقہ بیان فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس کی عملی تعبیر پیش کی ہے، اسی طریقے سے وضو کرنا ضروری ہے، ترتیب کو آگے پیچھے کرنا درست نہیں۔ وضو عبادت ہے، عبادت اسی طریقہ سے سر انجام دی جائے، جو طریقہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ میں مذکور ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ الْمُسْتَفِيضَةُ عَنْ جَمَاعَاتٍ مِنَ الصَّحَابَةِ فِي صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُلُّهُمْ وَصَفُوهُ مُرَتَّبًا مَعَ كَثْرَتِهِمْ وَكَثْرَةِ الْمَوَاطِنِ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا وَكَثْرَةِ

اخْتِلَافِهِمْ فِي صِفَاتِهِ فِي مَرَّةٍ وَمَرَّتَيْنِ وَثَلَاثٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ يَثْبُتْ فِيهِ مَعَ اخْتِلَافِ أَنْوَاعِهِ صِفَةٌ غَيْرُ مُرَتَّبَةٍ وَفِعْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيَانٌ لِلْوُضُوءِ الْمَأْمُورِ بِهِ وَلَوْ جَازَ تَرْكُ التَّرْتِيبِ لَتَرَكَهُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ لِبَيَانِ الْجَوَازِ كَمَا تَرَكَ التَّكْرَارَ فِي أَوْقَاتٍ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وضو کے بیان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے صحیح متواتر احادیث ہیں، تمام کے تمام صحابہ نے وضو کو ترتیب کے ساتھ نقل کیا ہے، حالانکہ صحابہ کی تعداد بکثرت تھی اور مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا تھا، صحابہ نے وضو میں اعضا کو ایک مرتبہ، دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھونے کے بارے میں کافی اختلاف روایت کیا ہے، مگر اختلاف کی اس نوعیت کے باوجود بغیر ترتیب کے وضو ثابت نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک اس وضو کا بیان ہے، جس کا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم میں) حکم دیا گیا ہے۔ اگر وضو میں ترتیب ترک کرنا جائز ہو، تو بیان جواز کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہ کبھی تو ضرور ترک کرتے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضائے وضو تکرار کے ساتھ دھونے کو مختلف اوقات میں ترک کیا۔''

(المَجموع :446/1)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَتَوَضَّأْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَلَمْ يُحْفَظْ عَنْهُ أَنَّهٗ أَخَلَّ بِهٖ مَرَّةً وَّاحِدَةً، وَكَذٰلِكَ كَانَ وُضُوئُهٗ مُرَتَّبًا مُتَوَالِيًا لَمْ يُخِلَّ بِهٖ مَرَّةً وَّاحِدَةً الْبَتَّةَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسی ترتیب سے) وضو کیا کہ کلی کرتے اور ناک میں پانی چڑھاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بھی اس ترتیب کو توڑا ہو، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو بالترتیب اور پے در پے ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بھی اس میں ترتیب کو آگے پیچھے نہیں کیا۔“

(زاد المَعاد :1/187)

بعض روایات سے عدم ترتیب پر استدلال کیا جاتا ہے، مگر وہ روایات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی، ملاحظہ ہو:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثُمَّ يَدَيْهِ ثُمَّ رِجْلَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ دھویا، پھر ہاتھوں کو دھویا، پھر پاؤں دھوئے اور پھر سر کا مسح کیا۔“

(التّحقيق لابن الجوزي :1/163)

بے سند اور بے اصل ہے۔ کتب حدیث میں اس کی سند نہیں۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَصِحُّ .

”یہ روایت ثابت نہیں۔“

(التّحقيق :163/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ ضَعِيفٌ لَا يُعْرَفُ .

”یہ روایت ضعیف اور بے سند ہے۔“

(المَجموع :446/1)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَا أُبَالِي إِذَا أَتْمَمْتُ وُضُوئِي بِأَيِّ أَعْضَائِي بَدَأْتُ .

”مجھے پرواہ نہیں کہ میں کسی بھی عضو سے وضو کی ابتدا کرلوں، بشرطیکہ میں وضو کو مکمل کروں۔“

(سنن الدّارقطني :87/1)

سند منقطع ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن ہند کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ عوف بن ابی جمیلہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ عَلِيٍّ .

”عبداللہ بن عمرو بن ہند نے یہ روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی۔“

(عِلَل الإمام أحمد برواية ابنه عبد اللّٰه : 214)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَا بَأْسَ أَنْ تَبْدَأَ بِرِجْلَيْكَ قَبْلَ يَدَيْكَ .

”وضو میں ہاتھوں سے پہلے پاؤں دھولیں، تو کوئی حرج نہیں۔“

(سنن الدّارقطني :89/1)

سند ضعیف ہے۔

① امام مجاہد رحمہ اللہ کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

② حفص بن غیاث کا عنعنہ ہے۔

③ ابن جریج کا عنعنہ ہے۔

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مُرْسَلٌ وَلَا يُثْبَتُ .

''یہ مرسل اور غیر ثابت روایت ہے۔''

(سنن الدّارقطني :89/1)

سوال: استنجا کا کیا حکم ہے؟

جواب: استنجا فرض ہے۔علمائے احناف کے ہاں سنت ہے۔ان کی دلیل درج ذیل روایت ہے، جو کہ ثابت نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ .

''جو پتھروں سے استنجا کرے، وہ طاقت عدد میں استعمال کرے، جس نے ایسا کیا، اس نے اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا، اس پر کوئی حرج نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 371/2، سنن أبي داود : 35، سنن ابن ماجه : 337، صحيح ابن حبان : 1410)

سند ضعیف ہے۔حصین حبرانی مجہول الحال ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لَهٗ إِسْنَادٌ .

''اس کی سند ثابت نہیں۔''

(مسائل أحمد وإسحاق بن راهويه، للكوسج : 3588)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس روایت کے ضعف کو بیان کیا ہے۔

(المُحلّٰی :111/1)

حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْقَوِيِّ .

''یہ روایت قوی نہیں۔''

(مَعرفة السّنن والآثار :348/1)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ لِأَنَّ إِسْنَادَهٗ لَيْسَ بِالْقَائِمِ .

''یہ حدیث قوی نہیں، کیونکہ اس کی سند ثابت نہیں۔''

(التّمهيد :21/11)

حدیث کے الفاظ ''جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کیا'' سے مراد طاق عدد میں پتھر استعمال کرنا ہے، یہاں اختیار پتھروں کی تعداد کے بارے میں ہے، استنجا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں دیا جا رہا۔

لہٰذا اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے، تب بھی اس سے استنجاء کے عدم وجوب کا استدلال درست نہیں۔

سوال: سمندری سفر کا کیا حکم ہے؟

جواب: سمندری سفر کرنا جائز ہے۔ کتاب وسنت اور سلف کا عمل اس پر دلیل ہیں۔ یہ کہنا کہ حج، عمرہ اور جہاد کے علاوہ کسی دوسرے مقصد مثلاً کسب معاش اور حصول تعلیم وغیرہ کے لیے سمندری سفر جائز نہیں۔ یہ بات بلا دلیل ہے۔ اس بارے میں مروی روایات ثابت نہیں۔

ہر جائز مقصد کے لیے سمندری سفر کیا جا سکتا ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ......﴾ (يونس : ٢٢)

''اللہ وہ ذات ہے، جو تمہیں زمین اور سمندر میں سفر کراتا ہے۔......''

❀ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿...... وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ ......﴾

(البقرة : ١٦٤)

''وہ کشتیاں (بھی تمہارے لیے نشانیاں ہیں،) جو سمندر میں لوگوں کے لیے فائدہ مند چیزیں لے کر چلتی ہیں۔''

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

دَلَالَةٌ وَاضِحَةٌ فِي إِبَاحَةِ رُكُوبِ الْبَحْرِ .

''اس آیت میں واضح دلیل ہے کہ سمندری سفر مباح ہے۔''

(التّمهيد : 222/16)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: وہ خوش نصیب کون ہیں، جن کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”وہ خطاؤں سے ایسے پاک ہو جاتے ہیں، جیسے ان کی ماں نے انہیں آج ہی جنم دیا ہو۔“؟

جواب: احادیث مبارکہ میں کئی ایسے نیک اعمال کا ذکر ہے، جن کے کرنے پر گناہ معاف ہوتے ہیں، ان میں سے بعض اعمال تو ایسے عظیم ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے کہ گویا اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہے۔

ذیل میں بعض اعمال ذکر کیے جا رہے ہیں، ملاحظہ ہو؛

عمدہ طریقے سے وضو کرنا اور تحیۃ الوضو ادا کرنا:

❀ سیدنا عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُّقَرِّبُ وَضُوءَهٗ، فَيَتَمَضْمَضُ، وَيَسْتَنْشِقُ، فَيَنْتَثِرُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ، وَفِيهِ وَخَيَاشِيمِهٖ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهٗ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهٖ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ

قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، إِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِي هُوَ لَهٗ أَهْلٌ، وَفَرَّغَ قَلْبَهٗ لِلّٰهِ، إِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهٖ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ .

''جو وضو کرتا ہے، کلی کرتا ہے، ناک میں پانی چڑھا کر جھاڑتا ہے، تو اس کے چہرے، منہ اور ناک کے نتھنوں سے گناہ گر جاتے ہیں۔ پھر جب حکم الٰہی کے مطابق چہرہ دھوتا ہے، تو چہرے کے گناہ ڈاڑھی کے دونوں اطراف سے پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں۔ کہنیوں سمیت ہاتھ دھوتا ہے، تو پانی ہاتھوں کے گناہ بھی بہا لے جاتا ہے۔ سر کا مسح کرتا ہے، تو گناہ بالوں سے زائل ہو جاتے ہیں۔ ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے، تو پاؤں کے گناہ پانی کے ساتھ انگلیوں کے سرے سے نکل جاتے ہیں۔ اب وہ کھڑا ہو کر نماز (دو رکعت تحیۃ الوضو) پڑھ لے اور اس میں اللہ کی تعریف کرے، اس کی ثنا کرے، اس کی شایان شان بزرگی بیان کرے اور اپنے دل کو اللہ کے لئے خالص کر دے، تو یوں ہو جائے گا، جیسے آج ہی ماں نے جنم دیا ہو۔''

(صحیح مسلم: 832)

بیت اللہ کا حج کرنا:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ .

''جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے حج کرے، کسی گناہ کا ارتکاب نہ کرے

اور نہ کوئی فحش کام کرے، تو وہ (گناہوں سے پاک ہوکر) اس طرح لوٹتا ہے، جیسے اس کی ماں نے اسے آج جنم دیا ہو۔''

(صحيح البخاري: 1521، صحيح مسلم: 1350)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ.

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السُّنة: 4/7)

مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنا:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَنٰى بَيْتَ الْمَقْدِسِ سَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خِلَالًا ثَلَاثَةً؛ سَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حُكْمًا يُصَادِفُ حُكْمَهٗ فَأُوتِيَهٗ، وَسَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهٖ فَأُوتِيَهٗ، وَسَأَلَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يَأْتِيَهٗ أَحَدٌ لَا يَنْهَزُهٗ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ أَنْ يُخْرِجَهٗ مِنْ خَطِيئَتِهٖ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ.

''سیدنا سلیمان بن داود صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیت المقدس کی تعمیر کی، تو اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کا سوال کیا؛ ① اللہ عزوجل سے قوت فیصلہ کا سوال کیا، جو باری تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کر دیا، ② اللہ تعالیٰ

سے ایسی بادشاہت کا سوال کیا، جو ان کے بعد کسی دوسرے کے حصہ میں نہ آئے، تو اللہ تعالیٰ نے وہ بھی عطا کر دیا، ③ مسجد (اقصیٰ) کی تعمیر سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ جو شخص بھی مسجد اقصیٰ میں آئے اور اس کا مقصد صرف اس میں نماز پڑھنا ہو، تو اسے گناہوں سے ایسے پاک کر دے، گویا اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو۔''

(سنن النّسائي : 693، سنن ابن ماجه : 1408، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ مسند احمد (۶۶۴۴) میں یہ الفاظ بھی ہیں:

نَحْنُ نَرْجُو أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ .

''ہمیں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی تیسری دعا بھی قبول کر لی ہوگی۔''

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۳۳۴) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۴۲۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ قَدْ تَدَاوَلَهُ الْأَئِمَّةُ، وَقَدِ احْتَجَّا بِجَمِيعِ رُوَاتِهٖ، ثُمَّ لَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَلَا أَعْلَمُ لَهٗ عِلَّةً .

''یہ حدیث صحیح ہے، اسے ائمہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے، اس کے تمام رواۃ سے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حجت پکڑی ہے، مگر یہ حدیث نقل نہیں کی، میں اس حدیث میں کوئی علت نہیں جانتا۔''

(المُستدرك على الصّحيحين : 434/2)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 408/6)

نماز فجر کے بعد چاشت تک بیٹھے رہنا:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ ـأَوْ قَالَ : الْغَدَاةَ، فَقَعَدَ فِي مَقْعَدِهٖ فَلَمْ يَلْغُ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا، وَيَذْكُرُ اللّٰهَ حَتَّى يُصَلِّيَ الضُّحٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهٖ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ لَا ذَنْبَ لَهٗ .

''جو نماز فجر ادا کرے، اپنی جگہ بیٹھا رہے، دنیاوی اُمور میں سے کوئی لغو کام نہ کرے اور اللہ کا ذکر کرتا رہے، یہاں تک کہ چار رکعت نماز چاشت ادا کر لے، تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو، جس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔''

(مُسند أبي يعلٰى : 4365، عمل اليوم واللّيلة لابن السُّنّي : 145، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(اتحاف الخيرة المهرة، تحت الرقم :1771)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھول نہیں سکتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی بھولے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان بوجھ کر کیا ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ رسالت میں معصوم ہیں، وحی کے ابلاغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول نہیں لگ سکتی، البتہ دیگر اعمال میں جس طرح دوسرے انسان بھول جاتے ہیں، نبی

کریم ﷺ بھی بھول سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا نماز کی رکعات میں بھولنا ثابت ہے۔ یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ جان بوجھ کر بھولتے تھے، تا کہ لوگوں کو سنت کی تعلیم دے سکیں، بالکل بے دلیل بات ہے، نیز نبی کریم ﷺ نے اپنے بھولنے کی خود صراحت کر دی ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ : سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ : فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلٰى خَشَبَةٍ مَّعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهٗ غَضْبَانُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالُوا : قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ، يُقَالُ لَهٗ : ذُو الْيَدَيْنِ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟ قَالَ : لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ : أَكَمَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوا : نَعَمْ، فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهٖ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ، فَرُبَّمَا سَأَلُوهُ : ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُولُ :

نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، قَالَ : ثُمَّ سَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی ۔[راوی ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس نماز کی تعیین کی تھی، لیکن میں ہی بھول گیا ہوں]۔ آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیر دیا۔ آپ ﷺ مسجد میں پڑی ہوئی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ غصے میں ہیں۔آپ نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا اور انگلیاں ایک دوسری میں ڈالی ہوئی تھیں اور دائیں رخسار مبارک کو بائیں ہتھیلی کی باہر والی جانب پر رکھا ہوا تھا۔جلدی جانے والے لوگ یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکل گئے کہ نماز کم ہوگئی ہے۔مسجد میں موجود لوگوں میں سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے،لیکن وہ آپ ﷺ سے بات کرنے سے ڈر رہے تھے۔لوگوں میں ایک ایسا آدمی تھا،جس کے ہاتھ لمبے لمبے تھے،اسے ''ذوالیدین'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی ہے؟ فرمایا: نہ میں بھولا ہوں، نہ نماز کم ہوئی ہے۔آپ ﷺ صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: کیا بات ایسے ہی ہے، جیسے ذوالیدین کہہ رہے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ آگے بڑھے اور جو نماز چھوڑی تھی، پڑھا دی، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔[بسا اوقات شاگرد اپنے استاذ ابن سیرین سے سوال کرتے کہ کیا آپ ﷺ نے

(سجدۂ سہو کے بعد) سلام پھیرا تھا؟ آپ فرماتے: مجھے یہ بات بتائی گئی ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا]۔''

(صحيح البخاري : 482، واللّفظ لهٗ، صحيح مسلم : 573)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 291/3)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البَدر المُنير : 175/4)

❀ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ السَّهْوِ فِي الْأَفْعَالِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، وَهُوَ مَذْهَبُ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ وَالنُّظَّارِ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا يَدُلُّ عَلَيْهِ ...... شَذَّتْ طَائِفَةٌ مِنَ الْمُتَوَغِّلِينَ، فَقَالَتْ : لَا يَجُوزُ السَّهْوُ عَلَيْهِ، وَإِنَّمَا يَنْسٰى عَمْدًا، وَيَتَعَمَّدُ صُورَةَ النِّسْيَانِ لِيَسُنَّ، وَهٰذَا قَطْعًا بَاطِلٌ، لِإِخْبَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهٗ يَنْسٰى .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو افعال میں بھول لگ سکتی ہے،

اکثر اہل علم اور محققین کا یہی مذہب ہے۔اس مؤقف کے دلائل میں سے یہ حدیث بھی ہے۔......غلو کا شکار بعض لوگوں نے یہ شاذ رائے اختیار کی ہے، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بھول نہیں سکتے، بلکہ آپ ﷺ جان بوجھ کر بھولتے تھے اور جان بوجھ کر بھولنے کی صورت اختیار کرتے تھے،تاکہ سنت طریقہ سکھا دیں۔ یہ قطعی طور پر باطل بات ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بھولنے کی خود خبر دی ہے۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام :1/271-272)

سوال: بعض جوانب سے کہا جاتا ہے کہ مورتیاں وغیرہ بنانے کی حرمت اس زمانے کے ساتھ خاص ہے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، تاکہ ان کے دل میں مورتیوں کی نفرت پیدا ہو جائے اور مورتیوں کا کلچر ختم ہو جائے، لہٰذا اب مورتی بنانا حرام نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ مکروہ ہے۔اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: مورتی اور تصویر بنانا حرام ہے، یہ حرمت ہر دور کے لیے ہے۔تصویر سازی پر ایسی ایسی وعیدیں آئی ہیں کہ جو اس کی حرمت کی بین دلیل ہیں، ان سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور یہ علت قیامت تک ہر شخص کے لیے ہے۔

نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف اُمت نے ان دلائل کو عموم پر رکھا ہے، نیز ان سے تصویر سازی کی حرمت ثابت کی ہے۔ بعد والوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ کتاب وسنت کی نصوص سے ایسے مفاہیم پیش کرے، جو اسلاف اُمت کے مفہوم کے خلاف ہوں۔

صحابہ، تابعین اور ائمہ دین نصوص کو سب سے بہتر سمجھنے والے تھے۔انہوں نے تصویر سازی کی حرمت کو شروع اسلام کے ساتھ خاص نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اسے ہر دور کے

لیے حرام سمجھا ہے۔ یہی حق ہے اور اسی میں عافیت ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي ، فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ شَعِيرَةً .

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان لوگوں سے بڑھ کر ظالم کون ہوں گے، جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کی کوشش کرنے لگیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جو ہی پیدا کر دکھائیں۔''

(صحيح البخاري : 7559، صحيح مسلم : 2111)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ .

''جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی، روزِ قیامت اُسے اس میں روح پھونکنے پر مجبور کیا جائے گا، لیکن وہ پھونک نہ سکے گا۔''

(صحيح البخاري : 5963، صحيح مسلم : 2110)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، رَجُلٌ قَتَلَهُ نَبِيٌّ ، أَوْ قَتَلَ نَبِيًّا ، وَإِمَامُ ضَلَالَةٍ ، وَمُمَثِّلٌ مِنَ الْمُمَثِّلِينَ .

''قیامت کے دن سب سے سخت عذاب میں وہ آدمی ہوگا، جس نے کسی نبی کو

قتل کیا ہوگا یا کسی نبی نے اسے قتل کیا ہوگا اور گمراہ امام اور تصویر ساز۔''

(مسند الإمام أحمد :407/1، وسندهٗ حسنٌ)

مورتیاں اور مجسمہ جات (Dummies) بنانا کفار کا شیوہ ہے، شرک کا ذریعہ ہے، اس پر واضح ممانعت اور مذمت آئی ہے، لہٰذا یہ حرام و ناجائز اور گناہ ہے۔

❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا : مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، وَأُمّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَالَ : أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَةَ أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ نے گرجا کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس گرجا کا نام ''ماریہ'' تھا، سیّدہ ام سلمہ اور سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سرزمین حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھایا اور فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔ پھر اس مسجد میں ان کی تصویریں بناتے، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔''

(صحيح البخاري :1341؛ صحيح مسلم : 528)

❁ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى تَحْرِيمِ مِثْلِ هٰذَا الْفِعْلِ، وَقَدْ تَظَاهَرَتْ دَلَائِلُ الشَّرِيعَةِ عَلَى الْمَنْعِ مِنَ التَّصْوِيرِ وَالصُّوَرِ، وَلَقَدْ أَبْعَدَ غَايَةَ الْبُعْدِ مَنْ قَالَ : إِنَّ ذٰلِكَ مَحْمُولٌ عَلَى الْكَرَاهَةِ، وَإِنَّ هٰذَا التَّشْدِيدَ كَانَ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ، لِقُرْبِ عَهْدِ النَّاسِ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهٰذَا الزَّمَانُ حَيْثُ انْتَشَرَ الْإِسْلَامُ وَتَمَهَّدَتْ قَوَاعِدُهُ، لَا يُسَاوِيهِ فِي هٰذَا الْمَعْنَى، فَلَا يُسَاوِيهِ فِي هٰذَا التَّشْدِيدِ ـهٰذَا أَوْ مَعْنَاهُـ وَهٰذَا الْقَوْلُ عِنْدَنَا بَاطِلٌ قَطْعًا، لِأَنَّهُ قَدْ وَرَدَ فِي الْأَحَادِيثِ، الْإِخْبَارُ عَنْ أَمْرِ الْآخِرَةِ بِعَذَابِ الْمُصَوِّرِينَ، وَأَنَّهُمْ يُقَالُ لَهُمْ : أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ، وَهٰذِهِ عِلَّةٌ مُخَالِفَةٌ لِّمَا قَالَهُ هٰذَا الْقَائِلُ وَقَدْ صُرِّحَ بِذَلِكَ فِي قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ : الْمُشَبِّهُونَ بِخَلْقِ اللّٰهِ، وَهٰذِهٖ عِلَّةٌ عَامَّةٌ مُسْتَقِلَّةٌ مُنَاسِبَةٌ، لَا تَخُصُّ زَمَانًا دُونَ زَمَانٍ، وَلَيْسَ لَنَا أَنْ نَتَصَرَّفَ فِي النُّصُوصِ الْمُتَظَاهِرَةِ الْمُتَضَافِرَةِ بِمَعْنًى خَيَالِيٍّ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ اس جیسا کام (تصویر سازی) حرام ہے۔ تصویر سازی اور تصویروں کی ممانعت پر شرعی دلائل بہت واضح ہیں۔ بلاشبہ اس شخص نے بہت شاذ رائے پیش کی ہے، جس نے کہا ہے کہ یہ ممانعت کراہت پر محمول ہے اور یہ سختی اس زمانے کے لیے تھی، کیونکہ لوگوں کا بتوں کی پوجا کرنے کا زمانہ

بہت قریب تھا، اب اس دور میں چونکہ اسلام پھیل چکا ہے، اس کی بنیادیں مضبوط ہو چکی ہے، اس اعتبار سے دونوں زمانے ایک جیسے نہیں، لہٰذا تصویر سازی کی اس سخت ممانعت میں بھی دونوں زمانے برابر نہیں۔ ہمارے مطابق یہ بات قطعی طور پر باطل ہے، کیونکہ احادیث میں آخرت کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ تصویر سازوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ''جنہیں تم نے ہاتھ سے بنایا تھا، ان میں زندگی ڈالو۔'' یہ علت اس بات کے خلاف جاتی ہے، جو اس شخص نے کہی ہے۔ اس کی صراحت نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں بھی ہے: ''اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت کرنے والے۔'' یہ مستقل، عام اور موزوں علت ہے، جو کسی خاص زمانے سے متعلق نہیں اور ہمارے لیے ہرگز جائز نہیں کہ ہم ظاہری اور عام نصوص کو ایک خیالی مفہوم کی طرف پھیر دیں۔''

(إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: 372/1)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ إِذَا غضب أنزل الْوَحْيَ بِالْعَرَبِيَّةِ، وَإذا رَضِيَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ بِالْفَارِسِيَّةِ

(الكامل لابن عدي: 15/6)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① عمر بن موسیٰ بن وجیہ ''ضعیف و منکر الحدیث'' ہے۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ فِي عَدَادِ مَنْ يَضَعُ الْحَدِيثَ مَتْنًا وَإِسْنَادًا .

''اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے، جو حدیث میں متن اور سند دونوں کو وضع کرتے ہیں۔''

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 23/6)

② عثمان بن عبدالرحمٰن طرائفی ضعیف ہے۔

(الدّراية لابن حجَر : 63/2)

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُنْكَرٌ جِدًّا .

''سخت منکر روایت ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : 15/6)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

(المَنار المُنيف : 85)

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(المَجروحون لابن حبان : 232/1، الكامل لابن عدي : 365/2، 126/3)

جھوٹی سند ہے۔

① جعفر بن زبیر شامی ''متروک'' ہے۔

② حسن بن دینار متروک وکذاب ہے۔

اس کی متابعت عباس بن فضل نے کی ہے، جو کہ ''متروک'' ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ .

''یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔''

(کتاب المَجروحین :233/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ منسوب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن زبعریٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

مَا أَجْهَلَكَ بِلُغَةِ قَوْمِكَ يَا غُلَامُ .

''بیٹا! آپ کس قدر اپنی قوم کی زبان سے ناواقف ہیں!!''

جواب: کتب حدیث میں اس روایت کا وجود نہیں۔ اہل علم نے اسے بے اصل قرار دیا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا أَصْلَ لَهٗ مِنْ طَرِيقٍ ثَابِتَةٍ وَلَا وَاهِيَةٍ .

''کسی ثابت یا ضعیف سند سے اس روایت کی اصل نہیں۔''

(مُوافَقة الخُبر الخبر : 175/2)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ، إِلَّا رَكْعَتِي الصُّبْحِ .

''جب نماز کی اقامت کہہ دی جائے، تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں، سوائے فجر کی دو رکعت کے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 4226)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① حجاج بن نصیر ضعیف ہے۔

② عباد بن کثیر بھی ضعیف ہے۔

روایت کے آخر میں فجر کی دو رکعت کی استثنیٰ کا اضافہ بے اصل ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الزِّيَادَةُ لَا أَصْلَ لَهَا .

''یہ اضافہ بے اصل ہے۔''

(الخلافيات : 3/371)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الزِّيَادَةُ كَاسْمِهَا زِيَادَةٌ فِي الْحَدِيثِ لَا أَصْلَ لَهَا .

''حدیث میں ان الفاظ کی زیادت بے اصل ہے۔''

(إعلام الموقعين : 2/270)

سوال: استویٰ کا کیا معنی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، استویٰ کا معنی بلند ہونا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے، لغت میں استوا کا معنی بلند ہونا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے، اس کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش پر بلند ہونے کا انکار کرتے ہیں، وہ استوا کا معنی غلبہ پانا کرتے ہیں، حالانکہ لغت عرب میں استواء غلبہ کے معنی میں مستعمل نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه : ٥)

''رحمٰن عرش پر مستوی (بلند) ہے۔''

تمام مفسرین اس آیت کا معنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر بلند ہونا کرتے ہیں۔

❁ امام بشر بن عمر زہرانی رحمہ اللہ (۲۰۷ھ) فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ يَقُولُ : ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ ارْتَفَعَ .

''میں نے بہت سارے مفسرین سے سنا، وہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا معنی بلند ہونا کرتے ہیں۔''

(المَطالب العالية لابن حجَر : 3012، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ لغوی امام ابو العباس ثعلب رحمہ اللہ (۲۹۱ھ) فرماتے ہیں:

﴿اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ عَلَا .

''عرش پر مستوی ہونے کا معنی بلند ہونا ہے۔''

(شرح أصول اعتقاد أهل السّنة للالكائي : 668، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْعِنَبَ خَرْطًا .

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگلیوں سے کھینچ کھینچ کر انگور تناول فرما رہے تھے۔''

(الضّعفاء الكبير للعُقَيْلي : 33/2، المُعجم الكبير للطّبراني : 149/12، شُعَب الإيمان للبَيْهقي : 5566)

جواب: من گھڑت روایت ہے۔

① ابوالجارود زیاد بن منذر کوفی کذاب ووضاع رافضی ہے۔

② داود بن عبدالجبار کوفی ”متروک ومنکر الحدیث“ ہے۔

③ محمد بن عقبہ سدوسی ضعیف ہے۔

④ حبیب بن یسار کا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”بے اصل روایت ہے۔“

(الضّعفاء الكبير : 33/2)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ إِسْنَادٌ قَوِيٌّ .

”اس بارے میں کوئی قوی سند نہیں ہے۔“

(شُعَب الإيمان، تحت الرقم : 5566)

❁ یہی روایت سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(الكامل لابن عدي : 229/7)

جھوٹی روایت ہے۔

① حسین بن قیس رحبی متروک ومنکر الحدیث ہے۔

② ابو رحمۃ کادح بن رحمۃ متروک وکذاب ہے۔

③ سلیمان بن ربیع نہدی ضعیف ومتروک ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 230/7)

❁ علامہ ابن قیسرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''یہ روایت غیر محفوظ ہے۔''

(ذخيرة الحفاظ : 825/2)

سوال: کیا قبر میں سوال و جواب کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ سوال و جواب کے وقت روح قبر میں لوٹ آتی ہے۔اس کے بعد اپنے اپنے مقام پر چلی جاتی ہے۔

جبکہ گمراہ لوگ قبر میں روح کے لوٹنے کی نفی کرتے ہیں، حالانکہ قبر میں روح کے لوٹنے کی واضح صراحت احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهٗ حَتّٰى إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُولَانِ لَهٗ : ....

''جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں، وہ ان کے قدموں کی آواز سن رہا ہوتا ہے۔اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں:......۔''

(صحيح البخاري : 1338، صحيح مسلم : 2870)

❁ امام ابو عمر طلمنکی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، مُتَّصِلٌ، أَلَا تَرٰى إِلٰى قَوْلِهٖ : «فَأَقْعَدَاهُ» وَقَوْلِهٖ : «وَيُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً» وَهٰذَا كُلُّهٗ يَدُلُّكَ عَلٰى أَنَّ الرُّوحَ يُعَادُ فِيهِ، لَا عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ مَيْسَرَةَ الزَّائِغُ، الضَّالُّ الْمُضِلُّ .

''اس حدیث کی سند صحیح متصل ہے۔کیا آپ فرمان نبوی:''دونوں فرشتے اسے بٹھاتے ہیں۔'' اورفرمان نبوی:''لوہے کے ہتھوڑے سے اسے مارا جائے گا، وہ چیخ مارے گا۔'' کی طرف غور نہیں کرتے۔ یہ سب الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ قبر میں روح لوٹائی جاتی ہے۔اس کا وہ معنی نہیں جو ابن میسرہ (ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ فلاسفی اسماعیلی متوفی :۳۱۹ھ) نے کہا ہے، جو منحرف، گمراہ اور گمراہ گر تھا۔''

(كتاب صِفات ربِّ العالمين لابن المُحِبّ المقدسي :349/1)

سوال: نماز کی نیت کب کی جائے گی؟

جواب: نماز کی نیت تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی کی جائے گی۔نیت دل کے ارادہ کا نام ہے،زبان سے نیت کرنا درست نہیں،اس پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ نِيَّةَ الصَّلَاةِ مُقْتَرِنَةٌ بِالتَّكْبِيرِ .

''اُمت کا اجماع ہے کہ نماز کی نیت تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی کی جائے گی۔''

(عارضة الأحوذي :50/2)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: عقیدہ حلول اور وحدۃ الوجود کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے، مخلوق سے جدا ہے۔ یہ اہل سنت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔ اس اجماعی واتفاقی عقیدہ کے خلاف بعض گمراہوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ مخلوق میں حلول کر گیا ہے، یعنی خالق اور مخلوق کا فرق مٹ گیا ہے۔ یہ دونوں عقیدے اجماعِ اہل حق، اہل سنت کے خلاف ہیں۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا اتِّحَادُ ذَاتِ الْعَبْدِ بِذَاتِ الرَّبِّ بَلِ اتِّحَادُ ذَاتِ عَبْدٍ بِذَاتِ عَبْدٍ أَوْ حُلُولُ حَقِيقَةٍ فِي حَقِيقَةٍ كَحُلُولِ الْمَاءِ فِي الْوِعَاءِ، فَهٰذَا بَاطِلٌ قَطْعًا بَلْ ذٰلِكَ بَاطِلٌ فِي الْعَبْدِ مَعَ الْعَبْدِ؛ فَإِنَّهٗ لَا تَتَّحِدُ ذَاتُهٗ بِذَاتِهٖ وَلَا تَحِلُّ ذَاتُ أَحَدِهِمَا فِي ذَاتِ الْآخَرِ، وَهٰذَا هُوَ الَّذِي وَقَعَتْ فِيهِ الِاتِّحَادِيَّةُ وَالْحُلُولِيَّةُ؛ مِنَ النَّصَارٰى وَغَيْرِهِمْ مِنْ غَالِيَةِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَغَيْرِهَا وَهُوَ اتِّحَادٌ مُتَجَدِّدٌ بَيْنَ ذَاتَيْنِ كَانَتَا مُتَمَيِّزَتَيْنِ فَصَارَتَا مُتَّحِدَتَيْنِ أَوْ حُلُولُ إِحْدَاهُمَا

فِي الْأُخْرٰى فَهٰذَا بَيِّنُ الْبُطْلَانِ، وَأَبْطَلُ مِنْهُ قَوْلُ مَنْ يَقُولُ: مَا زَالَ وَاحِدًا وَمَا ثَمَّ تَعَدُّدٌ أَصْلًا، وَإِنَّمَا التَّعَدُّدُ فِي الْحِجَابِ فَلَمَّا انْكَشَفَ الْأَمْرُ رَأَيْتُ أَنِّي أَنَا وَكُلُّ شَيْءٍ هُوَ اللّٰهُ ...... فَهٰذِهٖ وَمَا قَبْلَهَا مَذَاهِبُ أَهْلِ الْكُفْرِ وَالضَّلَالِ.

''رہا یہ عقیدہ کہ بندے کی ذات رب کی ذات کے ساتھ متحد ہوگئی ہے، بلکہ بندے کی ذات دوسرے بندے کے ساتھ متحد ہوگئی ہے یا ایک حقیقت نے دوسری حقیقت میں حلول کرلیا ہے، جیسے پانی برتن میں حلول کر لیتا ہے، تو یہ عقیدہ قطعی طور پر باطل ہے، بلکہ بندے کا بندے کے ساتھ متحد ہونے کا عقیدہ بھی باطل ہے، کیونکہ ایک بندے کی ذات دوسرے بندے کی ذات کے ساتھ مل نہیں سکتی اور نہ ایک کی ذات دوسرے میں حلول کرسکتی ہے۔ یہی وہ خرابی ہے، جس میں نصاریٰ کے اتحادیہ اور حلولیہ لوگ اور اس اُمت وغیرہ کے غالی گروہ واقع ہو چکے ہیں، اس نظریے سے مراد دو ایسی ذاتوں کا باہم متحد ہو جانا ہے، جو الگ الگ ہوا کرتی تھیں، بعد میں دونوں متحد ہوگئیں یا ایک نے دوسری میں حلول کرلیا۔ یہ واضح باطل عقیدہ ہے اور اس سے بڑا باطل عقیدہ اس شخص کا ہے، جو کہتا ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ سے ایک ہی ہے، یہ کبھی ایک سے زائد نہیں رہیں، البتہ پردے میں ایک سے زائد ہوتی تھیں، جب پردہ ہٹا، تو میں نے خود کو اور ہر شے کو اللہ کی ذات پایا۔ ...... یہ والا عقیدہ اور اس سے پہلا عقیدہ سب کفار اور گمراہ لوگوں کے مذاہب ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 435/2)

بعض گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان عبادت کے ذریعے اس درجے پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے دنیا جہان کی ہر چیز میں اللہ نظر آنے لگتا ہے یا وہ ہر مخلوق کو اللہ سمجھنے لگتا ہے، صوفیوں کی اصطلاح میں اس عقیدہ کو ''وحدت الوجود'' کہتے ہیں۔ عبادت میں مزید ترقی سے انسان اللہ کی ذات میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ اور انسان دونوں ایک ہو جاتے ہیں، اس عقیدے کو ''وحدت الشہود'' یا ''فنافی اللہ'' کہا جاتا ہے۔ انسان کے دل کا آئینہ اس قدر صاف شفاف ہو جاتا ہے کہ اللہ کی ذات خود اس انسان میں داخل ہو جاتی ہے، جسے ''عقیدہ حلول'' کہا جاتا ہے۔ یہ محض کفریہ عقیدہ ہے، جو نصاری کے عقائد سے ماخوذ ہے۔ قرآن وحدیث اور فطرت کے قطعی خلاف ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّهُ مَرَّ بِقَصَّابٍ وَهُوَ يَقُولُ : لَا وَالَّذِي احْتَجَبَ بِسَبْعَةِ أَطْبَاقٍ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَيْحَكَ يَا قَصَّابُ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يَحْتَجِبُ عَنْ خَلْقِهِ، وَفِي لَفْظٍ آخَرٍ : إِنَّ اللّٰهَ لَا يَحْتَجِبُ عَنْ خَلْقِهِ بِشَيْءٍ وَلٰكِنْ حَجَبَ خَلْقَهُ عَنْهُ .

''آپ رضی اللہ عنہ کا گزر ایک قصاب کے پاس سے ہوا، جو کہہ رہا تھا: ''نہیں، اس ذات کی قسم، جو سات آسمانوں کے پردے میں ہے۔'' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارے قصاب! اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کسی شے کے پردے میں نہیں ہے، بلکہ اس نے مخلوق کو پردے میں رکھا ہوا ہے۔''

(مشكل الحديث وبَيانه لابن فورك، ص 215، إبطال التّأويلات لأبي يعلى ابن

الفراء، ص 326، الرقم : 275)

جواب: باطل روایت ہے۔عطاء بن سائب مختلط ہے، اس سے نیچے سند غائب ہے۔نامکمل سند کا کوئی اعتبار نہیں۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَثَرُ الْمَكْذُوبُ عَنْ عَلِيٍّ ...... فَهٰذَا لَا يُعْرَفُ لَهٗ إِسْنَادٌ .

”یہ جھوٹا اثر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔......اس کی کوئی (مکمل) سند معروف نہیں ہے۔“

(مَجموع الفتاویٰ : 10/6)

سوال: سورت دخان آیت نمبر۳ میں لیلۃ مبارکہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ﴾(الدُّخان : ٣)

”ہم نے اسے (قرآن کریم کو) برکت والی رات میں نازل کیا، ہم ڈرانے والے ہیں۔“

اس آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے، جو رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے۔اسی رات قرآن کریم نازل ہوا، سورت قدر میں اس کی صراحت موجود ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد پندرہ شعبان کی رات ہے، یہ مؤقف بے دلیل ہے۔

❀ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ بَاطِلٌ قَطْعًا؛ لِأَنَّهٗ لَا يَعْضُدُهٗ أَثَرٌ وَلَا خَبَرٌ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ .

''(یہ کہنا کہ لیلہ مبارکہ سے مراد پندرہ شعبان کی رات ہے،) قطعی طور پر باطل بات ہے، کیونکہ اس کی تائید کسی اثر یا حدیث سے نہیں ہوتی، صحیح یہی ہے کہ اس سے مراد لیلۃ القدر ہے۔''

(المَسالك في شرح موطأ مالك : 264/4)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے والدین کو دوبارہ زندہ کر کے کلمہ پڑھایا گیا؟

جواب: نبی اکرم ﷺ کے والدین کا دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان قبول کرنا ثابت نہیں۔اس کے متعلق ایک جھوٹی روایت پیش کی جاتی ہے، ملاحظہ ہو؛

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ إِلَى الْحَجُونِ كَئِيبًا حَزِينًا، فَأَقَامَ بِهٖ مَا شَاءَ رَبُّهٗ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ رَجَعَ مَسْرُورًا، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلْتَ إِلَى الْحَجُونِ كَئِيبًا حَزِينًا، فَأَقَمْتَ بِهٖ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ رَجَعْتَ مَسْرُورًا، قَالَ : سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ، فَأَحْيَا لِي أُمِّي، فَآمَنَتْ بِي، ثُمَّ رَدَّهَا .

''رسول اللہ ﷺ غم اور پریشانی کی حالت میں مقامِ حجون کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں جتنی دیر اللہ نے چاہا، قیام فرمایا، پھر خوش وخرم واپس پلٹے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا معاملہ ہے کہ آپ مقامِ حجون کی طرف غم و

پریشانی کی حالت میں تشریف لے گئے تھے، پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ نے قیام فرمایا، پھر آپ خوش و خرم لوٹ آئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے ربّ سے دُعا کی۔ اس نے میرے لیے میری والدہ کو زندہ کر دیا، وہ مجھ پر ایمان لے آئیں، پھر اللہ نے انہیں فوت کر دیا۔''

(ناسخ الحديث ومَنسوخُهٗ لابن شاهين : 656، المَوْضوعات لابن الجَوْزي : 283/1، اللآلي المَصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسّيوطي : 244/1، الأباطيل والمَناكير للجَورقاني : 207)

روایت جھوٹی ہے۔

① ابوغزیہ محمد بن یحییٰ زہری کذاب و وضاع ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَضَعُ . ''یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔''

(الضّعفاء والمَتروكون : 482)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّهَمُ بِهٖ هُوَ .

''اس حدیث کو اسی نے گھڑا ہے۔''

(لسان الميزان : 91/4)

② محمد بن حسن بن زیاد، ابوبکر، نقاش ''متروک و منکر الحدیث'' ہے۔

❁ حافظ ابوبکر برقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كُلُّ حَدِيثِهٖ مُنْكَرٌ .

''اس کی بیان کردہ ساری حدیثیں منکر ہیں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 205/2)

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي أَحَادِيثِهِ مَنَاكِيرُ بِأَسَانِيدَ مَشْهُورَةٍ .

''اس کی بیان کردہ احادیث مشہور سندوں کے ساتھ منکر روایات ہیں۔''

(تاریخ بغداد : 202/2)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلَّذِي وَضَحَ لِي أَنَّ هٰذَا الرَّجُلَ مَعَ جَلَالَتِهِ وَنُبْلِهِ مَتْرُوكٌ، لَيْسَ بِثِقَةٍ .

''جو بات مجھ پر واضح ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ شخص اپنی جلالت وشوکت کے باوجود متروک ہے، ثقہ نہیں۔''

(تاریخ الإسلام : 36/8)

حافظ عثمان بن سعید، دانی رحمہ اللہ کا اُس کی شہادت کو مقبول قرار دینا درست نہیں۔

③ احمد بن یحییٰ حضرمی ''مجہول'' ہے۔

❁ حافظ جورقانی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الأباطيل والمَناكير :381/1)

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(اللآلي المَصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسّيوطي :244/1)

یہ سند بھی جھوٹی ہے۔

① ابو العلاء، محمد بن علی، قاضی ضعیف ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال : 654/3)

② ابو طالب، عمر بن ربیع، خشاب کذاب ہے۔

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ كَذَّابٌ . ''یہ کذاب ہے۔''

(مِیزان الاعتدال : 196/3)

③ ابو القاسم، علی بن ایوب کعبی متہم ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَصَرِيٌّ مُتَّهَمٌ .

''یہ بصرہ کا رہنے والا ہے، اس پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے۔''

(لِسان المِیزان : 192/4)

اہل علم کی تحقیق:

اس روایت کے بارے میں ائمہ دین اور محدثین کرام کے تبصرے ملاحظہ فرمائیں:

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''منکر و باطل'' قرار دیا ہے۔

(لِسان المیزان لابن حَجَر : 91/4)

۞ حافظ ابن الجوزی اپنے استاذ ابو فضل ناصر سے نقل کرتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَّوْضُوعٌ .

''یہ حدیث من گھڑت ہے۔''

(المَوْضوعات :284/1)

۞ حافظ جورقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ .

”یہ حدیث باطل ہے۔“

(الأباطيل والمَناكير :380/1)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَّوْضُوعٌ بِلَا شَكٍّ، وَالَّذِي وَضَعَهٗ قَلِيلُ الْفَهْمِ، عَدِيمُ الْعِلْمِ، إِذْ لَوْ كَانَ لَهٗ عِلْمٌ لَّعَلِمَ أَنَّ مَنْ مَّاتَ كَافِرًا لَّا يَنْفَعُهٗ أَنْ يُّؤْمِنَ بَعْدَ الرَّجْعَةِ، لَا بَلْ لَّوْ آمَنَ عِنْدَ الْمُعَايَنَةِ لَمْ يَنْتَفِعْ، وَيَكْفِي فِي رَدِّ هٰذَا الْحَدِيثِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾، وَقَوْلُهٗ فِي الصَّحِيحِ : اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأُمِّي، فَلَمْ يَأْذَنْ .

”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔ جس شخص نے اسے گھڑا ہے، وہ کم عقل اور علم سے کورا تھا۔ اگر اس کے پاس علم ہوتا، تو اسے ضرور معلوم ہوتا کہ جو شخص کفر کی حالت میں فوت ہو جائے، اس کو دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کے بعد ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا، بلکہ اگر وہ ملک الموت کو دیکھنے کے وقت بھی ایمان لے آئے، تو اس کے لیے مفید نہیں۔ اس من گھڑت حدیث کے ردّ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہی کافی ہے: ﴿فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾

(البقرۃ: ۲۱۷)(جو کفر کی حالت میں مر جائیں [وہ ہمیشہ کے جہنمی ہیں])۔
اسی طرح صحیح مسلم (۹۷۶) میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: میں نے اپنے ربّ سے اپنی والدہ کے لیے دُعائے مغفرت کی اجازت طلب کی، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی۔''

(المَوْضوعات: 284/1)

❁ حافظ سہیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِسَنَدٍ فِيهِ مَجْهُولُونَ.

''اس سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔''

(الرّوض الأُنُف: 187/2)

❁ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ.

''یہ منکر حدیث ہے۔''

(لسان المیزان لابن حَجَر: 305/4)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ ذٰلِكَ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ؛ بَلْ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ كَذِبٌ مُخْتَلَقٌ.

''محدثین میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار نہیں دیا، بلکہ سارے کے سارے اہل معرفت کا اتفاق ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور من گھڑت ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 324/4)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُدْرٰى مَنْ ذَا الْحَيَوَانُ الْكَذَّابُ، فَإِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ كَذِبٌ مُخَالِفٌ لِّمَا صَحَّ أَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْتَأْذَنَ رَبَّهٗ فِي الِاسْتِغْفَارِ لَهَا، فَلَمْ يَأْذَنْ لَهٗ .

''معلوم نہیں کہ یہ کون پرلے درجے کا جھوٹا جانور ہے؟ کیونکہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت حدیث کے مخالف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت چاہی، تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی[صحیح مسلم:٩٧٦]۔''

(ميزان الاعتدال : 684/2)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ جِدًّا .

''یہ حدیث سخت منکر ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 429/3)

۞ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''سخت ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(الأجوبة المرضية : 968/3)

۞ حافظ سیوطی نے اس کی سند کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(الحاوي للفتاوي : 230/2)

۞ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثَ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ .

’’باتفاق محدثین یہ حدیث ضعیف ہے۔‘‘

(الحاوِي للفَتاوِي : 2/230)

❁ علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ قَدْ حَكَمَ بِوَضْعِهِ الْحَافِظُ أَبُو الْفَضْلِ بْنُ نَاصِرٍ وَالْجَوْزَقَانِيُّ وَابْنُ الْجَوْزِيِّ وَالذَّهَبِيُّ ...... وَحَكَمَ بِوَضْعِهٖ جَمَاعَةٌ .

’’اس حدیث پر من گھڑت ہونے کا حکم حافظ ابو الفضل ابن ناصر، حافظ جوزقانی، حافظ ابن الجوزی اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لگایا ہے۔......اس روایت پر من گھڑت ہونے کا حکم ایک جماعت نے لگایا ہے۔‘‘

(سُبُل الهدیٰ والرشاد : 2/123)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَالُ أَنَّهٗ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ بَلْ مَوْضُوعٌ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهٗ عِنْدَ الْمُحَقِّقِينَ مَعَ أَنَّهٗ مُخَالِفٌ لِلْآيَاتِ السَّابِقَةِ وَالْأَحَادِيثِ اللَّاحِقَةِ وَلِكَلَامِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ أَكَابِرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَعُلَمَاءِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَإِنَّمَا هُوَ عَلَى الْأُصُولِ الْبَاطِلَةِ لِلطَّائِفَةِ الرَّافِضَةِ .

’’حقیقت حال یہ ہے کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے، بلکہ محققین علما کے نزدیک یہ حدیث موضوع باطل اور بے اصل ہے، ساتھ ساتھ یہ سابقہ آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف ہے، نیز ائمہ اربعہ، اکابرین اُمت اور اہل سنت والجماعت کے علما کی تصریحات کے خلاف ہے،

یہ روایت روافض کے باطل اصولوں پر ہے۔‘‘

(أدِلّة مُعتَقد أبي حنيفة، ص 132)

❁ علامہ عجلونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْحُفَّاظِ .

’’اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔‘‘

(كشف الخفاء :61/1)

فائدہ:

یہ جھوٹی روایت مندرجہ ذیل صحیح احادیث اور اجماع اُمت کے خلاف ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيْنَ أَبِي؟ قَالَ : فِي النَّارِ، فَلَمَّا قَفّٰى دَعَاهُ، فَقَالَ : إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ .

’’ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے باپ کا ٹھکانہ کیا ہے؟ فرمایا: جہنم میں۔ جب وہ واپس پلٹا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس بلایا اور فرمایا: میرے اور آپ کے والد جہنم میں ہیں۔‘‘

(صحيح مسلم : 203)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُجْمَعُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔‘‘

(أدلّة معتقد أبي حنيفة، ص 132)

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهٖ، فَبَكٰى وَأَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ، فَقَالَ: اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهٗ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رولا دیا، فرمایا: میں نے اپنے رب سے ماں کے لیے استغفار کی اجازت مانگی، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی، البتہ قبر کی زیارت کی اجازت مانگی، تو اجازت دے دی، لہٰذا قبروں کی زیارت کیا کریں، یہ موت یاد دلاتی ہیں۔''

(صحیح مسلم: 976)

❀ حافظ ابن دحیہ کلبی رحمہ اللہ (۶۳۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْحَدِيثَ فِي إِيمَانِ أُمِّهٖ وَأَبِيهِ مَوْضُوعٌ، يَرُدُّهُ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ وَالْإِجْمَاعُ، قَالَ اللّٰهُ الْعَظِيمُ: ﴿وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ (النساء: ١٨)، فَمَنْ مَّاتَ كَافِرًا لَّمْ يَنْفَعْهُ الْإِيمَانُ بَعْدَ الرَّجْعَةِ، بَلْ لَّوْ آمَنَ عِنْدَ الْمُعَايَنَةِ لَمْ يَنْتَفِعْ، فَكَيْفَ بَعْدَ الْإِعَادَةِ؟

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے (دوبارہ زندہ ہو کر) ایمان لانے والی روایت من گھڑت ہے۔ قرآنِ کریم اور اجماعِ امت اس کا ردّ کرتے ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ (النّساء:

۱۸) (اور [ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی] جو کفر کی حالت میں فوت ہوتے ہیں)۔ چنانچہ جو بھی شخص کفر کی حالت میں فوت ہو جاتا ہے، اسے مرنے کے بعد لوٹائے جانے پر ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا، بلکہ اگر وہ ملک الموت کو دیکھنے کے بعد ایمان لائے، تو بھی اس کو کوئی فائدہ نہیں، چہ جائیکہ دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لایا جائے۔''

(التّذكرة للقرطبي، ص 140)

۞ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَالْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ وَسَائِرِ الْمُجْتَهِدِينَ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ إِظْهَارِ خِلَافٍ لِّمَا هُنَالِكَ وَالْخِلَافُ مِنَ اللَّاحِقِ لَا يَقْدَحُ فِي الْإِجْمَاعِ السَّابِقِ .

''سلف وخلف میں صحابہ، تابعین، ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین کا اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا بغیر ایمان لائے فوت ہونے) پر اتفاق ہے، کسی نے اختلاف کا اظہار نہیں کیا۔ بعد والوں کا اختلاف کرنا پہلے منعقد ہونے والے اجماع میں قدح کا باعث نہیں بنتا۔''

(أدلّة معتقد أبي حنيفة، ص 84)

تنبیہ:

۞ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِحْيَاءُ هُمَا وَإِيمَانُهُمَا بِمُمْتَنِعٍ عَقْلًا وَّشَرْعًا .

''ان کا دوبارہ زندہ ہو کر ایمان لانا عقلی اور شرعی اعتبار سے ناممکن نہیں ہے۔''

(التذکرۃ، ص 141)

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا كُلُّهٗ مُتَوَقِّفٌ عَلٰى صِحَّةِ الْحَدِيثِ، فَإِذَا صَحَّ فَلَا مَانِعَ مِنْهُ .

''یہ ساری بحث تو حدیث کی صحت پر موقوف ہے۔اگر اس بارے میں مروی حدیث صحیح ثابت ہو جائے ،تو پھر واقعی یہ ممکن ہوگا (لیکن یہ روایت ہی من گھڑت ہے)۔''

(تفسیر ابن کثیر : 224/4)

نبی کریم ﷺ کے والدین کا دوبارہ زندہ ہونا اور ایمان لانا ثابت نہیں،اس بارے میں کوئی دلیل ثابت نہیں۔

سوال: بیک وقت زیادہ سے زیادہ کتنی بیویاں رکھی جاسکتی ہیں؟

جواب:ایک مسلمان بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار آزاد بیویاں رکھ سکتا ہے۔چار سے زائد رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : ۳)

''جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔''

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفْ فِي أَنَّهٗ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ زَوَاجُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ، وَخَالَفَ فِي ذٰلِكَ قَوْمٌ مِنَ الرَّوَافِضِ .

”مسلمانوں میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا کہ (بیک وقت) چار سے زائد نکاح کرنا جائز نہیں۔ روافض کی ایک جماعت نے اس بارے میں مخالفت کی ہے۔“

(المُحلّٰی : 7/9)

سوال: نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں احادیث کا کیا حکم ہے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس وقت آسمانوں پر زندہ ہیں، قرب قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، آپ علیہ السلام کا نزول برحق ہے، اس پر متواتر احادیث مروی ہیں، نیز اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ : يَخْرُجُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ مَسِيحُ الضَّلَالَةِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ فِي زَمَنِ اخْتِلَافٍ مِّنَ النَّاسِ، وَفُرْقَةٍ، فَيَبْلُغُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَبْلُغَ مِنَ الْأَرْضِ فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، اَللّٰهُ أَعْلَمُ مَا مِقْدَارُهَا؟ فَيَلْقَى الْمُؤْمِنُونَ، شِدَّةً شَدِيدَةً، ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السَّمَاءِ، فَيَقُومُ النَّاسُ، فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ، مِنْ رَكْعَتِهٖ، قَالَ : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، قَتَلَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ، وَظَهَرَ الْمُؤْمِنُونَ، فَأَحْلِفُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّهُ الْحَقُّ، وَأَمَّا أَنَّهٗ قَرِيبٌ، فَكُلُّ مَا هُوَ آتٍ قَرِيبٌ.

''میں نے صادق و مصدوق نبی ابو القاسم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گمراہی کا مارا ہوا کانا دجال لوگوں کے اختلاف وافتراق کے دور میں مشرق سے نکلے گا، چالیس دنوں میں زمین میں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پہنچے گا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ان چالیس دنوں کی مقدار کتنی ہوگی؟ مومن لوگ بہت سختی میں مبتلا ہوں گے، پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے، لوگ کھڑے ہو جائیں گے، جب آپ اپنا سر رکوع سے اٹھائیں گے، تو ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہیں گے، اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو قتل کر دے گا اور مومن غالب آ جائیں گے، (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ صادق ومصدوق نبی ابو القاسم ﷺ نے فرمایا: یہ بات حق ہے اور ایسا عنقریب ہوگا، کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار] : 3396، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ .

''یہ مسند بزار کی روایت ہے اور اس کے راوی صحیح کے ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 349/7)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 100/13)

۞ علامہ ابو الولید ابن رشد قرطبی رحمہ اللہ (۵۲۰ھ) فرماتے ہیں:

أَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِخْبَارًا مُتَوَاتِرًا وَقَعَ الْعِلْمُ

بِهٖ أَنَّهٗ سَيَهْبِطُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ حَكَمًا عَدْلًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيُفِيضُ الْمَالُ، فَوَجَبَ التَّصْدِيقُ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ بِذٰلِكَ كَمَا فَعَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ .

''نبی کریم ﷺ نے متواتر احادیث میں خبر دی ہے، جو علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں کہ عنقریب قرب قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عادل اور منصف حکمران بن کر نازل ہوں گے، صلیب کو توڑ دیں گے اور (اس وقت) مال کی کثرت ہو جائے گی، لہٰذا ہر مسلمان پر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنا واجب ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، باقی توفیق اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے۔''

(البَيان والتّحصيل : 255/18)

❁ نیز فرماتے ہیں:

أَمَّا أَشْرَاطُهَا الَّتِي تَكُونُ بَيْنَ يَدَيْهَا فَعَشْرَةٌ، مِنْهَا خَمْسَةٌ وَقَعَ الْعِلْمُ بِهَا لِتَوَاتُرِ الْآثَارِ بِهَا، وَهِيَ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ، وَالدَّابَّةُ، وَالدَّجَّالُ، وَنُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا .

''قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہونے والی نشانیاں دس ہیں، ان میں سے پانچ نشانیاں ایسی ہیں، جن کے بارے میں متواتر احادیث وارد ہونے کی وجہ سے علم یقینی حاصل ہو چکا ہے، وہ نشانیاں یہ ہیں: ① یاجوج وماجوج کا خروج ② دابۃ الارض کا نکلنا ③ دجال کا آنا ④ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول ⑤ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔''

(البَيان والتّحصيل : 601/17)

۞ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

تَوَاتَرَ الْأَحَادِيثُ فِيهِ .

''نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں احادیث متواتر ہیں۔''

(فيض الباري : 361/4)

سوال: غار کا پتھر والی روایت کیسی ہے؟

جواب: یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ ہے۔

(صحيح البخاري : 5974، صحيح مسلم : 2773)

یہ حدیث صحیحین میں ہے، بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل احادیث بالا جماع صحیح ہیں، انہیں اُمت نے ہاتھوں ہاتھ قبول کیا ہے۔

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(شرح السّنة : 9/13)

۞ علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُجْمَعُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(النَّشر في القراء ات العَشر : 457/2)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۶۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے انسان کافر ہو جاتا ہے؟

جواب: کفریہ اور شرکیہ گناہ کے علاوہ کبیرہ گناہ کرنے سے انسان کافر نہیں ہوتا، بلکہ وہ فاسق ٹھہرتا ہے، البتہ اسلام اور دین سے خارج نہیں ہوتا۔ ایسا شخص اگر بغیر توبہ کے مر جائے، تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا، اسے اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا، خواہ وہ اسے معاف کر کے جنت میں داخل کر دے، خواہ اسے سزا دے کر پاک کر دے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ، فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَيَسْتُرُهٗ، فَيَقُولُ : أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ أَيْ رَبِّ، حَتّٰى إِذَا قَرَّرَهٗ بِذُنُوبِهٖ، وَرَأَى فِي نَفْسِهٖ أَنَّهٗ هَلَكَ، قَالَ : سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ .

”اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کرے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپا لے گا، پوچھے گا: کیا تو اپنا فلاں گناہ جانتا ہے؟ تجھے اپنا فلاں فلاں گناہ یاد ہے؟ وہ کہے گا: جی ہاں، میرے رب! جب وہ اس سے تمام گناہوں کا اقرار کرا لے

گا اور وہ شخص اپنے دل میں سوچے گا کہ وہ اب ہلاک ہو چکا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھ پر دنیا میں پردہ ڈالا، آج تیرے لیے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کا رجسٹر اسے تھما دیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري: 2441، صحيح مسلم: 2768)

✿ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ حُجَّةٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ فِي قَوْلِهِمْ: إِنَّ أَهْلَ الذُّنُوبِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا يُكَفَّرُونَ بِالْمَعَاصِي كَمَا زَعَمَتِ الْخَوَارِجُ.

''یہ حدیث اہل سنت کے عقیدہ کی دلیل ہے کہ گناہ گار مؤمنوں کو گناہوں کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا، جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔''

(شرح صحيح البخاري: 570/6)

✿ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ فَقَالَ: تُبَايِعُونِي عَلٰى أَنْ لَّا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا، قَرَأَ عَلَيْهِمُ الْآيَةَ، فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ.

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھے کہ آپ نے فرمایا: آپ اس بات پر

میری بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے اور زنا نہیں کریں گے، آپ نے ان کے سامنے آیت بھی تلاوت کی، جو اس بیعت کو پورا کرے گا، اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اسے سزا بھی مل گئی، تو وہ (سزا) اس کا کفارہ بن جائے گی، جو ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا، تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، خواہ اسے سزا دے، خواہ معاف کر دے۔''

(صحيح البخاري : 4894، صحيح مسلم : 1709، المُنتقٰى لابن الجارود : 803)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا تَصْرِيحٌ بِأَنَّ ارْتِكَابَ الْكَبَائِرِ لَيْسَ بِكُفْرٍ؛ لِأَنَّ الْكُفْرَ لَا يُغْفَرُ لِمَنْ مَاتَ عَلَيْهِ بِالنَّصِّ وَالْإِجْمَاعِ، وَهُوَ حُجَّةٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ عَلَى الْمُكَفِّرَةِ بِالذُّنُوبِ، وَهُمُ الْخَوَارِجُ، وَأَهْلُ الْبِدْعَةِ .

''اس حدیث میں صراحت ہے کہ کبائر کا ارتکاب کرنا کفر نہیں، کیونکہ جو کفر پر فوت ہو جائے، اس کی بخشش نہیں، اس پر نص اور اجماع دلیل ہیں۔ یہ حدیث اہل سنت والجماعت کی ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے، جو گناہوں کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں، یہ خوارج اور اہل بدعت ہیں۔''

(المُفهم : 142/5)

❁ نیز فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَقِّ لَا يَكْفُرُ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِارْتِكَابِ كَبِيرَةٍ مَا عَدَا الشِّرْكِ .

”اہل حق کا مذہب ہے کہ کوئی مسلمان شرک کے علاوہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے کافر نہیں بنتا۔“

(المُفهم: 300/1)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ الْمُسْلِمُ بِالْمَعَاصِي كَالْقَتْلِ وَالزِّنَا .

”اہل حق کا مذہب ہے کہ قتل اور زنا جیسے (کبیرہ) گناہوں کے ارتکاب سے کوئی مسلمان کافر نہیں بنتا۔“

(شرح مسلم: 49/2)

سوال: سیدنا آدم علیہ السلام کو کس جنت سے نکالا گیا تھا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کے قصہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حواء علیہا السلام کو حکم دیا کہ وہ جنت میں سکونت اختیار کریں۔ یہ جنت وہی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کے لیے تیار کر رکھا ہے اور روز قیامت اس میں داخل کیے جائیں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا﴾(البقرة: ٣٥)

”ہم نے کہا، اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں رہو، اس میں جہاں سے جی چاہے خوب کھاؤ۔“

جب آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کھایا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین پر اتارا، یہ بھی دلیل ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام جس جنت میں رہے، وہ آسمان پر ہے، تب ہی تو زمین پر اتارا ہے، اگر پہلے ہی زمین پر تھے، تو اتارنے کا کیا معنی؟

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِحْتَجَّ آدَمُ وَمُوسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا، فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى، قَالَ مُوسٰى : أَنْتَ آدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهٖ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهٗ، وَأَسْكَنَكَ فِي جَنَّتِهٖ، ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ، فَقَالَ آدَمُ : أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِيهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِيًّا، فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ، قَالَ مُوسٰى : بِأَرْبَعِينَ عَامًا، قَالَ آدَمُ : فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا﴿وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾، قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : أَفَتَلُومُنِي عَلٰى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ أَنْ أَعْمَلَهٗ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى .

”رب تعالیٰ کے پاس آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ہوئی۔ آدم علیہ السلام دلیل میں غالب آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ آدم ہیں کہ جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا، آپ میں روح پھونکی، مسجود ملائکہ بنایا اور جنت میں ٹھکانا دیا،

پھر آپ نے اپنی غلطی کی وجہ سے سب کو زمین پر اتار دیا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا: آپ موسیٰ ہیں، جنہیں اللہ نے رسالت اور کلام کے چنا ہے، آپ کو تختیاں عطا کیں کہ جن میں ہر چیز کی وضاحت ہے، سرگوشی کے لیے اپنے قریب کیا۔ بھلا اللہ نے میری تخلیق سے کتنا پہلے تورات لکھی تھی؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: چالیس سال پہلے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ نے اس میں یہ آیت: ﴿وَعَصٰى آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى﴾ دیکھی ہے؟ فرمایا: جی ہاں، آدم علیہ السلام نے فرمایا: کیا آپ مجھے ایک ایسے کام پر ملامت کر رہے ہیں کہ جو اللہ نے میری تخلیق سے چالیس سال پہلے ہی میرے متعلق لکھ دیا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم علیہ السلام دلیل میں موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔''

(صحیح البخاري: 4736، صحیح مسلم: 2652، واللّفظ لهٗ)

قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ حُجَّةٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ الْجَنَّةَ الَّتِي أُخْرِجَ مِنْهَا آدَمُ هِيَ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ، وَالَّتِي يَدْخُلُهَا النَّاسُ فِي الْآخِرَةِ، خِلَافًا لِقَوْلِ الْمُبْتَدِعَةِ إِنَّهَا جَنَّةٌ أُخْرٰى غَيْرُهَا.

''یہ حدیث اہل سنت والجماعت کے مؤقف کی دلیل ہے کہ جس جنت سے سیدنا آدم علیہ السلام کو نکالا گیا، وہ جنت الفردوس ہے، یہ وہی جنت ہے، جس میں روز آخرت لوگ داخل ہوں گے، اس کے برعکس اہل بدعت کہتے ہیں کہ یہ اس کے علاوہ کوئی دوسری جنت ہے۔''

(إکمال المُعلِم: 138/8)

یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو اسی جنت میں ٹھہرایا گیا تھا، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں آسمانوں میں ہے اور غلطی کے بعد اسی جنت سے نکال کر زمین پر اُتارا گیا تھا۔

سوال: کسی شخص کو دینی یا دنیاوی نعمت ملے، تو کیا اسے مبارک باد دینا جائز ہے؟

جواب: کسی کو دینی یا دنیوی نعمت ملے، تو اسے خوشخبری دینا اور مبارک باد دینا جائز ہے۔ یہ اخوت ایمانی کا بہترین اظہار ہے، ایک دوسرے کو خوشی کے موقع پر مبارک باد دینا اور اس کی خوشی میں شریک ہونا دینی تقاضا ہے، اس سے معاشرے میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ قرآنی آیات، کئی احادیث اور آثار میں اس کا ثبوت ہے۔

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

لَمَّا جَاءَ نِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِي، فَنَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ بِبِشَارَتِهٖ، وَاللّٰهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، فَانْطَلَقْتُ أَتَأَمَّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ، وَإِلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”جس شخص کی میں نے آواز سنی تھی، جب وہ میرے پاس مجھے (توبہ قبول ہونے کی) خوش خبری دینے آیا، تو میں نے اس کے لیے اپنے دونوں کپڑے اتارے اور اسے پہنا دیے، کیونکہ اس نے مجھے خوش خبری سنائی تھی۔ اللہ کی قسم! ان دنوں میرے پاس سوائے ان دو کپڑے کے کوئی کپڑا نہیں تھا، میں نے دو

کپڑے اُدھار لیے، انہیں پہنا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے ارادہ سے نکلا۔ ...... جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا، تو عرض کیا: اللہ کے رسول! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے مال سے الگ ہو جاتا ہوں اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خدمت میں بطور صدقہ پیش کرتا ہوں۔''

(صحيح مسلم : 2769)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَهْنِئَةِ مَنْ تَجَدَّدَتْ لَهٗ نِعْمَةٌ دِينِيَّةٌ، وَالْقِيَامِ إِلَيْهِ إِذَا أَقْبَلَ، وَمُصَافَحَتِهٖ، فَهٰذِهٖ سُنَّةٌ مُسْتَحَبَّةٌ، وَهُوَ جَائِزٌ لِمَنْ تَجَدَّدَتْ لَهٗ نِعْمَةٌ دُنْيَوِيَّةٌ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ جسے نئی نئی دینی نعمت ملی ہو، اسے مبارک باد دینا، اس کے آنے پر کھڑے ہو جانا اور اس سے مصافحہ کرنا مستحب ہے، یہ سب مستحب سنت ہے، نیز دنیوی نعمت ملنے پر بھی ایسا کرنا جائز ہے۔''

(زاد المَعاد : 512/3)

سوال: شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت برحق ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم کے بیان کے مطابق آپ کو اہل کوفہ نے شہید کیا۔ اس وقت کوفہ میں دشمنان صحابہ کے دو بڑے گروہ خوارج اور روافض موجود تھے، جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی جنگ کی اور ان کو شہید کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت باسعادت کی خبر نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں دے دی

تھی۔ ہر مسلمان آپ کی شہادت پر دکھی ہے۔ ہمیں آپ کی شہادت پر وہی انداز اختیار کرنا چاہیے، جو اس وقت صحابہ، اہل بیت رسول اور دیگر مسلمانوں نے اختیار کیا تھا۔

ہم کہتے ہیں کہ جس نے جگر گوشہ رسول کو شہید کیا یا آپ کی شہادت میں معاونت کی یا آپ کی شہادت پر راضی ہوا، اس پر اللہ، فرشتوں اور ساری کائنات کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے نوافل اور فرائض قبول نہ کرے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُورَاءَ قَتَلَتْهُ الطَّائِفَةُ الظَّالِمَةُ الْبَاغِيَةُ، وَأَكْرَمَ اللّٰهُ الْحُسَيْنَ بِالشَّهَادَةِ، كَمَا أَكْرَمَ بِهَا مَنْ أَكْرَمَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ، أَكْرَمَ بِهَا حَمْزَةَ وَجَعْفَرَ، وَأَبَاهُ عَلِيًّا، وَغَيْرَهُمْ، وَكَانَتْ شَهَادَتُهٗ مِمَّا رَفَعَ اللّٰهُ بِهَا مَنْزِلَتَهٗ، وَأَعْلٰى دَرَجَتَهٗ، فَإِنَّهُ هُوَ وَأَخُوهُ الْحَسَنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَالْمَنَازِلُ الْعَالِيَةُ لَا تُنَالُ إِلَّا بِالْبَلَاءِ .

”جب سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو عاشوراء (دس محرم) کے دن شہید کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ کو ظالم اور باغی جماعت نے شہید کیا، اللہ تعالیٰ نے حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت کے ساتھ عزت و تکریم سے نوازا، جیسے آپ رضی اللہ عنہ کے دیگر اہل بیت کو شہادت سے سرفراز کیا، سیدنا حمزہ، سیدنا جعفر، سیدنا علی اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بھی شہادت کے ساتھ عزت دی۔ شہادت سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بلند کر دیا، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی سیدنا

حسن رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ بلند مقام آزمائشوں کے بعد ہی حاصل ہوتے ہیں۔“

(الفتاوی الکبریٰ :196/1)

سوال: کیا روز قیامت کفار بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے؟

جواب: روز قیامت دیدار الٰہی برحق ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے، جو صرف اہل ایمان کو نصیب ہوگی۔ مشرکین اور کفار اس سے محروم رہیں گے۔ کسی کافر کو رب تعالیٰ کا دیدار نصیب نہیں ہوگا، کتاب وسنت کے دلائل اور اُمت کا اجماع اس پر بین دلیل ہیں، اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ (المُطَفِّفِين : ١٥)

”خبردار! یہ (کفار) روز قیامت دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔“

❀ علامہ ابوبکر ابن فورک رحمہ اللہ (٤٠٦ھ) فرماتے ہیں:

قَالُوا وَهُمْ أَهْلُ الْحَقِّ إِنَّ رُؤْيَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى جَائِزَةٌ فِي الْآخِرَةِ وَإِنَّمَا يَرَاهُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ دُونَ الْكُفَّارِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ فَأَخْبَرَ أَنَّ الْكَافِرِينَ مَحْجُوبُونَ عَنْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَخْبَرَ أَنَّ الْوُجُوهَ النَّاظِرَةَ وَهِيَ الْمُشْرِقَةُ وَهِيَ وُجُوهُ الْمُؤْمِنِينَ الْمُخْلِصِينَ هِيَ النَّاظِرَةُ إِلٰى رَبِّهَا يَوْمَئِذٍ فَدَلَّ هٰذَا التَّقْيِيدُ وَهٰذَا النَّصُّ

عَلٰى أَنَّ الْكَافِرِينَ لَا يَرَوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَمَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ أَحَدًا قَالَ بِرُؤْيَةِ الْكُفَّارِ سِوَى ابْنِ سَلَمٍ الْبَصْرِيِّ وَكَانَ مَذْهَبُهٗ مَزْهُودًا فِيهِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ مَرْغُوبًا عَنْهُ مُبْتَدِعًا فِيهِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْعِرَاقِ وَالْحِجَازِ وَيُهَجِّنُونَهٗ بِذٰلِكَ وَيَنْسِبُونَهٗ إِلَى الْبِدْعَةِ .

''اہل حق کہتے ہیں کہ روز آخرت اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے، روز قیامت اللہ تعالیٰ کا دیدار صرف مؤمنوں کو نصیب ہوگا، کافروں کو نہیں، کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾ ''خبردار! روز قیامت یہ لوگ دیدارِ الٰہی سے محروم کر دیئے جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے روک دیے جائیں گے، یہ بھی خبر دی ہے کہ روشن چہرے، جو خالص اہل ایمان کے چہرے ہوں گے، وہ چہرے روز قیامت اپنے رب کی طرف دیکھیں گے۔ یہ تعین اور یہ نص دلیل ہیں کہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکیں گے۔ میرا نہیں خیال کہ کسی نے بھی کفار کے لیے دیدار الٰہی کو ثابت کیا ہے، سوائے ابن سلم بصری کے، اس کا مذہب اہل علم کے نزدیک مردود اور غیر مقبول ہے، علمائے عراق اور علمائے حجاز کے نزدیک اس کا نظریہ بدعی ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے اہل علم نے اسے ترک کر دیا ہے اور اسے بدعتی قرار دیا ہے۔''

(مُشکل الحدیث وبَیانہ، ص 406)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمُ عِيدٍ، فَلَا تَجْعَلُوا يَوْمَ عِيدِكُمْ يَوْمَ صِيَامِكُمْ، إِلَّا أَنْ تَصُومُوا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ.

''جمعہ کا دن عید کا دن ہے، لہٰذا اپنے عید کے دن میں روزہ نہ رکھیں، الا یہ کہ اس سے پچھلے یا اگلے دن کا بھی رکھیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 303/2، 532/2)

(جواب): اس کی سند حسن ہے۔ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۱۶۱) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۶۱۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

(سوال): کیا آخرت میں دیدار الٰہی ہوگا؟

(جواب): اللہ تعالیٰ روزِ آخرت اپنے مومن بندوں کو اپنا دیدار دیں گے۔ یہ بہت بڑی غایت اور نہایت شان دار عنایت ہے۔ اس پر قرآن و حدیث کی نصوص اور مومنوں کا اجماع دلیل ہے۔ معطلہ، جہمیہ، معتزلہ، خوارج اور امامیہ شیعہ اس کے منکر ہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَعَلَّمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرٰى أَحَدٌ مِنْكُمْ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَمُوتَ.

''جان لیں کہ آپ میں سے کوئی بھی موت سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا۔''

(صحيح مسلم :2931)

❁ علامہ مازری مالکی رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يُشِيرُ إِلٰى مَذْهَبِ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يُرٰى فِي الْآخِرَةِ، وَلَوْ كَانَتْ رُؤْيَتُهُ تَسْتَحِيلُ كَمَا قَالَتِ الْمُعْتَزِلَةُ لَمْ

يَكُنْ لِلتَّقْيِيدِ بِالْمَوْتِ مَعنًى، وَالْأَحَادِيثُ فِي هٰذَا كَثِيرَةٌ وَقَدْ عَوَّلَ عَلَيْهَا بَعْضُ أَيِمَّتِنَا فِي إِثْبَاتِ الرُّؤْيَةِ فِي الْآخِرَةِ عَلٰى طُرُقٍ بَسَطُوهَا فِي كُتُبِ الْأُصُولِ.

''اس حدیث میں اہل حق کے مذہب کی طرف اشارہ ہے کہ روز آخرت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار ہوگا، اگر اللہ کا دیدار محال ہوتا، جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں، تو اسے موت کے ساتھ مقید کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔ رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں احادیث بہت زیادہ ہیں، جن پر ہمارے بعض ائمہ نے اعتماد کیا ہے اور آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کا اثبات کیا ہے، ان کی بہت سی سندیں ہیں، جنہیں کتب احادیث میں بڑے شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔''

(المُعلِم بفوائد مسلم: 374/3)

سوال: دجال کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: دجال سب سے بڑا فتنہ ہے، قرب قیامت اس کا خروج برحق ہے، متواتر احادیث اور اجماع میں اس کا اثبات ہے، اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ خروج دجال پر ایمان لانا واجب ہے۔

دجال انسان ہے، اس کی بائیں آنکھ کانی ہوگی اور دائیں آنکھ اُبھری ہوئی ہوگی، اسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے نیزے سے قتل کریں گے، اس کی ہیئت کتب احادیث میں درج ہے۔

❀ سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، آپ نے پوچھا: کیا مذاکرہ چل رہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا: قیامت کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ، فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَأَجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ؛ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلٰى مَحْشَرِهِمْ.

''قیامت تب تک قائم نہیں ہوگی، جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوجائیں، پھر آپ ﷺ نے دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، نزول عیسیٰ، یاجوج ماجوج کا خروج، تین مقامات سے خسف (زمین کا نیچے دھنس جانا)، مشرق کا خسف، مغرب کا خسف، جزیرہ عرب کا خسف اور ان سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ یمن سے آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانک لائے گی۔''

(صحیح مسلم :2901)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کے اوصاف میں ذکر فرمایا:

مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ، يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، كَاتِبٍ وَغَيْرِ كَاتِبٍ.

''دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا، یہ لفظ ہر مؤمن پڑھ لے گا، خواہ وہ مؤمن پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ ہو۔''

(صحیح مسلم : 2934)

قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي أَدْخَلَهَا مُسْلِمٌ فِي قِصَّةِ الدَّجَّالِ حُجَّةُ أَهْلِ الْحَقِّ فِي صِحَّةِ وُجُودِهِ، وَأَنَّهُ شَخْصٌ مُعَيَّنٌ، ابْتَلَى اللّٰهُ عِبَادَهُ، وَأَقْدَرَهُ عَلٰى أَشْيَاءَ مِنْ قُدْرَتِهِ لِيَتَمَيَّزَ الْخَبِيثُ مِنَ الطَّيِّبِ ...... هٰذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَجَمَاعَةِ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيثِ وَنُظَّارِهُمْ خِلَافًا لِّمَنْ أَنْكَرَ أَمْرَهُ وَأَبْطَلَهُ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَبَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ .

''امام مسلم رحمہ اللہ نے قصہ دجال کے بیان میں جو احادیث بیان کی ہیں، یہ سب اہل حق کی دلیل ہیں کہ دجال کا وجود حق ہے اور یہ ایک معین شخص ہوگا، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی قدرت سے کئی چیزوں پر قدرت دے گا، تاکہ خبیث اور طیب جدا جدا ہو جائیں۔ ...... یہ اہل سنت والجماعت، فقہاء اور محدثین وغیرہ کا مذہب ہے، اس کے برعکس خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ فتنہ دجال کا انکار کرتے ہیں اور اسے باطل قرار دیتے ہیں۔''

(إكمال المُعلم : 475/8)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَتْ طَوَائِفُ كَثِيرَةٌ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَبَعْضُ الْمُعْتَزِلَةِ خُرُوجَ الدَّجَّالِ بِالْكُلِّيَّةِ، وَرَدُّوا الْأَحَادِيثَ الْوَارِدَةَ

فِيهِ، فَلَمْ يَصْنَعُوا شَيْئًا، وَخَرَجُوا بِذٰلِكَ عَنْ حَيِّزِ الْعُلَمَاءِ، لِرَدِّهِمْ مَا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''خوارج اور جہمیہ کے کئی گروہوں اور بعض معتزلہ نے خروج دجال کا سرے سے ہی انکار کر دیا ہے، اس بارے میں وارد احادیث کو ٹھکرا دیا ہے، یوں وہ اہل علم کی فہرست سے خارج ہو گئے ہیں، کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی سندوں سے مروی متواتر صحیح احادیث کو رد کیا ہے۔''

(البِداية والنّهاية : 193/19)

❁ مؤرخ مطہر بن طاہر مقدسی رحمہ اللہ (۳۵۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَخْبَارُ الصَّحِيحَةُ مُتَوَاتِرَةٌ بِخُرُوجِهٖ بِلَا شَكٍّ.

''دجال کے خروج کے بارے میں صحیح احادیث بلاشبہ متواتر ہیں۔''

(البدء والتّاريخ : 186/2)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہیں، زندگی میں بھی نہیں تھے اور اب جبکہ آپ ﷺ اللہ کے پاس جا چکے ہیں، تب بھی نہیں ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو حاضر وناظر سمجھنا اہل سنت والجماعت اور ائمہ سلف کی تصریحات سے متصادم ہے۔ یہ عقیدہ نصوص قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کئی بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے غائب ہوتے، تو صحابہ آپ ﷺ کو ڈھونڈنے لگ جاتے، ہمیشہ غائب کو ہی ڈھونڈا جاتا ہے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ

ہوتا کہ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، وہ کبھی آپ کو ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرتے۔

❀ علقمہ بن قیس نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقُلْتُ : هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟ قَالَ : لَا، وَلٰكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْأَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ، فَقُلْنَا : اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ، قَالَ : فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا هُوَ جَاءٍ مِنْ قِبَلَ حِرَاءٍ، قَالَ : فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ، فَقَالَ : أَتَانِي دَاعِي الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ : فَانْطَلَقَ بِنَا فَأَرَانَا آثَارَهُمْ وَآثَارَ نِيرَانِهِمْ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ فَقَالَ : لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ.

''میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا لیلۃ الجن کو آپ میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا؟ ، فرمایا: نہیں، دراصل ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، ہم نے آپ ﷺ کو گم پایا، ہم نے آپ کو وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا، (مگر آپ نہ ملے) تو ہم سوچنے لگے کہ شاید آپ ﷺ

کو اڑا لیا گیا ہے یا شہید کر دیا گیا ہے۔ ہم نے بڑی مشکل میں رات گزاری، جب صبح ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ غار حرا کی طرف سے تشریف لا رہے تھے، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے آپ کو گم پایا، تو آپ کو تلاش کرتے رہے، لیکن آپ ہمیں نہ ملے، ہماری رات بہت بری گزری، فرمایا: میرے پاس جنات کی طرف سے دعوت دینے والا آیا، تو میں اس کے ساتھ چلا گیا، میں نے ان پر قرآنی آیات کی تلاوت کی۔ پھر نبی کریم ﷺ ہمیں ساتھ لے گئے اور ہمیں ان کے قدموں کے نقوش اور ان کی آگ کے نشانات دکھائے۔ جنات نے نبی کریم ﷺ سے خوراک کا مطالبہ بھی کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آپ ہر اس جانور کی ہڈی کھا سکتے ہیں، جو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے، آپ کے ہاتھ میں ہڈی آئے گی، تو اس پر پہلے سے زیادہ گوشت چڑھ جائے گا، نیز لید تمہارے چوپائیوں کا چارہ ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا: ان دو چیزوں (ہڈی اور لید) سے آپ استنجا نہ کیا کریں، کیونکہ یہ آپ کے بھائیوں (جنات) کی خوراک ہے۔"

(صحیح مسلم: 450)

یہ حدیث بین دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

سوال: سب سے افضل صحابی کون ہیں؟

جواب: انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے بعد کائنات کی افضل ترین شخصیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر صحابہ سے لے کر ہر دور کے اہل سنت والجماعت کا اجماع رہا ہے، یہی سبیل مومنین ہے۔ مسلمانوں اور اہل علم کا اجتماعی شعور یہی ہے۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْحَقِّ عَلٰى أَنَّهٗ أَفْضَلُ أُمَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ صَنَّفَ الْعُلَمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِي مَعْرِفَةِ رُجْحَانِهٖ أَشْيَاءَ كَثِيرَةً مَشْهُورَةً فِي الْأُصُولِ وَغَيْرِهَا وَمِنْ أَحْسَنِهَا كِتَابُ فَضَائِلُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِلْإِمَامِ أَبِي الْمُظَفَّرِ مَنْصُورِ بْنِ مُحَمَّدِ السَّمْعَانِيِّ الشَّافِعِيِّ .

''اہل حق کا اجماع ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سب سے افضل ہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہل علم نے کتب احادیث وغیرہ میں کئی مشہور و معروف کتب ابواب درج کیے ہیں۔ ان میں سب سے اچھی کتاب امام ابوالمظفر منصور بن محمد سمعانی شافعی رحمہ اللہ کی فضائل الصحابہ ہے۔''

(شرح مسلم :212/1)

قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل اسی پر شاہد ہیں۔ صحیح بخاری میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وجلالت پر بیس سے زائد احادیث ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایسے منفرد خصائص وامتیازات حاصل ہیں، جو کسی اور کے حصے میں نہیں آئے۔ انہیں فضائل ومناقب کو دیکھتے ہوئے تمام صحابہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل منتخب کیا۔ عہد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہی اول اور افضل سمجھتے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متواتر ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اُمت کا بہترین فرد قرار دیا، دیگر اہل بیت کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ عہد نبوی سے لے کر آج تک دو مسلمانوں نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔

سوال: کیا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی نصرت میں مال خرچ کیا؟

جواب: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور اہل اسلام پر بے دریغ مال خرچ کیا، جس کا اقرار خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی حیات مبارکہ کے آخر میں کیا ہے، یہ فضیلت کسی اور کے حصہ میں نہیں آئی۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کو کپڑے سے باندھ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے، اللہ کی تعریف وثنا کی، پھر فرمایا: ابو بکر سے زیادہ احسان مجھ پہ کسی نے نہیں کیے، مال کا احسان ہو یا جان کا۔ میں اگر کسی کو خلیل بناتا، تو ابو بکر کو بناتا، لیکن اسلام کی خُلّت زیادہ بہتر ہے، ابو بکر کے علاوہ اس مسجد کی طرف کھلنے والی ہر کھڑکی بند کر دی جائے۔ (صحيح البخاري : 467، 3654)

یہ حدیث متواتر ہے۔

(نظم المُتناثر للكتاني، ص 193)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنْفَقَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ أَلْفًا .

"سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس ہزار دینار خرچ کیے۔"

(صحيح ابن حبان : 6859، وسندهٗ صحيحٌ)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو صوت وحروف کے ساتھ کلام کیا؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے صوت وحروف اور معانی کے ساتھ تکلم کیا ہے، بالفاظ دیگر قرآن کریم کے الفاظ ومعانی اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اسے جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے سنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ ثابت ہوا کہ قرآن کریم کلام نفسی نہیں۔

❀ علامہ ابن محبّ مقدسی رحمہ اللہ (۷۸۹ھ) فرماتے ہیں:

بِالْجُمْلَةِ فَلَا رَيْبَ أَنَّهٗ قَدْ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ السَّلَفِ أَنَّ اللّٰهَ تَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ بِحُرُوفِهٖ وَمَعَانِيهِ، بِصَوْتِ نَفْسِهٖ، وَنَادٰى مُوْسٰى بِصَوْتِ نَفسِهٖ، وَأَنَّ صَوْتَ الرَّبِّ لَا يُمَاثِلُ أَصْوَاتَ الْعِبَادِ، كَمَا أَنَّ عِلْمَهٗ لَا يُمَاثِلُ عِلْمَهُمْ، وَقُدْرَتَهٗ لَا تُمَاثِلُ قُدْرَتَهُمْ، وَأَنَّهٗ بَائِنٌ عَنْ مَخْلُوقَاتِهٖ بِذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ، وَقَدْ نَصَّ عَلٰى ذٰلِكَ أَئِمَّةُ الْإِسْلَامِ أَحْمَدُ وَمَنْ قَبْلَهٗ مِنَ الْأَئِمَّةِ، فَالصَّوْتُ الْمَسْمُوعُ مِنَ الْعَبْدِ صَوْتُ الْقَارِئِ، وَالْكَلَامُ كَلَامُ الْبَارِئِ، وَهُوَ سُبْحَانَهٗ نَادٰى مُوْسٰى بِصَوْتٍ

سَمِعَهٗ مُوْسٰی فَإِنَّهٗ قَدْ أَخْبَرَ أَنَّهٗ نَادٰی مُوْسٰی فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ مِنَ الْقُرْآنِ، كَمَا قَالَ تَعَالٰی : ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسٰی ❀ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾(النّازعات : ١٥ـ١٦)، وَالنِّدَاءُ لَا يَكُونُ إِلَّا صَوْتًا بِاتِّفَاقِ أَهْلِ اللُّغَةِ .

''حاصل کلام یہ ہے کہ بلاشبہ کتاب وسنت اور اجماع سلف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حروف و معانی کے ساتھ اپنی آواز میں تکلم کیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آواز میں ندا دی۔ اللہ تعالیٰ کی آواز مخلوق کی آواز کے مماثل نہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت مخلوق کے علم اور قدرت کے مماثل نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں مخلوقات سے جدا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور ان سے پہلے ائمہ اسلام نے اس کی صراحت کی ہے۔ لہٰذا وہ آواز جو بندے سے سنی گئی، وہ قاری کی آواز ہے اور جو کلام پڑھا گیا، وہ باری تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے آواز کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی، جسے موسیٰ علیہ السلام نے سنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر خبر دی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی، جیسے فرمان الٰہی ہے: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسٰی ❀ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ (النّازعات : ١٥ـ١٦) ''(اے نبی!) کیا آپ تک موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں پہنچی، جب انہیں ان کے رب نے مقدس وادی طویٰ میں ندا دی۔'' تمام اہل لغت کا اتفاق ہے کہ ندا آواز ہی ہوتی ہے۔''

(صِفات رب العالمین : 1220/3)

سوال: کیا روافض اہل بیت سے حقیقی محبت کرتے ہیں؟

جواب: صحابہ اور اہل بیت سے محبت واجب ہے، یہ عین ایمان ہے، جو صحابہ یا اہل بیت سے بغض رکھے، یا ان میں سے کسی سے بھی بغض رکھے، تو وہ بدعتی ہے۔ صحابہ سے محبت ایمان ہے اور باعث نجات ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا، قَالَ: لَا شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ، فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ.

”ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: آپ نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ کہنے لگا: کچھ بھی نہیں، بس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: آپ انہی کے ساتھ ہوں گے، جن سے محبت کرتے ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں اتنی خوشی کسی شے سے نہیں ہوئی، جتنی اس فرمان نبوی سے ہوئی کہ ”آپ انہی کے ساتھ ہوں گے، جن سے محبت کرتے ہیں۔“ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ ان سے محبت کی وجہ سے میں انہی کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔''

(صحيح البخاري : 3688، صحيح مسلم : 2639)

محبت سے مراد شرعی محبت ہے۔ روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے شرعی محبت نہیں کرتے، محبت وہی معتبر ہے، جو شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتے ہوئے انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا، تو کیا وہ اپنی اس محبت میں سچے ہیں؟ ہرگز نہیں، انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے وہ محبت کی، جو شریعت میں مطلوب نہیں تھی۔

اسی طرح روافض بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت سے محبت کا دم بھرتے ہیں، مگر ان سے حقیقی محبت نہیں کرتے۔ محبت کا پہلا تقاضا ہے کہ محبوب کا اتباع کرنا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے، ان سے اعلان برأت نہیں کرتے تھے، جبکہ روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے برخلاف ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے برأت کو واجب سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی عقائد و نظریات میں روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یکسر مختلف نظر آتے ہیں، کیا کوئی اسے محبت علی رضی اللہ عنہ کا نام دے سکتا ہے؟

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

طَائِفَةٌ رَافِضَةٌ يُظْهِرُونَ مُوَالَاةَ أَهْلِ الْبَيْتِ، وَهُمْ فِي الْبَاطِنِ إِمَّا مَلَاحِدَةٌ زَنَادِقَةٌ، وَإِمَّا جُهَّالٌ، وَأَصْحَابُ هَوًى، وَطَائِفَةٌ نَاصِبَةٌ تَبْغُضُ عَلِيًّا، وَأَصْحَابَهُ، لِمَا جَرٰى مِنَ الْقِتَالِ فِي الْفِتْنَةِ مَا جَرٰى.

''روافض کی ایک جماعت اہل بیت سے محبت کا دم بھرتی ہے، درحقیقت یہ ملحد و

زندیق ہیں یا دین سے کورے اور نفس پرست۔ایک گروہ ناصبی ہے، جو (سیدنا معاویہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے خلاف ہونے والی) جنگوں کی وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے بغض رکھتا ہے۔''

(الفتاوی الکبریٰ :195/1، مجموع الفتاویٰ : 301/25)

سوال: صاحب استطاعت پر کتنی بار حج بیت اللہ فرض ہے؟

جواب: صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ اگر کوئی بلوغت کے بعد ایک مرتبہ حج کر لے، تو اس کا فریضہ ادا ہو چکا ہے، دوبارہ اس پر حج فرض نہیں، خواہ وہ صاحب استطاعت ہو یا نہ ہو۔ احادیث صحیحہ اور اجماع اُمت اس پر بین دلیل ہیں۔اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ : أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ قُلْتُ : نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے آپ (میں سے صاحب استطاعت) پر حج فرض کیا ہے، لہٰذا (بیت اللہ کا) حج کریں، ایک شخص کہنے لگا: اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے تین بار یہی سوال پوچھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو ہر سال ہی حج فرض ہو جاتا اور آپ

اس کی استطاعت نہ رکھتے۔“

(صحیح مسلم : 1337)

❁ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي وُجُوبِهٖ مَرَّةً فِي الْعُمُرِ عَلَى الْمُسْتَطِيعِ .

”اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صاحب استطاعت پر حج کرنا زندگی میں ایک مرتبہ واجب ہے۔“

(المُفهم : 447/3)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْحَجَّ لَا يَجِبُ إِلَّا مَرَّةً .

”اہل علم کا اجماع ہے کہ حج (زندگی میں) ایک ہی مرتبہ واجب ہے۔“

(شرح مسلم : 101/9)

بعض کہتے ہیں کہ جسے جسمانی و مالی استطاعت حاصل ہو، اس پر ہر چوتھے یا پانچویں سال حج اللہ کرنا واجب ہے، یہ بے دلیل موقف ہے، اس پر ایک روایت سے استدلال کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اللّٰهُ : إِنَّ عَبْدًا صَحَّحْتُ لَهٗ جِسْمَهٗ، وَوَسَّعْتُ عَلَيْهِ فِي الْمَعِيشَةِ يَمْضِي عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَعْوَامٍ لَا يَفِدُ إِلَيَّ لَمَحْرُومٌ .

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس بندے کو میں نے جسمانی صحت دی ہو اور معیشت میں کشادگی دی ہو اور اس پر پانچ سال گزر جائیں اور وہ میرے طرف (حج

کے لیے) نہ آئے، تو وہ (خیر سے) محروم ہوگا۔“

(مُسند أبي يعلٰى :1031، صحيح ابن حبان : 3703)

روایت باطل و مضطرب ہے۔اس حدیث کی سند و متن میں اضطراب پایا جاتا ہے، کسی نے اسے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور کسی نے اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسند بنایا ہے، پھر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کسی نے موقوف بیان کیا ہے، کسی نے مرفوع، اسی طرح نیچے راویوں کے بیان میں بھی اختلاف ہے۔

مذکورہ سند سب سے بہتر ہے، مگر اس میں بھی انقطاع ہے، مسیّب بن رافع کا سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعِ الْمُسَيِّبُ بْنُ رَافِعٍ مِنْ أَحَدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ .

”مسیّب بن رافع نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے سماع نہیں کیا۔“

(تاريخ الدّوري : 19/4، الرقم : 2930)

بہرکیف ائمہ علل نے اس روایت پر جرح کی ہے، بسا اوقات سند کے راوی ثقہ یا حسن الحدیث ہوتے ہیں، مگر ماہرین اس پر جرح کر دیتے ہیں، تو اس صورت میں ان کے کلام پر اعتماد کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ سند کی ظاہری علتوں کے ساتھ ساتھ مخفی علتوں سے بھی واقف ہوتے ہیں، جن پر دوسرے لوگ مطلع نہیں ہو پاتے۔

❀ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اپنے والد امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ سے

اس حدیث کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا:

اَلنَّاسُ يَضْطَرِبُونَ فِي حَدِيثِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ .

''علاء بن مسیّب کی حدیث میں لوگ اضطراب کا شکار ہو گئے ہیں۔''

(عِلَل الحديث : 282/3)

۞ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہ اللہ مزید بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأَبِي : فَأَيُّهُمَا الصَّحِيحُ مِنْهُمَا، قَالَ : هُوَ مُضْطَرِبٌ، فَأَعَدتُّ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَزِدْنِي عَلٰى قَوْلِهٖ : هُوَ مُضطَرِبٌ . ثُمَّ قَالَ : اَلْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ خَبَّاب، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْقُوفٌ مُرسَلًا أَشْبَهُ .

قلتُ لِأَبِي : لَمْ يَسْمَعْ يونسُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ؟ قَالَ : لَا .

''میں نے اپنے والد ابو حاتم رازی رحمہ اللہ سے پوچھا: (آپ کی ذکر کردہ دونوں سندوں میں سے) درست کون سی ہے؟ فرمایا: یہ روایت مضطرب ہے۔ میں نے بار بار یہی سوال کیا، مگر آپ رحمہ اللہ نے صرف یہی جواب دیا: یہ حدیث مضطرب ہے۔ پھر فرمایا: علاء بن مسیّب عن یونس بن خباب عن ابی سعید کی سند سے موقوف مرسل (منقطع) بیان کرنا زیادہ بہتر ہے۔ میں نے پوچھا: کیا یونس نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا؟ فرمایا: نہیں کیا۔''

(عِلَل الحديث : 283/3)

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے سند کا اختلاف ذکر کر کے فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ مِنْهَا شَيْءٌ .

”ان میں سے کوئی بھی سند ثابت نہیں ہے۔“

(العِلَل: 310/11)

❁ اس حدیث کے بارے میں امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهَا لِينٌ .

”اس حدیث میں ضعف ہے۔“

(الضّعفاء الكبير: 206/2)

❁ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ بَاطِلٌ .

”یہ حدیث باطل ہے۔“

(القَبس في شرح موطأ مالك بن أنس، ص 539، المَسالك: 272/4)

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ بَاطِلٌ لَا يَصِحُّ .

”یہ حدیث باطل اور غیر ثابت ہے۔“

(تفسير القرطبي: 142/4)

بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح کی روایت آتی ہے، مگر ان میں کوئی بھی ثابت نہیں، ساری کی ساری روایات ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

دوسری بات کہ اگر ان روایات کو ثابت بھی مان لیا جائے، تب بھی اس سے صاحب استطاعت پر ہر چار پانچ سال بعد حج کرنے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ اس سے استحباب معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ جمہور اہل علم نے کہا ہے۔

سوال: کیا اذان میں ''اشہدان محمدا رسول اللہ'' کے الفاظ بعد میں شامل ہوئے؟

جواب: اذان میں ''اشہدان محمدا رسول اللہ'' کے الفاظ اسی دن اور اسی وقت سے شامل ہوئے، جس دن اور جس وقت سب سے پہلے اذان کا آغاز ہوا، سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کو جو اذان دکھائی گئی تھی، اس میں یہ کلمات شامل تھے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ لِيَضْرِبَ بِهِ النَّاسُ فِي الْجَمْعِ لِلصَّلَاةِ أَطَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَّحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ فَقَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ: قُلْتُ: نَدْعُو بِهٖ لِلصَّلَاةِ قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ: بَلٰى قَالَ: تَقُولُ: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: ثُمَّ اسْتَأْخَرَ غَيْرَ بَعِيدٍ قَالَ: ثُمَّ تَقُولُ إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ

إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ : فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ : «إِنَّ هٰذَا رُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُوَذِّنْ بِهٖ فَإِنَّهٗ أَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ»، فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلَقِّنُهٗ عَنْهُ وَيُوَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ يَقُولُ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ اُرِيتُ مِثْلَ الَّذِي أُرِيَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ» .

''رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی غرض سے ناقوس بجانے کا حکم دیا، تو میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہاتھ میں ناقوس پکڑے دیکھا اور اسے کہا: اللہ کے بندے! اسے فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: آپ اسے کیا کریں گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کریں گے، اس نے کہا: میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں، میں نے کہا: ضرور بتائیں! اس نے کہا: یوں کہا کریں: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ پھر اس نے تھوڑی دور جا

کر کہا: اقامت یوں کہیں: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ صبح ہوئی، تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا، فرمایا: ان شاء اللہ! یہ سچا خواب ہے، بلال کے ساتھ کھڑے ہو جایئے اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، انہیں بتاتے جائیں، وہ اذان دیں گے، کیوں کہ ان کی آواز آپ سے بلند ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر انہیں بتاتا جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ کلمات سنے، تو (جلدی سے) اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور کہنے لگے: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے! اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 43/4، سنن أبي داوٗد : 499، سنن التّرمذي : 189، سنن ابن ماجه : 706، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام بخاری رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱/ ۳۹۹)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۷۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۷۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۵۶) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۳/ ۸۲) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، نیز اسے ''صحیح'' بھی کہا ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ۴/ ۷۷)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْقِصَّةُ بِأَسَانِيدَ مُخْتَلِفَةٍ وَهٰذَا الْإِسْنَادُ أَصَحُّهَا .

''اس قصہ کی مختلف سندیں ہیں، یہ سب سے بہتر سند ہے۔''

(مَعالم السّنن :152/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ قِصَّةٌ جَلِيلَةٌ رُكْنٌ مِّنْ أَرْكَانِ الْبَابِ، وَادَّعَى ابْنُ دِحْيَةَ فِي تَنْوِيرِهٖ تَوَاتُرَ طُرُقِهَا .

''یہ عمدہ قصہ ہے اور اذان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، ابن دحیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''التنویر'' میں اس کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔''

(البدر المُنیر : 334/3)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ کی اذان میں شہادتین کا ذکر پہلے ہی سے موجود تھا اور اس پر کوئی مستند دلیل نہیں کہ اذان میں ''اشہدان محمدا رسول اللہ'' کے کلمات بعد میں داخل کیے گئے، اس بارے میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے، مگر وہ ضعیف و غیر ثابت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ بِلَالًا كَانَ يَقُولُ أَوَّلَ مَا أَذَّنَ : «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ»، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ : قُلْ فِي أَثَرِهَا : «أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ»، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قُلْ كَمَا أَمَرَكَ عُمَرُ .

”سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے جب اذان کہی، تو اس میں یوں الفاظ پڑھے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کے بعد أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بلال رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: جیسے عمر کہہ رہے ہیں، بالکل ویسا ہی کہیے۔“

(صحيح ابن خزيمة : 362)

روایت سخت ضعیف ہے۔ عبداللہ بن نافع عدوی ضعیف، متروک و منکر الحدیث ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَبَرٌ غَرِيبٌ غَرِيبٌ .

”یہ عجیب و غریب (منکر) روایت ہے۔“

(اتّحاف المَهرة : 136/9)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اکثم بن جون خزاعی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يَا أَكْثَمُ، اغْزُ مَعَ غَيْرِ قَوْمِكَ يَحْسُنْ خُلُقُكَ وَتَكْرُمْ عَلٰى رُفَقَائِكَ، يَا أَكْثَمُ، خَيْرُ الرُّفَقَاءِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعِمِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ .

”اکثم! اپنی قوم کے علاوہ کسی دوسری قوم کے ساتھ مل کر قتال کیا کیجئے، اس سے آپ کا اخلاق بہتر ہو جائے گا اور اپنے ساتھیوں میں آپ کی عزت ہو گی،

اکثم! بہترین ساتھی چار ہیں، بہترین فوجی دستہ چار سو افراد پر مشتمل ہوتا ہے، بہترین لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار فوجیوں کو تعداد کی کمی کی وجہ سے شکست نہیں دی جاسکتی۔''

(سنن ابن ماجه: 2827)

جواب: روایت باطل ہے۔

① ابوسلمہ عاملی شامی ''متروک وکذاب'' ہے۔

❀ مسند الشہاب القضاعی (۱۲۳۸) میں ابوسلمہ کی متابعت ابوبشر ولید بن محمد موقری نے کی ہے، وہ خود ضعیف ومتروک ہے، لہٰذا متابعت مفید نہیں۔

② عبدالملک بن محمد حمیری ضعیف ہے۔

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يُجِيبُ فِي كُلِّ مَا يُسْأَلُ حَتّٰى يَنْفَرِدَ عَنِ الثِّقَاتِ بِالْمَوْضُوعَاتِ، لَا يَجُوزُ الِاحْتِجَاجُ بِرِوَايَتِهٖ.

''یہ ہر سوال کا جواب دے دیتا تھا، یہاں تک کہ (وہم کھاتے ہوئے) ثقہ راویوں سے منسوب من گھڑت روایات روایت کر دیتا تھا، اس کی روایات سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(كتاب المَجروحين: 118/13، ت حمدي)

③ زہری کا عنعنہ ہے۔

④ یہ زہری کی مرسل ہے، اس میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر کرنا خطا ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ هٰذَا الْخَبَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ ...... وَالصَّحِيحُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مُرْسَلٌ .

''یہ روایت زہری عن انس کی سند سے ثابت نہیں۔......درست یہی ہے کہ یہ زہری کی مرسل روایت ہے۔''

(العِلَل : 200/12)

❁ اس حدیث کے بارے میں امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث باطل ہے۔''

(عِلَل الحدیث : 145/6، الرقم : 2398)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ .

''یہ سند ضعیف ہے۔''

(مِصباح الزُّجاجة : 169/3)

سوال: کیا ایسی کوئی حدیث ہے کہ ''خوب صورت چہرے کی طرف دیکھنا آنکھوں کو جلا بخشتا ہے۔''؟

جواب: اس بارے میں کوئی صحیح ثابت حدیث نہیں، البتہ بعض جھوٹی اور بے اصل روایات میں اس کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْقَبِيحِ يُورِثُ الْكَلَحَ .

''خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنا آنکھوں کو جلا بخشتا ہے اور بدصورت چہرے کی طرف دیکھنا چہرے کوشکن آلود کردیتا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 366/4)

روایت جھوٹی ہے۔ابوسعید حسن بن علی بن زکریا عدوی ''متروک ووضاع'' ہے۔

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ لَا نَشُكُّ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ هُوَ الَّذِي وَضَعَهٗ .

''یہ حدیث من گھڑت ہے، اس میں ہمیں کوئی شک نہیں کہ اسے ابوسعید (حسن بن علی عدوی) نے ہی وضع کیا ہے۔''

(المَوْضوعات :163/1)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْقَبِيحِ يُورِثُ الْكَلَحَ .

''خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنا آنکھوں کو جلا بخشتا ہے اور بدصورت چہرے کی طرف دیکھنا چہرے کوشکن آلود کردیتا ہے۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 366/4)

من گھڑت ہے۔

① ابوسعید حسن بن علی بن زکریا عدوی ''کذاب ووضاع'' ہے۔

② خراش بن عبداللہ مجہول ہے۔اس کی توثیق نہیں۔

③ محمد بن محمد بن احمد بن عثمان ابوبکر طرازی ضعیف ہے۔

✿ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَوٰى مَنَاكِيرَ وَأَبَاطِيلَ .

''اس نے منکراور باطل روایات بیان کی ہیں۔''

(تاریخ بغداد : 366/4)

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ يَزِدْنَ فِي قُوَّةِ الْبَصَرِ؛ النَّظَرُ إِلَى الْخُضْرَةِ، وَإِلَى الْمَاءِ الْجَارِي، وَإِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ .

''تین چیزیں آنکھوں کی نظر بڑھاتی ہیں؛① سبزہ کی طرف دیکھنا② آب رواں کو دیکھنا③ خوب صورت چہرے کی طرف دیکھنا۔''

(تاریخ بغداد للخطیب : 469/5)

جھوٹی روایت ہے۔

① ابوالبختری وہب بن وہب مدنی ''زندیق وکذاب'' ہے۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى تَكْذِيبِهٖ .

''اس کے کذاب ہونے پر اجماع ہے۔''

(الإمتاع بالأربعين، ص 67)

② احمد بن عمر بن عبید ریحانی مجہول ہے۔

۞ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَدُ الْمَجْهُولِينَ .

''مجہول راویوں میں سے ہے۔''

(تاریخ بغداد : 469/5)

③ محمد بن احمد بن ہارون ابو بکر شافعی ''متہم بالوضع'' ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلنَّظْرُ إِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ وَإِلَى الْخُضْرَةِ وَالْمَاءِ هُوَ مِمَّا يُحْيِي الْقَلْبَ ويُجَلِّي عَنِ الْبَصَرِ الْغِشَاوَةَ .

''خوب صورت چہرے، سبزے اور (جاری) پانی کی طرف دیکھنے سے دل زندہ ہوتا ہے اور آنکھوں سے پردہ صاف ہوتا ہے۔''

(الغَرائب المُلتقطة لابن حجَر : 474/6)

جھوٹی روایت ہے۔

① احمد بن عبد الرحیم ضبعی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② جعفر بن عامر ابن ابی اللیث ''متہم بالکذب'' ہے۔

③ علی بن احمد بن صالح کی توثیق نہیں۔

④ محمد بن حسن بن جعفر طیبی کا ثقہ ہونا معلوم نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ النَّظَرُ إِلَى الْوَجْهِ الْحَسَنِ .

”نبی کریم ﷺ کو خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنا پسند تھا۔“

(اعتلال القُلوب للخرائطي : 346)

روایت باطل ہے۔محمد بن یونس کدیمی متروک و متہم ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يَضَعُ عَلَى الثِّقَاتِ الْحَدِيثَ وَضْعًا وَلَعَلَّهٗ قَدْ وَضَعَ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ .

”یہ ثقہ راویوں سے منسوب کر کے حدیث گھڑتا تھا، ممکن ہے کہ اس نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہوں۔“

(كتاب المَجروحين : 313/2)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا وَنَحْوُهٗ مِنْ وَضْعِ بَعْضِ الزَّنَادِقَةِ .

”یہ اور اس جیسی روایات زندیق راویوں کی گھڑنتل ہیں۔“

(المَنار المُنيف : 97)

سوال: کیا کوئی برزخی قبر بھی ہے؟

جواب: برزخی قبر کا کوئی وجود نہیں، کتاب وسنت میں اس کا کہیں ذکر نہیں، مسلمانوں میں کوئی بھی برزخی قبر کا قائل نہیں۔اس کی بنیاد محض باطل خیالات پر ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ .

”(روز محشر) میں پہلا وہ شخص ہوں گا، جس کی زمین (قبر) کھولی جائے گی۔“

(صحيح البخاري : 2412)

یہ حدیث دلیل ہے کہ روز قیامت لوگوں کو زمینی قبر سے ہی اٹھایا جائے گا۔

سوال: ''الکبائر'' نامی کتاب حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی ہے یا حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی؟

جواب: الکبائر نامی کتاب حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) کی تصنیف ہے۔

❁ علامہ ابن محبّ مقدسی رحمہ اللہ (۷۸۹ھ) نے اسے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب قرار دیا ہے۔

(صِفات رب العالمین : 2208/5)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا اللہ تعالیٰ لفظ ﴿كُنْ﴾ کہتا ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں لفظ ﴿كُنْ﴾ کہتا ہے، یہ صفت امر ہے، جس پر بغیر تاویل، تشبیہ اور تعطیل کے ایمان لانا ضروری ہے، جبکہ معتزلہ اور جہمیہ لفظ ﴿كُنْ﴾ کی تاویل کرتے ہیں اور اسے حقیقت پر محمول نہیں کرتے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَّقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾

(النّحل : ٤٠)

''بلاشبہ جب ہم کسی شے کا ارادہ کرتے ہیں، تو اسے فقط کہتے ہیں: ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حقیقت میں شے سے کہتا ہے کہ ''ہو جا''۔ اسے مجاز پر محمول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ کلام کو جب تک حقیقت پر محمول کرنا ممتنع نہ ہو، تب تک مجاز کی طرف نہیں جایا جائے گا۔

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهُ سُبْحَانَهُ يَقُولُ : ﴿كُنْ﴾ عَلَى الْحَقِيقَةِ، وَأَنَّ الْأَمْرَ غَيْرُ

الْخَلْقِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾(الأعراف : ٥٤)، فَفَصَلَ بَيْنَهُمَا بِالْوَاوِ وَهُوَ قَوْلُ جَمِيعِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَزَعَمَتِ الْمُعْتَزِلَةُ أَنَّ وَصْفَهُ نَفْسَهُ بِالْأَمْرِ وَبِالْقَوْلِ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ مَجَازٌ وَاتِّسَاعٌ عَلٰى نَحْوِ مَا تَقُولُ الْعَرَبُ : قَالَ الْحَائِطُ فَمَالَ، وَامْتَلَأَ الْحَوْضُ وَقَالَ : قَطْنِي، وَقَوْلُهُمْ فَاسِدٌ؛ لِأَنَّهُ عُدُولٌ عَنْ ظَاهِرِ الْآيَةِ وَحَمْلُهَا عَلٰى غَيْرِ حَقِيقَتِهَا، وَإِنَّمَا وَجَبَ حَمْلُ الْآيَةِ عَلٰى ظَاهِرِهَا وَحَقِيقَتِهَا لِثُبَاتِ كَوْنِهِ حَيًّا، وَالْحَيُّ لَا يَسْتَحِيلُ أَنْ يَكُونَ مُتَكَلِّمًا .

''بلاشبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حقیقت میں کہتا ہے: ﴿كُنْ﴾ ''ہو جا'' اللہ کی صفت اَمر، صفت خلق کے علاوہ صفت ہے، کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ ''خبردار اسی کے لیے صفت خلق اور صفت اَمر ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے دونوں صفتوں میں ''واؤ'' (حرف عاطفہ) کے ساتھ فاصلہ کیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ حقیقت میں لفظ کن کہتا ہے۔) سارے کے سارے اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔ جبکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا خود کو ''امر'' اور ''قول'' سے متصف کرنا مجاز اور وسیع معنی رکھتا ہے، جیسے عرب کہتے ہیں: قَالَ الْحَائِطُ فَمَالَ ''دیوار گر گئی۔'' اسی طرح کہا جاتا ہے: امْتَلَأَ الْحَوْضُ وَقَالَ : قَطْنِي ''حوض پانی سے بھر گیا، تو حوض کہنے لگا کہ بس بس۔'' معتزلہ کا

قول فاسد وکاسد ہے، کیونکہ یہ آیت کو اس کے ظاہری معنی سے (مجاز کی طرف) پھیرنا ہے اور مجازی معنی پر محمول کرنا ہے، جبکہ یہاں آیت کو ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول کرنا واجب ہے، کیونکہ باری تعالیٰ ہمیشہ ''حی'' (زندہ) ہے۔ اور زندہ کے لیے کلام کرنا محال نہیں۔''

(شرح صحيح البخاري : 10/476)

سوال: عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: تمام مسلمانوں کا اتفاقی واجماعی عقیدہ ہے کہ محمد کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول مبعوث نہ ہوگا۔ آپ ﷺ کے بعد اب قیامت ہی آئے گی، کوئی تشریعی یا غیر تشریعی، ظلی یا بروزی نبی کا تصور نہیں۔

قرآن کریم، متواتر احادیث، آثار سلف اور اُمت کا اجماع اس پر دلیل ہیں۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ .

''میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا فاصلہ ہے، جتنا ان دو انگلیوں میں ہے۔''

(صحيح مسلم : 867)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی نبوت و رسالت قیامت تک کے لیے ہے، آپ ﷺ کی شریعت منسوخ نہیں ہوگی۔

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَالِمًا بِوَقْتِ قِيَامِ السَّاعَةِ، وَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ تَوَاتُرَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ

السَّلَامُ قَدِ انْقَطَعَ، وَبِهٖ أَنَّهُ النَّبِيُّ الْآخِرُ، وَلَا يَلِيهِ نَبِيٌّ آخَرُ، وَإِنَّمَا تَلِيهِ الْقِيَامَةُ، كَمَا يَلِي السَّبَّابَةَ الْوُسْطٰى لَيْسَتْ بَيْنَهُمَا إِصْبَعٌ أُخْرٰى وَهِيَ مَعَ ذٰلِكَ آتِيَةٌ؛ لِأَنَّ أَشْرَاطَهَا مُتَتَابِعَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا .

''یہ حدیث دلالت نہیں کرتی کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کے وقت وقوع کا علم تھا، بلکہ یہ صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، آپ ﷺ کے بعد اب قیامت ہی آئے گی، جیسے انگشت شہادت کے ساتھ درمیانی انگلی ہے، دونوں کے درمیان کوئی انگلی نہیں، بالکل اسی طرح قیامت بھی آ کر رہے گی، کیونکہ قیامت کی نشانیاں نبی کریم ﷺ کی بعثت اور وقوع قیامت کے درمیان پے در پے ظاہر ہوں گی۔''

(البَعث والنُّشور، ص 67-68)

سوال: روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیوں کرتے ہیں؟

جواب: دین کے واحد ناقل اور راوی صحابہ ہیں اور یہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ دین کو بہر حال قیامت تک کے لئے باقی رہنا ہے، اس کی دعوت کو سلامت رہنا ہے، سو اسی وجہ سے ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کی امانت و دیانت اور ثقاہت میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اگر کسی کا دعوی اس کے برعکس ہو، کسی کے پاس صحابہ کے سوا بھی دین کا کوئی ناقل موجود ہو، تو وہ اس کی نشان دہی کر دے، اگر نہیں کر سکتا، تو پھر دو ہی راستے ہیں، دین کے ناقلین پر اعتماد کیجیے یا پھر دین کو چھوڑ دیجئے۔

روافض سرے سے صحابہ کو مسلمان ہی نہیں مانتے، سوائے چند کے، تو ہم ان سے

پوچھتے ہیں کہ اگر وہ مسلمان نہیں تھے، تو آپ نے دین کس سے لیا ہے؟ آپ کسی فرد واحد کا نام لیجئے، جو آپ تک دین پہنچاتا ہو، تو انہیں بھی صحابہ کا نام لئے بغیر چارہ نہیں ہوگا، بعض صحابہ کا ہی سہی، نام لینا پڑے گا، کیونکہ اس کے سوا کوئی آپشن ہی نہیں بچتا۔ خود اللہ تعالیٰ نے ان کی عدالت بیان کی ہے۔ اللہ نے ان کے ذریعہ تمام امت پر حجت قائم کی ہے، انہیں دین کا راوی بنایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اداؤں کا پیکر بنایا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب روافض صحابہ پر طعن کرتے ہیں، تو یہ دراصل دین پر طعن کرتے ہیں، کیونکہ دین صحابہ سے ہی منقول ہے، جب صحابہ کا دین ہی مشکوک قرار پائے گا، تو خود بخود دین پر بداعتمادی پیدا ہو جائے گی، یہ اسلام کے خلاف گھناؤنی سازش ہے، کاش کہ کوئی سمجھے!

❀ علامہ ابوالوفاء ابن عقیل رحمہ اللہ (۵۱۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلظَّاهِرُ أَنَّ مَنْ وَضَعَ مَذْهَبَ الرَّافِضَةِ قَصَدَ الطَّعْنَ فِي أَصْلِ الدِّينِ وَالنُّبُوَّةِ وَذٰلِكَ أَنَّ الَّذِي جَاءَ بِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ غَائِبٌ عَنَّا وَإِنَّمَا نَثِقُ فِي ذٰلِكَ بِنَقْلِ السَّلَفِ وَجَوْدَةِ نَظَرِ النَّاظِرِينَ إِلٰى ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَكَأَنَّنَا نَظَرْنَا إِذْ نَظَرَ لَنَا مَنْ نَثِقُ بِدِينِهٖ وَعَقْلِهٖ فَإِذَا قَالَ قَائِلٌ : أَنَّهُمْ أَوَّلُ مَا بَدَأُوا بَعْدَ مَوْتِهٖ بِظُلْمِ أَهْلِ بَيْتِهٖ فِي الْخِلَافَةِ وَابْنَتِهٖ فِي إِرْثِهَا، وَمَا هٰذَا إِلَّا لِسُوءِ اعْتِقَادٍ فِي الْمُتَوَفّٰى فَإِنَّ الْاِعْتِقَادَاتِ الصَّحِيحَةَ سِيَّمَا فِي الْأَنْبِيَاءِ تُوجِبُ حِفْظَ قَوَانِينِهِمْ بَعْدَهُمْ لَا سِيَّمَا فِي

أَهْلِيهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ فَإِذَا قَالَتِ الرَّافِضَةُ أَنَّ الْقَوْمَ اسْتَحَلُّوا هٰذَا بَعْدَهٗ خَابَتْ آمَالُنَا فِي الشَّرْعِ لِأَنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ إِلَّا النَّقْلُ عَنْهُمْ وَالثِّقَةُ بِهِمْ فَإِذَا كَانَ هٰذَا مَحْصُولُ مَا حَصَلَ لَهُمْ بَعْدَ مَوْتِهٖ خِبْنَا فِي الْمَنْقُولِ وَزَالَتْ ثِقَتُنَا فِيمَا عَوَّلْنَا عَلَيْهِ مِنِ اتِّبَاعِ ذَوِ الْعُقُولِ وَلَمْ نَأْمَنْ أَنْ يَكُونَ الْقَوْمُ لَمْ يَرَوْا مَا يُوجِبُ اتِّبَاعَهٗ فَرَاعُوهُ مُدَّةَ الْحَيَاةِ وَانْقَلَبُوا عَنْ شَرِيعَتِهٖ بَعْدَ الْوَفَاةِ وَلَمْ يَبْقَ عَلٰى دِينِهٖ إِلَّا الْأَقَلُّ مِنْ أَهْلِهٖ فَطَاحَتِ الْاِعْتِقَادَاتُ وَضَعُفَتِ النُّفُوسُ عَنْ قُبُولِ الرِّوَايَاتِ فِي الْأَصْلِ وَهُوَ الْمُعْجِزَاتُ فَهٰذَا مِنْ أَعْظَمِ الْمِحَنِ عَلَى الشَّرِيعَةِ.

”لگتا یہی ہے کہ جس نے روافض کا مذہب وضع کیا تھا، اس کا مقصد دین اور نبوت پر طعن کرنا تھا، وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ جو شریعت لے کر آئے، وہ ہم سے غائب ہے، (یعنی ہم اس کے عینی شاہد نہیں، بلکہ) شریعت کے بارے میں ہمارا اعتماد سلف اُمت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی نقل اور مشاہدہ کرنے والوں کے عمدہ مشاہدہ پر ہے، ایسے کہ گویا ہم نے خود دیکھا ہے، کیونکہ دین کا مشاہدہ ان ہستیوں نے کیا ہے، جن کے دین اور عقل پر ہمیں پورا پورا بھروسا ہے، اگر کوئی کہنے والا (رافضی) کہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے سب سے پہلے خلافت کے معاملہ میں اہل بیت پر ظلم کیا اور وراثت کے معاملہ میں آپ ﷺ کی لخت جگر (فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے زیادتی کی۔ یہ سب

وفات پانے والی ہستی (رسول اللہ ﷺ) کے متعلق بداعتقادی کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے، کیونکہ صحیح اعتقادات، بالخصوص انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے، کا تقاضا ہے کہ انبیاء کے بعد ان کے قوانین بالخصوص اہل خانہ اور اولاد کے بارے میں قوانین کی حفاظت کرنا واجب ہے۔ جب روافض کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان قوانین کو پامال کر دیا، تو شریعت کے متعلق ہمارا یقین ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ ہمارے اور شریعت میں درمیان واسطہ فقط صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نقل اور ان پر اعتماد ہے۔ (روافض کے مطابق) جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا شکار ہو گئے، تو شریعت کی نقل میں ہم گھاٹے کا شکار ہو گئے اور صاحب فراست صحابہ پر ہمارا اعتماد جاتا رہا، نیز ہمیں یہ بھی خدشہ لاحق ہو گیا کہ صحابہ نے دین کا اس طرح مشاہدہ نہیں کیا ہوگا کہ اس کا اتباع کرنا واجب ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی زندگی میں دین کی پابندی کرتے رہے، مگر وفات کے بعد شریعت سے منحرف ہو گئے اور دین پر اہل بیت میں سے چند افراد ہی قائم رہے۔ یوں اعتقادات اسلامیہ مٹ جائیں گے اور اُصول شریعت جو کہ معجزات ہیں کے بارے میں روایات قبول کرنے کو دل تیار نہ ہوں گے، یہ شریعت کے بارے میں سخت آفت ہے۔''

(تَلبيس إبليس لابن الجَوزي، ص 88-89)

سوال: کیا قبر میں سوال و جواب کے وقت روح لوٹتی ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ سوال و جواب کے وقت روح قبر میں

لوٹ آتی ہے۔اس کے بعد اپنے اپنے مقام پر چلی جاتی ہے۔

جبکہ گمراہ لوگ قبر میں روح کے لوٹنے کی نفی کرتے ہیں، حالانکہ قبر میں روح کے لوٹنے کی واضح صراحت احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ .

''پھر اس بدن میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 287/4، سنن أبي داود : 4753، 4754، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلٰى رِوَايَتِهٖ وَتَلَقِّيه بِالْقَبُولِ .

''اس حدیث کو روایت کرنے اور اسے ہاتھوں ہاتھ قبول کرنے پر سلف وخلف کا اتفاق ہے۔''

(مَجموع الفتاوى : 447/5)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(كتاب الروح، ص 100)

❀ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَوَائِدُ كَثِيرَةٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ وَقَمْعٌ لِلْمُبْتَدِعَةِ .

''اس حدیث میں اہل سنت والجماعت کی تائید میں کئی فوائد ہیں، نیز اس میں اہل بدعت کا رد ہے۔''

(المُستدرك، تحت الرقم : 117)

❁ علامہ ابوالولید ابن رشد قرطبی رحمہ اللہ (۵۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ عُلِمَ بِتَظَاهُرِ الْآثَارِ أَنَّ الْمَيِّتَ إِذَا مَاتَ يُعَادُ إِلَيْهِ الرُّوحُ وَيُفْتَنُ فِي قَبْرِهٖ بِمُسَائَلَةِ مُنْكَرٍ وَّنَكِيرٍ، وَيُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، يُقَالُ لَهٗ: هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

''ثابت احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد میت کے جسم میں روح لوٹائی جاتی ہے اور اسے قبر میں منکر ونکیر کے سوال و جواب کے ساتھ آزمایا جاتا ہے، صبح و شام اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہو، تو جنت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور اگر جہنمی ہے، تو جہنم کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانہ ہے، یہاں تک کہ تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے گا۔''

(البَیان والتّحصیل : 506/17)

سوال: مرسل صحابی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مرسل صحابی سے مراد یہ ہے کہ صحابی رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہوئے کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبکہ اس نے براہِ راست وہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی ہو، بلکہ کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے سنی ہو، مگر وہ واسطہ ذکر نہ کرے۔

صحابہ کی مراسیل حجت ہیں، کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، ان کا واسطہ ذکر نہ کرنا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں۔

❁ علامہ ابن رشید فہری رحمہ اللہ (۷۲۱ھ) فرماتے ہیں:

نَقُولُ: الصَّحَابَةُ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ عُدُولٌ بِأَجْمَعِهِمْ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ السُّنَّةِ عَلٰى ذٰلِكَ، فَلَوْ قَدَّرْنَا إِرْسَالَ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ لَمْ يَضُرَّنَا .

''ہم کہتے ہیں: صحابہ سارے کے سارے عادل ہے، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، لہٰذا اگر ہم یہ تصور بھی کر لیں کہ صحابہ نے ایک دوسرے سے ارسال کیا ہے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔''

(السُّنن الأبين، ص 131)

سوال: شفاعت کے منکر کا کیا حکم ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ شفاعت برحق ہے، قرآن مجید نے کئی شفاعتوں کا اثبات کیا ہے، اس بارے میں احادیث متواترہ بیان ہوئیں ہیں۔

خارجی، معتزلہ، مرجئہ اور شیعہ روز محشر شفاعت کے منکر ہیں۔ خوارج کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ابدی جہنمی ہے، شفاعت سے اسے خلاصی نہیں مل سکتی۔

یاد رہے کہ جو شفاعت کا منکر ہے، وہ گمراہ اور ظالم ہے، نصوصِ شرعیہ اور اجماع امت کا سخت مخالف ہے، بلکہ بعض اہل علم نے اسے کافر کہا ہے، کیونکہ اس نے کئی قرآن آیات، متواتر احادیث اور اجماع اُمت کا انکار کیا ہے۔

❁ امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (۲۸۷ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَخْبَارُ الَّتِي رَوَيْنَا عَنْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الشَّفَاعَةِ، وَتَشْفِيعِهٖ إِيَّاهُ فِيمَا يَشْفَعُ فِيهِ، أَخْبَارٌ ثَابِتَةٌ

مُوجِبَةٌ بِعِلْمِ حَقِيقَةِ مَا حَوَتْ عَلٰى مَا اقْتَصَصْنَا، وَالصَّادُّ عَنِ الْأَخْبَارِ الْمُوجِبَةِ لِلْعِلْمِ الْمُتَوَاتِرَةِ كَافِرٌ .

''ہم نے احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بیان کی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو شفاعت کی فضیلت سے نوازا ہے، نبی کریم ﷺ کو جس بارے شفاعت کا حق حاصل ہوگا، اس بارے اللہ سے شفاعت کریں گے۔ یہ احادیث ثابت ہیں اور علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔ متواتر اور علم یقینی کا فائدہ دینے والی احادیث کا منکر کافر ہوتا ہے۔''

(السُّنّة، تحت الرقم : 832)

❀ علامہ عالم بن علاء حنفی رحمہ اللہ (۷۸۶ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَنْكَرَ شَفَاعَةَ الشَّافِعِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهُوَ كَافِرٌ .

''جس نے (جانتے بوجھتے) قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کا انکار کیا، وہ کافر ہے۔''

(الفتاوی التّاتارخانية : 539/5)

سوال: بلا وجہ اذان کو ترک کر دینا کیسا ہے؟

جواب: اذان اسلام کا شعار ہے۔ غلبہ اسلام کی پکار ہے۔ اپنے اندر کئی عقائد کے مسائل کو سموئے ہوئے ہے۔ یہ پاکیزہ اور پُر تاثیر کلمات کا مجموعہ ہے۔ اذان اللہ کی زمین پر اس کی توحید کی پنجگانہ پکار ہے۔

اذان کی مشروعیت پر متواتر احادیث اور اجماع اُمت دلیل ہیں، بلا عذر اذان کو ترک کرنا جائز نہیں، اگر کہیں اہل علاقہ مطلق طور پر اذان کہنا چھوڑ دیں، تو یہ اذان کا استخفاف ہو

گا، حاکم وقت کے لیے ضروری ہے کہ انہیں اذان کہنے کے لیے پابند کرے، اگر وہ نہ مانیں، تو ان سے قتال کرے، یہ اقدام غلبہ اسلام کی کوشش ہے۔

❁ علامہ قاسم قونوی حنفی رحمہ اللہ (۹۷۸ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّهٗ إِنْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْبَلَدِ عَلٰى تَرْكِ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ قُوتِلُوا عَلٰى ذٰلِكَ لِأَنَّهٗ مِنْ شَعَائِرِ الْإِسْلَامِ فَلَا يَجُوزُ تَعْطِيلُهٗ.

''فقہا کا اتفاق ہے کہ جس علاقے والے اذان اور اقامت کو ترک کرنے پر اکٹھ کر لیں، تو اس بنا پر ان سے قتال کیا جائے گا، کیونکہ اذان اسلام کا شعار ہے، اسے مطلقاً ترک کر دینا جائز نہیں۔''

(أنیس الفُقهاء، ص 22)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ مُعَاذٌ يُّصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْتِي فَيَؤُمُّ قَوْمَهٗ، فَصَلّٰى لَيْلَةً مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ أَتٰى قَوْمَهٗ فَأَمَّهُمْ، فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ، فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ، ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهٗ وَانْصَرَفَ، فَقَالُوا لَهٗ: أَنَافَقْتَ يَا فُلَانُ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ، وَلَآتِيَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأُخْبِرَنَّهٗ، فَأَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا أَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ، وَإِنَّ

مُعَاذًا صَلّٰی مَعَكَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ أَتٰی فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ، فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مُعَاذٍ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ؟ اقْرَأْ بِكَذَا وَاقْرَأْ بِكَذَا.

''سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے، پھر آ کر اپنی قوم کی امامت فرماتے۔ ایک رات انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں عشا کی نماز ادا کی اور اپنی قوم کو آ کر یہی نماز پڑھائی اور سورت بقرہ کی قرأت شروع کر دی۔ ایک آدمی نماز توڑ کر پیچھے پلٹا اور اکیلے اپنی نماز ادا کر کے چلا گیا۔ دوسرے صحابہ نے کہا: اے فلاں! کیا تو منافق ہو گیا ہے؟ اس نے جواباً کہا: اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے، البتہ میں یہ قصہ نبی اکرم ﷺ کے گوش گزار ضرور کروں گا۔ چنانچہ اس نے رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم سارا دن اونٹوں کے ذریعے کھیت سیراب کرتے ہیں۔ معاذ نے آپ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی اور ہمارے پاس آ کر سورت بقرہ شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: معاذ! کیا آپ لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں؟ فلاں فلاں سورت پڑھا کیجیے۔''

(صحيح البخاري: 700؛ صحيح مسلم: 465، واللّفظ لهٗ)

جواب: یہ صحیحین کی حدیث ہے۔ بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل احادیث بالا جماع صحیح ہیں، انہیں اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہے۔ صحیحین میں موجود تمام روایات شذوذ اور مخفی علتوں سے پاک ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ علل حدیث کے امام تھے، انہوں نے تنقیح کر کے روایات درج کی ہیں، پھر ہر دور کے اہل علم نے ان کی تصحیح کی

ہے، کئی اہل علم نے صحیحین کی روایات کے حق اور سچ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ثَابِتٌ صَحِيحٌ لَا يُخْتَلَفُ فِي صِحَّتِهِ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(التّمهيد : 368/24)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 72/3)

❀ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي صِحَّةِ هٰذَا الْحَدِيثِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(عارضة الأحوذي : 475/2)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(البدر المُنير : 489/4)

سوال: کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث تھے؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سمیت کوئی صحابی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل میں ملوث

نہیں، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے رہے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ أَعْلَمُ بَنِي أُمَيَّةَ يَقْبَلُونَ مِنِّي لَنَفَلْتُهُمْ خَمْسِينَ يَمِينًا قَسَامَةً مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ وَلَا مَالَأْتُ عَلٰى قَتْلِهٖ .

''اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ بنوامیہ والے میری بات مان لیں گے کہ میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا اور نہ ان کی شہادت میں کسی کا ساتھ دیا، تو میں بنوہاشم کی طرف سے مصالحت میں پچاس قسمیں اُٹھانے کے لیے تیار ہوں۔''

(تاريخ المدينة لابن شبة : 1269/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الَّذِي ادَّعَتْهُ الْمُبْتَدِعَةُ مِنْ مَعُونَةِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلٰى قَتْلِهٖ، فَإِنَّهٗ كَذِبٌ وَزُورٌ فَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ بِخِلَافِهٖ .

''اہل بدعت نے دعویٰ کیا ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل پر (باغیوں کی) معاونت کی تھی، یہ سب جھوٹ اور ظلم ہے، بلکہ اس دعویٰ کے برخلاف متواتر روایات ہیں۔''

(المُستدرك على الصّحيحين، تحت الرقم : 4555)

سوال: درج ذیل حدیث کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا .

''جب کتا کسی کے برتن سے پی جائے، تو اس برتن کو سات دفعہ دھوئیں۔''

(صحيح البخاري: 172، صحيح مسلم: 279)

جواب: یہ متواتر حدیث بالاتفاق صحیح ہے، صحیحین کی تمام مرفوع متصل روایات کو اُمت نے تلقی بالقبول بخشی ہے۔

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(التّمهيد: 264/18)

❀ حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی اسے ''متواتر'' قرار دیا ہے۔

(الإمام في معرفة أحاديث الأحكام: 252/1)

❀ حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ مُجْمَعٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ.

''اس کی سند کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(التّلخيص الحبير لابن حَجَر: 151/1)

❀ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، لَا يَشُكُّ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ فِي صِحَّتِهٖ.

''یہ حدیث صحیح ہے، محدثین اس کے صحیح ہونے میں شک نہیں کرتے۔''

(معرفة السّنن والآثار: 55/2)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ.

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة: 73/2)

❀ علامہ ابن رشد قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْمُتَّفَقُ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(بداية المُجتهد :35/1)

❁ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، أَخْرَجَهٗ مَالِكٌ، وَالْبُخَارِيُّ، وَمُسْلِمٌ، وَأَبُو دَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ، وَغَيْرُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالرِّوَايَةِ، مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَتَابِعِي التَّابِعِينَ، مُجْمِعِينَ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

''یہ حدیث صحیح ہے، اس پر اتفاق ہے، اسے امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود، امام ترمذی، امام نسائی اور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے دیگر اہل علم اور محدثین نے روایت کیا ہے، ان سب کا اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے۔''

(الشّافي في شرح مسند الشّافعي :99/1)

سوال: موزوں پر مسح کا کیا حکم ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کرنا جائز اور مشروع ہے۔ اس پر احادیث متواترہ اور اجماع امت دلیل ہیں، روافض اس کا انکار کرتے ہیں۔

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

جَوَازُ مَسْحِ الْخُفَّيْنِ وَهُوَ إِجْمَاعُ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ، وَمَا وَرَدَ عَنْ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ مِمَّا يُخَالِفُ ذٰلِكَ مُؤَوَّلٌ وَقَدْ رَوَى الْمَسْحَ

عَلَيْهِمَا نَحْوُ ثَمَانِينَ صَحَابِيًّا، وَمِنْ ثَمَّةَ قَالَ بَعْضُ الْأَئِمَّةِ : إِنَّ أَحَادِيثَهُ مُتَوَاتِرَةٌ، وَأَخْشٰى أَنْ يَكُونَ إِنْكَارُهُ كُفْرًا .

''موزوں پر مسح کے جواز پر قابل اعتماد اہل علم کا اجماع ہے، بعض ائمہ سے جو اس کے برخلاف آیا ہے، اس کی تاویل کی جائے گی۔ موزوں پر مسح کا جواز تقریبا اسی (۸۰) صحابہ نے نقل کیا ہے، اسی وجہ سے ایک امام نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کی احادیث متواتر ہیں، اس لیے خدشہ ہے کہ اس کا انکار کفر ہو۔''

(أشرف الوَسائل، ص 136)

سوال: اللہ کہاں ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، اس پر وہ قرآن کریم، سنت رسول، اجماع امت، عقل اور فطرت سے دلائل رکھتے ہیں۔ ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ علو صفت کمال ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے اسے ثابت کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمام صفات کمال سے متصف ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں: تین ہی صورتیں ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اوپر ہوگا یا نیچے ہوگا یا برابر ہوگا، نیچے اور برابر ہونا تو ممتنع ہے، کیوں کہ نیچے ہونے میں معنوی نقص ہے اور برابر ہونے سے مخلوق کے ساتھ مشابہت و مماثلت لازم آئے گی، اب صرف علو باقی رہ گیا، جو کہ صفت کمال ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو صفت علو سے متصف کر دیا۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے اوپر اپنے عرش پر بلند ہے۔ اللہ کا عرش آسمانوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سمع و بصر، علم و قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ شِئْنَا لَأَتَيْنَا عَلٰى هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ بِأَلْفِ دَلِيلٍ .

''اگر ہم چاہیں، تو اس مسئلہ (اللہ تعالیٰ کا عرش پر بلند ہونا) پر ایک ہزار دلیل ذکر کر سکتے ہیں۔''

(اجتماع الجُيوش الإسلامية : 331/2)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

الْأَدِلَّةُ الصَّحِيحَةُ الصَّرِيحَةُ الْقَطْعِيَّةَ عَلٰى عُلُوِّ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى خَلْقِهٖ، الَّتِي تَزِيدُ عَلٰى أَلْفِ دَلِيلٍ .

''اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق پر بلند ہونے کے بارے میں صحیح صریح اور قطعی دلائل ایک ہزار سے زائد ہیں۔''

(شرح الطّحاوية، ص 164)

❁ حافظ ابن بطہ رحمہ اللہ (۳۸۷ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، وَجَمِيعِ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَى عَرْشِهٖ، فَوْقَ سَمَاوَاتِهٖ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهٖ، وَعِلْمُهُ مُحِيطٌ بِجَمِيعِ خَلْقِهٖ، لَا يَأْبٰى ذٰلِكَ وَلَا يُنْكِرُهُ إِلَّا مَنِ انْتَحَلَ مَذَاهِبَ الْحُلُولِيَّةِ، وَهُمْ قَوْمٌ زَاغَتْ قُلُوبُهُمْ، وَاسْتَهْوَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَمَرَقُوا مِنَ الدِّينِ، وَقَالُوا : إِنَّ اللّٰهَ ذَاتَهٗ لَا يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ، فَقَالُوا : إِنَّهٗ فِي الْأَرْضِ كَمَا هُوَ فِي السَّمَاءِ وَهُوَ بِذَاتِهٖ حَالٌّ فِي جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ، وَقَدْ أَكْذَبَهُمُ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ وَأَقَاوِيلُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ،

فَقِيلَ لِلْحُلُولِيَّةِ : لِمَ أَنْكَرْتُمْ أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى الْعَرْشِ؟ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾(طٰهٰ : ٥) وَقَالَ : ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمٰنُ فَاسْأَلْ بِهٖ خَبِيرًا﴾ (الفُرقان : ٥٩) فَهٰذَا خَبَرُ اللّٰهِ أَخْبَرَ بِهٖ عَنْ نَفْسِهٖ وَأَنَّهٗ عَلَى الْعَرْشِ .

''صحابہ وتابعین میں مسلمانوں اور اہل ایمان میں سے تمام علما کا اجماع ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے، مخلوق سے جدا ہے، اس کا علم تمام مخلوقات کو محیط ہے، اس کا انکار اور رد وہی کر سکتا ہے، جو حلولیہ کا مذہب اختیار کر چکا ہو، حلولیہ ایسی قوم ہے، جن کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہیں اور شیاطین نے انہیں گمراہ کر دیا ہے، یہ دل سے خارج ہو چکے ہیں، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی جگہ خالی نہیں، نیز کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین میں بھی اسی طرح ہے، جس طرح آسمانوں پر ہے اور وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر شے میں حلول کیے ہوئے ہے۔ ان کی تکذیب قرآن، سنت، صحابہ وتابعین میں سے علمائے مسلمین کے اقوال وآثار نے کر دی ہے۔ حلولیہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر عرش پر بلند ہونے کا انکار کیوں کرتے ہو؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ ''رحمٰن عرش پر بلند ہے۔'' اسی طرح فرمان الٰہی ہے : ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمٰنُ فَاسْأَلْ بِهٖ خَبِيرًا﴾ ''پھر رحمٰن عرش پر مستوی ہوا، اس کے متعلق آپ خبیر (رب تعالیٰ) سے پوچھیے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی خبر ہے، جو اس نے اپنے

بارے میں خبر دی ہے کہ وہ عرش پر ہے۔''

(الإبانة : 136/3)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ بِذَاتِهٖ فِي كُلِّ مَكَانٍ فَهُوَ مُخَالِفٌ لِّلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَأَئِمَّتِهَا، مَعَ مُخَالَفَتِهٖ لِمَا فَطَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ عِبَادَهٗ، وَلِصَرِيحِ الْمَعْقُولِ، وَلِلْأَدِلَّةِ الْكَثِيرَةِ، وَهٰؤُلَاءِ يَقُولُونَ أَقْوَالًا مُتَنَاقِضَةً .

''جو کہے کہ اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہر جگہ ہے، وہ قرآن وسنت اور امت مسلمہ کے علما اور ائمہ دین کے اجماع کا مخالف ہے۔ ساتھ ساتھ وہ فطرت کی بھی مخالفت کرتا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے۔ ایسا شخص صریح عقلی دلائل اور دیگر بہت سے دلائل کی بھی مخالفت کرتا ہے۔ ایسے لوگ متناقض باتیں کرتے ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 125/5)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیا کو حلال کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی چیز کی حلت و حرمت کا حکم دینا شریعت کا وظیفہ ہے، جانتے بوجھتے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنا یا حرام کردہ کو حلال کرنا کفر ہے، یہ یہود کا طرز عمل ہے۔

جس شے کا حرام ہونا کتاب و سنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہو، اسے حلال کہنا کفر ہے، اسی طرح جس شے کا حلال ہونا نصوص شرعیہ سے ثابت ہو، اس کو حرام قرار دینا بھی کفر ہے۔ نیز کتاب و سنت اور اجماع اُمت سے ثابت شدہ شرعی حکم کا انکار کر دینا بھی کفر ہے۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونُ عَلٰى تَكْفِيرِ كُلِّ مَنِ اسْتَحَلَّ الْقَتْلَ أَوْ شُرْبَ الْخَمْرِ أَوِ الزِّنَا مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ بَعْدَ عِلْمِهٖ بِتَحْرِيمِهٖ كَأَصْحَابِ الْإِبَاحَةِ مِنَ الْقَرَامِطَةِ وَبَعْضِ غُلَاةِ الْمُتَصَوِّفَةِ وَكَذٰلِكَ نَقْطَعُ بِتَكْفِيرِ كُلِّ مَنْ كَذَّبَ وَأَنْكَرَ قَاعِدَةً مِنْ قَوَاعِدِ الشَّرْعِ وَمَا عُرِفَ يَقِينًا بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ مِنْ فِعْلِ الرَّسُولِ وَوَقَعَ الْإِجْمَاعُ الْمُتَّصِلُ عَلَيْهِ كَمَنْ أَنْكَرَ وُجُوبَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَعَدَدَ رَكَعَاتِهَا وَسَجَدَاتِهَا وَيَقُولُ: إِنَّمَا أَوْجَبَ اللّٰهُ عَلَيْنَا فِي كِتَابِهٖ

الصَّلَاةَ عَلَى الْجُمْلَةِ وَكَوْنُهَا خَمْسًا وَّعَلٰى هٰذِهِ الصِّفَاتِ وَالشُّرُوطِ لَا أَعْلَمُهُ إِذْ لَمْ يَرِدْ فِيهِ فِي الْقُرْآنِ نَصٌّ جَلِيٌّ، وَالْخَبَرُ بِهٖ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ خَبَرُ وَاحِدٍ وَكَذٰلِكَ أَجْمَعَ عَلٰى تَكْفِيرِ مَنْ قَالَ مِنَ الْخَوَارِجِ : إِنَّ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، وَعَلٰى تَكْفِير الْبَاطِنِيَّةِ فِي قَوْلِهِمْ : إِنَّ الْفَرَائِضَ أَسْمَاءُ رِجَالٍ أُمِرُوا بِوَلَايَتِهِمْ وَالْخَبَائِثَ وَالْمَحَارِمَ أَسْمَاءُ رِجَالٍ أُمِرُوا بِالْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ، وَقَوْلِ بَعْضِ الْمُتَصَوِّفَةِ : إِنَّ الْعِبَادَةَ وَطُولَ الْمُجَاهَدَةِ إِذَا صَفَّتْ نُفُوسَهُمْ أَفْضَتْ بِهِمْ إِلٰى إِسْقَاطِهَا وَإِبَاحَةِ كُلِّ شَيْءٍ لَّهُمْ وَرَفْعِ عُهَدِ الشَّرَائِعِ .

''اس شخص کی تکفیر پر مسلمانوں کا اجماع ہے، جو (ناحق) قتل کرنے یا شراب پینے یا زنا کرنے کو حلال اور جائز سمجھے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اسے ان کاموں کی حرمت کا بھی علم ہو، جیسے قرامطہ میں اباحی فرقہ اور غالی صوفیا میں سے بعض لوگ کہتے ہیں۔ اسی طرح ہم قطعی طور پر اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں، جو دین کے کسی بنیادی رکن کی تکذیب اور انکار کرے، یہی حکم رسول اللہ ﷺ کی اس فعلی حدیث (کو جھٹلانے) کا ہے، جو تواتر کے ساتھ منقول ہو، وہ علم یقینی کا فائدہ دے اور اس پر ہر دور میں اجماع منعقد ہو چکا ہو۔ جیسے کوئی پانچ نمازوں، ان کی رکوع وسجود کا انکار کرے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں ہم پر اجمالی طور پر نماز واجب کی ہے، اس نماز کا پانچ ہونا اور

اس طریقہ اور شروط کے مطابق ہونا اسے میں نہیں جانتا، کیونکہ اس پر قرآن کریم میں نص جلی وارد نہیں ہوئی، اس بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ سے خبر واحد نقل ہوئی ہے۔ اس خارجی کی تکفیر پر بھی اجماع ہے، جو کہتا ہے کہ نماز صرف دن کے دو اطراف میں فرض ہے، نیز باطنی صوفیا کی بھی اس عقیدہ کی بنا پر بالا جماع تکفیر کی گئی ہے کہ فرائض کچھ لوگوں کے نام ہیں، جن کی ولایت کا حکم دیا گیا ہے اور خبائث و محرمات سے مراد وہ لوگ ہیں، جن سے براءت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح بعض صوفیا کا قول ہے کہ جب عبادت اور طویل مجاہدے سے جب دل صاف ہو جائیں، تو ان سے عبادات ساقط ہو جاتی ہیں، ان کے لیے ہر شے مباح ہو جاتی ہے اور شریعت کی پابندیاں اُٹھ جاتی ہیں۔''

(الشّفا بتعریف حقوق المُصطفٰی : 2/287-288)

سوال: کیا اصحاب کہف کی موت ایمان پر ہوئی ؟

جواب: اصحاب کہف اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور موَحد بندے تھے، انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی خاطر اپنے علاقہ سے نکلنا پڑا، انہوں نے غار میں پناہ لی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تین سو سال تک سلائے رکھا۔ قرآن کریم کی سورت کہف میں انہی کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ قرآنی سیاق سے واضح ہوتا ہے کہ وہ مرتے دم تک ایمان پر قائم رہے، ان میں سے کوئی بھی ایمان سے نہیں پھرا۔

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ مَاتُوا مُؤْمِنِينَ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اصحاب کہف حالت ایمان میں فوت ہوئے۔“

(أدِلّة مُعتقد أبي حنيفة، ص 138)

سوال: کیا غیر مسلم بھی جنت میں جائیں گے؟

جواب: اسلام دین فطرت ہے۔ اس کے تمام احکام فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا اور خود اپنی عبادت کے طریقے سمجھائے۔ اس سبق کی یاد دہانی کے لیے ہر علاقے اور زمانے میں انبیائے ورسل مبعوث فرمائے، کتابیں اور صحیفے اُتارے، تا کہ تمام انسان صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معبود برحق مانیں۔

دنیا فانی ہے، اس کے بعد ایک دن آنے والا ہے، جسے قیامت کہتے ہیں، اس دن تمام اعمال کا پورا پورا حساب ہوگا، کسی کے لیے جنت کے فیصلے ہوں گے اور کوئی اپنے اعمال کے بدلے جہنم میں داخل ہوگا۔

ہر انسان کسی نہ کسی عقیدے اور نظریے پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا بھی ایک نظریہ رکھتا ہے، بس یہی نظریہ ہے، جو روز قیامت اچھے برے میں تمیز کرے گا اور جنتیوں اور جہنمیوں میں حد فاصل ہوگا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر تمام انسان ان عقائد اور نظریات کو حرزِ جاں بنا لیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے نازل کیے ہیں، کیونکہ عقیدہ اور نظریہ وہی معتبر ہوگا، جو باری تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے فرامین عالیہ کے مطابق ہوگا۔

اس لیے ہم دنیا کے تمام انسانوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ روز آخرت کو سامنے رکھیں اور دلائل اور براہین کی روشنی میں اپنی عقائد کی اصلاح کر لیں، اسلام قبول کریں، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے گا اور اگر موت کا پیغام آنے سے پہلے

شرک وکفر سے توبہ نہ کر سکے، تو اگلا جہان بہت الم ناک ہونے والا ہے، لہٰذا راہِ نجات یہی ہے کہ اسلام کو بطور دین قبول کر لیا جائے، کیونکہ دنیا میں ایک ہی دین ہے، جس کے عقائد ونظریات من جانب اللہ ہیں، جو عقل اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔

ہر غیر مسلم کو چاہیے کہ اسلام کا بغور مطالعہ کرے، معتبر سکالرز سے اس کی تعلیم لے، اپنے اشکالات پیش کرے اور خالی الذہن ہو کر تحقیق کرے، ان شاء اللہ وہ اسلام کو سچا مذہب پائے گا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ﴾ (الأعراف: ٤٠)

”جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا، ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، نہ وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے نکے سے گزر جائے۔ ہم مجرموں کو اسی طرح بدلا دیتے ہیں۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ؛ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کا جو بھی

یہودی ونصرانی میرا پیغام سنے اور میری تعلیمات پر ایمان لائے بغیر مرجائے، وہ جہنمی ہے۔''

(صحیح مسلم : 153)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کروائی:

إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ .

''بلاشبہ جنت میں صرف مسلمان ہی جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 3062، صحيح مسلم : 111)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا نَصٌّ صَرِيحٌ فِي أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَدْخُلِ الْجَنَّةَ أَصْلًا وَّهٰذَا النَّصُّ عَلٰى عُمُومِهٖ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''یہ واضح نص ہے کہ جو کفر پر فوت ہوا، وہ کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا، مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ نص عام ہے (تمام کافروں کو شامل ہے)۔''

(شرح مسلم : 96/3)

سوال: میت ناپاک ہے؟

جواب: انسان زندہ ہو، یا فوت شدہ، ہر دو صورتوں میں پاک ہوتا ہے، نجس نہیں۔ میت کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهٗ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ : فَانْخَنَسْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ : أَيْنَ كُنْتَ أَوْ أَيْنَ

ذَهَبْتَ؟ قُلْتُ : إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا، قَالَ : إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ .

”رسول اللہ ﷺ سے ان کی ملاقات ہوئی۔اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنبی تھے، کہتے ہیں: میں واپس لوٹ گیا اور غسل کر کے واپس آیا، آپ ﷺ نے پوچھا: تم کہاں چلے گئے تھے؟ عرض کیا: میں جنبی تھا، فرمایا: مسلمان نجس نہیں ہوتا۔“

(صحيح البخاري : 283، صحيح مسلم :371، المُنتقٰى لابن الجارود : 96)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ عَظِيمٌ فِي طَهَارَةِ الْمُسْلِمِ حَيًّا وَّمَيِّتًا فَأَمَّا الْحَيُّ فَطَاهِرٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى الْجَنِينُ إِذَا أَلْقَتْهُ أُمُّهٗ وَعَلَيْهِ رُطُوبَةُ فَرْجِهَا .

”یہ حدیث اس پر بنیادی دلیل ہے کہ مسلمان زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں پاک ہوتا ہے، زندہ کے پاک ہونے پر تو مسلمانوں کا اجماع ہے، حتی کہ شکم مادر میں پلنے والا بچہ بھی پاک ہوتا ہے، جب اس کی ماں اسے جنم دیتی ہے اور اس کے جسم پر ماں کی شرمگاہ کی رطوبتیں لگی ہوتی ہیں۔“

(شرح مسلم : 66/4، النّفخ الشّذي لابن سيد النّاس : 43/3، شرح أبي داود للعَيْني :512/1)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (٨٥٥ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهٗ طَاهِرٌ .

”درست اور صحیح موقف یہ ہے کہ میت پاک ہوتی ہے۔“

(شرح أبي داود :512/1)

سوال: حسد اور رشک میں کیا فرق ہے؟

جواب: رشک اور حسد الگ الگ چیزیں ہیں، اگر چہ مجازی طور پر رشک پر بھی حسد کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔ رشک ممدوح اور حسد مذموم ہے۔

حسد: کسی شخص کی نعمت کو دیکھ کر دل میں گھٹن محسوس کرنا اور خواہش کرنا کہ اس کی نعمت اس سے چھن جائے، حسد کہلاتا ہے۔

یہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اس پر کتاب وسنت اور اجماع اُمت بین دلیل ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحَاسَدُوا .

”آپس میں حسد مت کریں۔“

(صحیح مسلم : 2564)

❀ علامہ صرصری رحمہ اللہ (۷۱۶ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ النَّاسُ مِنَ الْمَشَرِّعِينَ وَغَيْرِهِمْ عَلٰى تَحْرِيمِ الْحَسَدِ وَقُبْحِهٖ، وَوَرَدَتْ نُصُوصُ الشَّرْعِ بِذٰلِكَ، وَهٰذَا الْحَدِيثُ يَقْتَضِي تَحْرِيمَهٗ .

”قانون دان اور دیگر تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ حسد کرنا حرام اور قبیح عمل ہے۔ اس پر شرعی نصوص وارد ہوئی ہیں۔ یہ حدیث بھی حسد کی تحریم کا تقاضا کرتی ہے۔“

(التّعیین، ص 294)

سب سے پہلے حسد ابلیس نے کیا، لہٰذا حسد کرنے والا ابلیس کا پیرو ہے۔

رشک: کسی کی نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ یہ میرے پاس بھی ہوتی، تو یہ رشک کہلاتا ہے، رشک کرنا جائز ہے۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ، رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ هٰذَا الْكِتَابَ، فَقَامَ بِهٖ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَتَصَدَّقَ بِهٖ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ .

''دو آدمی قابل رشک ہیں؛ ایک جسے اللہ نے حفظ قرآن کی توفیق بخشی اور وہ دن رات نماز میں اس کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ دوسرا وہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مال دیا اور وہ دن رات اسے صدقہ کرتا رہتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 73؛ صحيح مسلم : 267/815)

❁ علامہ میرک محمد بن مبارک حنفی رحمہ اللہ (۱۰۲۱ھ) فرماتے ہیں:

الْحَسَدُ قِسْمَانِ؛ حَقِيقِيٌّ وَمَجَازِيٌّ، فَالْحَقِيقِيُّ تَمَنِّي زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا، وَهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ النُّصُوصِ الصَّرِيحَةِ، وَأَمَّا الْمَجَازِيُّ فَهُوَ الْغِبْطَةُ وَهِيَ تَمَنِّي مِثْلِ النِّعْمَةِ الَّتِي عَلَى الْغَيْرِ مِنْ غَيْرِ تَمَنِّي زَوَالٍ عَنْ صَاحِبِهَا، أَيِ الْغِبْطَةُ، فَإِنْ كَانَتْ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا كَانَتْ مُبَاحَةً، وَإِنْ كَانَتْ طَاعَةً فَهِيَ مُسْتَحَبَّةٌ .

''حسد کی دو قسمیں ہیں؛ حقیقی اور مجازی۔ حقیقی یہ ہے کہ کسی صاحب نعمت سے

نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا۔ یہ حرام ہے، اس کے حرام ہونے پر صریح نصوص کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا اجماع ہے۔ مجازی حسد سے مراد رشک ہے، یعنی جو نعمت کسی دوسرے کے پاس ہے، اپنے لیے بھی اس جیسی نعمت کی تمنا کرنا، مگر اس سے چھن جانے کی خواہش نہ ہو۔ رشک اگر دنیاوی کاموں میں ہو، تو مباح ہے اور اگر دینی اُمور میں ہو، تو مستحب ہے۔''

(مِرقاة المَفاتيح لمُلّا علي القاري : 4/1456)

سوال: نماز مغرب میں اونچی آواز سے قرأت کرنے پر کیا دلیل ہے؟

جواب: نماز مغرب کی جماعت میں اونچی آواز سے قرأت کی جائے گی۔ اس پر کئی صحیح احادیث اور اجماع اُمت دلیل ہیں۔ اس پر مسلمانوں کا متوارث عمل ہے۔

❀ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ .

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورت طور پر قرأت کرتے سنا۔''

(صحيح البخاري : 4854، صحيح مسلم : 463)

اس کے علاوہ کئی احادیث میں نماز مغرب کی قرأت اونچی آواز میں کرنا ثابت ہے۔

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلْجَهْرُ بِالْقِرَاءَ ةِ فِي الْمَغْرِبِ إِجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ رَأْيًا وَّعَمَلًا بِهٖ لَمْ يَزَلِ الْمُسْلِمُونَ يَتَدَاوَلُونَهٗ بَيْنَهُمْ، مِنْ عَهْدِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى الْآنَ .

''نماز مغرب میں اونچی آواز سے قرأت کی جائے گی، اس پر مسلمانوں کا قولی

اور فعلی اجماع ہے، عہد نبوی سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر متداول ومتوارث عمل ہے۔''

(فتح الباري : 7/35)

(سوال): اجماع کے مخالف کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اجماع حجت ہے، قرآن اور حدیث کے بعد یہ شریعت کا تیسرا ماخذ ہے۔ جس حکم پر اہل سنت والجماعت کے اہل علم وفقہا اتفاق کر لیں، وہ شرعی حکم بن جاتا ہے، اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا اجماع معصوم ہے، اس میں خطا کا امکان نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ کسی دور کے اہل حق علما ایک گمراہی پر متفق ہو جائیں۔

یقینی اجماع کے منکر کا بھی وہی حکم ہے، جو کتاب وسنت کی نص کے منکر کا حکم ہے، اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ جو اُمت کے مسلمہ اجماع کی مخالفت کرے، تو اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، گمراہ اور بدعتی ہے۔ اس کا قول معتبر نہیں۔

گمراہی سے بچنے کا واحد راستہ اجماع اُمت کی پیروی ہے۔ اجماع دراصل قرآن وسنت کی ہی اجماعی واتفاقی تعبیر ہوتی ہے، جسے سبیل مؤمنین کہا گیا ہے۔ سبیل مؤمنین سے انحراف درحقیقت کتاب وسنت سے انحراف ہے۔ جو اجماع اُمت سے منہ موڑے، حق کی اس کے پاس کوئی نشانی نہیں، نہ ہی وہ حق پر قائم رہ سکتا ہے، کیونکہ حق کی پہچان اجماع امت سے ہوتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی گمراہ فرقے پیدا ہوئے، اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اجماع اُمت کی طرف درخور اعتنا نہیں کیا، ائمہ اہل سنت والجماعت کا اجتماعی فہم سے انحراف برتا، تو ان کے لیے گمراہی کا راستہ کھل گیا، یوں وہ اہل سنت کے علم وفہم کے پابند نہ رہے، اسی لیے انہوں قرآن وسنت کی من چاہی تعبیریں اور تفسیریں کیں۔

حق اہل سنت والجماعت میں منحصر ہے، لہٰذا ان کا اجماع حق ہے۔ اہل باطل کی حق اور اہل حق کی مخالفت کوئی معنی نہیں رکھتی، لہٰذا اہل سنت کے اجماع کے خلاف کسی گمراہ کی بات قابل مسموع نہیں۔

اسی طرح اجماع اُمت کے خلاف دلیل نہیں سنی جائے گی، کیونکہ اجماع امت حق ہے، قرآن وسنت بھی حق ہیں، حق حق کے مخالف نہیں ہوسکتا۔

اجماع اُمت اسلامی عقائد واعمال کا پاسبان ہے۔ اجماع کو حق تسلیم نہ کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ علمائے حق گمراہی پر جمع ہو سکتے ہیں، یہ بہت بڑی خرابی ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيرًا﴾

(النّساء : ١١٥)

''جس کے لئے ہدایت واضح ہوجائے اور وہ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرے اور سبیل مومنین سے ہٹ جائے تو ہم اسے اسکے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم رسید کردیں گے، وہ برا ٹھکانہ ہے۔''

❀ علامہ ابومظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا تَعَرَّفْنَا حَالَ الْأُمَّةِ وَجَدْنَاهُمْ مُتَّفِقِينَ عَلٰى تَضْلِيلِ مَنْ يُخَالِفُ الْإِجْمَاعَ وَتَخْطِئَتِهٖ وَلَمْ تَزَلِ الْأُمَّةُ يَنْسِبُونَ الْمُخَالِفِينَ لِلْإِجْمَاعِ إِلَى الْمُرُوقِ وَشَقِّ الْعَصَا وَمُحَادَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَمُشَاقَّتِهِمْ وَلَا يَعُدُّونَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُورِ الْهَيِّنَةِ بَلْ

يَعُدُّونَ ذٰلِكَ مِنْ عِظَامِ الْأُمُورِ وَقَبِيحِ الْاِرْتِكَابَاتِ فَدَلَّ أَنَّهُمْ عَدُّوا إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ حُجَّةً يَحْرُمُ مُخَالَفَتُهَا وَفِي الْمَسْأَلَةِ دَلَائِلُ كَثِيرَةٌ ذَكَرَهَا الْأَصْحَابُ.

''ہم نے پوری اُمت کے متعلق آگاہی حاصل کی، تو ہمیں معلوم ہوا کہ ساری کی ساری اُمت کا اتفاق ہے کہ جو شخص اجماع کی مخالفت کرے، وہ گمراہ اور خطا کار ہے۔ ہمیشہ سے اُمت اجماع کی مخالفت کرتے والوں کو منحرف، الگ ہونے والے، مسلمانوں سے دشمنی کرنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے قرار دیتے رہے ہیں۔ اُمت مسلمہ اجماع کی مخالفت کو معمولی گناہ نہیں سمجھتی، بلکہ اسے بہت بڑا اور قبیح ارتکاب سمجھتی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُمت مسلمہ اجماع کو ایسی دلیل شمار کرتی ہے، جس کی مخالفت کرنا حرام ہے۔ اس مسئلہ (حجیت اجماع) پر بہت زیادہ دلائل ہیں، جنہیں ہمارے (شوافع) اصحاب نے ذکر کیا ہے۔''

(قواطع الأدِلّة: 469/1)

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ اعْتِقَادُهُ يُخَالِفُ إِجْمَاعَ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ خَارِجٌ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَكَيْفَ يُقْبَلُ قَوْلُهُ.

''جو اپنے عقائد میں مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کرتا ہو، وہ اسلام سے خارج ہے، بھلا اس کا قول کیسے قبول کیا جائے گا؟''

(المُنتظم: 391/14)

❁ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ الْإِجْمَاعُ مَقْطُوعًا بِهٖ فَمُخَالَفَتُهٗ وَإِنْكَارُهٗ كُفْرٌ .

”اجماع قطعی طور پر ثابت ہو، تو اس کی مخالفت اور انکار کرنا کفر ہے۔“

(المُفهم : 59/4)

❁ علامہ مظہری حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ خَرَجَ مِنْ مُوَافَقَةِ إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ فَقَدْ خَرَجَ مِنْ دَائِرَةِ أَهْلِ السُّنَّةِ إِلٰى دَائِرَةِ أَهْلِ الْبِدْعَةِ .

”جو مسلمانوں کے اجماع کی موافقت سے نکل گیا، تو وہ یقیناً اہل سنت کے دائرہ سے نکل کر اہل بدعت کے دائرہ میں داخل ہو گیا۔“

(المَفاتیح شرح المَصابیح : 303/4)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اجْتِمَاعَ الْأُمَّةِ لَا يَكُونُ إِلَّا عَلٰى حَقٍّ وَهُدًى وَصَوَابٍ، وَأَنَّ أَحَقَّ الْأُمَّةِ بِذٰلِكَ هُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذٰلِكَ يَقْتَضِي أَنَّ مَا فَعَلُوهُ مِنْ خِلَافَةِ الصِّدِّيقِ كَانَ حَقًّا وَّهُدًى وَصَوَابًا، وَأَيْضًا فَإِنَّ السَّلَفَ كَانَ يَشْتَدُّ إِنْكَارُهُمْ عَلٰى مَنْ يُخَالِفُ الْإِجْمَاعَ، وَيَعُدُّونَهٗ مِنْ أَهْلِ الزَّيْغِ وَالضَّلَالِ، ...... هُمْ قَاطِعُونَ بِهٖ لَا يُسَوِّغُونَ لِأَحَدٍ أَنْ يَدَعَ الْإِنْكَارَ عَلَيْهِ فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْإِجْمَاعَ عِنْدَهُمْ كَانَ

مَقْطُوعًا بِهِ .

''اُمت کا اجماع ہمیشہ حق، ہدایت اور درست کام پر ہوتا ہے اور اُمت میں اس کے سب سے زیادہ حق دار رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع کیا تھا، وہ حق، ہدایت اور درست اقدام تھا۔ اس لیے بھی کہ سلف اجماع کی مخالفت کرنے والے پر سخت رد کرتے تھے اور اسے منحرف اور گمراہ قرار دیتے تھے۔......سلف اجماع کو قطعی سمجھتے تھے، کسی کو بھی اجماع کا انکار کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ سلف کے ہاں اجماع قطعی دلیل تھی۔''

(مِنهاج السّنّة : 354/8)

✿ علامہ ابن ملک کرمانی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ بِتَرْكِ السُّنَّةِ وَارْتِكَابِ الْبِدْعَةِ، أَوْ عَنْ مُوَافَقَةِ إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ وَلَوْ بِقَدْرِ شِبْرٍ، فَقَدْ نَقَضَ عَهْدَ الْإِسْلَامِ الَّذِي لَزِمَ أَعْنَاقَ الْعِبَادِ .

''جو سنت کو چھوڑ کر اور بدعت کا ارتکاب کر کے، یا مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت کر کے، خواہ بالشت برابر ہو، طاعت سے نکل گیا اور جماعت کو ترک دیا، تو اس نے اسلام کے اس عہد کو توڑ دیا، جو بندوں پر لازم ہوا تھا۔''

(شرح المَصابیح : 261/4)

سوال: مشاجرات صحابہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مشاجرات کہتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آپسی جنگوں کو، جو جنگیں کسی

اجتہادی مسئلے پر برپا ہوگئیں، یا پھر فتنہ پرور عناصر کی درون خانہ سازشوں نے حالات اس حد تک گھمبیر کر دیئے کہ آخر کار معاملہ جنگ پر منتج ہوا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنگ کے وہ فریق تھے، جو کسی بھی صورت لڑنا نہیں چاہتے تھے، مگر لڑائی سے نکل بھی نہیں پا رہے تھے، حالات کی ستم ظریفی نے وہ ماحول پیدا کر دیا ہے کہ رحماء بینہم کا اعزاز پانے والے بھی آپس میں جھگڑ بیٹھے ہیں۔

صحابہ کرام کی غیر اجتہادی غلطیاں اور صریح گناہ بھی معاف ہیں۔ مشاجراتِ صحابہ جو یقیناً ایک فریق کی اجتہادی غلطی پر مبنی تھے، بالاولیٰ معاف ہوں گے۔ اب ان اختلافات کو بنیاد بنا کر کسی صحابی کے بارے میں زبان کھولنا اپنی عاقبت برباد کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

عام مسلمان سے کبیرہ گناہ ہو جائے اور وہ اس سے توبہ کر لے، تو اسے ذکر کر کے اس کی تنقیص کرنا یا اسے بنیاد بنا کر دل میں اس کے لیے تنگی رکھنا بھی گناہ ہے، تو وہ اجتہادی غلطی، جس پر اللہ تعالیٰ نے ایک اجر عطا فرمایا ہو، اس کی بنا پر کسی صحابی کے خلاف زبان کھولنا کتنی بڑی بدبختی ہوگی؟

مشاجرات صحابہ میں قانون یہی ہے کہ ان میں زبان بندی کی جائے، کسی صحابی پر طعن و تشنیع نہ کی جائے اور نہ کسی کی مذمت کی جائے، یہی قاعدہ صحابہ کے ہاں معروف تھا۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

❀ **ابونضرہ منذر بن مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

ذَكَرُوا عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ عِنْدَ أَبِي سَعِيدٍ فَقَالَ : أَقْوَامٌ سَبَقَتْ لَهُمْ سَوَابِقُ وَأَصَابَتْهُمْ فِتْنَةٌ، فَرُدُّوا أَمْرَهُمْ إِلَى اللّٰهِ .

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں لوگوں نے سیدنا علی، سیدنا عثمان،

سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم (کے مشاجرات) کا تذکرہ شروع کر دیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ صحابہ ہیں، جن کی بڑی بڑی نیکیاں ہیں، انہیں ایک فتنے نے گھیر لیا تھا، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں (یعنی ان کے مشاجرات پر اپنی زبانوں کو روک لیں)۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :37801، وسندہٗ صحيحٌ)

اس اثر سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے مابین یہ اُصول طے تھا کہ مشاجرات صحابہ کی بنیاد پر کسی صحابی پر طعن و تشنیع یا مذمت جائز نہیں، بلکہ تمام صحابہ مرحوم و مغفور ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کر کے جنت کے وارث بن چکے ہیں۔

❁ علامہ محمد خضر شنقیطی رحمہ اللہ (۱۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

مِمَّا هُوَ وَاجِبٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ فِي حَقِّ الصَّحَابَةِ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ، الْإِمْسَاكُ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، أَيْ وَقَعَ مِنَ الْاِخْتِلَافِ ...... فَلَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَصْغٰى بِأُذُنِهٖ إِلٰى أَخْبَارِ الْمُؤَرِّخِينَ، وَجَهَلَةِ الرُّوَاةِ، وَضُلَّالِ الشِّيعَةِ وَالْمُبْتَدِعِينَ الْقَادِحَةِ فِي أَحَدٍ مِّنْهُمْ .

''صحابہ کے مشاجرات یعنی اختلافات میں زبان بند رکھنا واجب ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔...... لہٰذا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ مؤرخین، جاہل راویوں، گمراہ شیعوں اور اہل بدعت کی ان خبروں پر کان دھرے، جو کسی بھی صحابی میں قدح کا باعث ہوں۔''

(كَوْثر المَعاني الدّراري :38/1)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً، وَمَحَا عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً، وَرَفَعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةً، فَاسْتَكْثِرُوا مِنَ السُّجُودِ .

”جو آدمی اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، ایک برائی ختم کر دیتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، لہٰذا کثرت سے سجدیں کیا کریں۔“

(سنن ابن ماجه : 1424)

جواب: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کرتے تھے، انہوں آخر سند تک سماع کی صراحت نہیں کی۔

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ لِتَدْلِيسِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ .

”یہ سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔“

(مِصباح الزُّجاجة : 18/2)

اس روایت کا صحیح شاہد سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، ملاحظہ ہو؛

❁ معدان بن ابوطلحہ یعمری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

لَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ : أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهٗ يُدْخِلُنِي اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ؟ أَوْ قَالَ قُلْتُ : بِأَحَبِّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ، فَسَكَتَ، ثُمَّ سَأَلْتُهٗ، فَسَكَتَ، ثُمَّ

سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ، فَقَالَ : سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ لِلّٰهِ، فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً، إِلَّا رَفَعَكَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةً، قَالَ مَعْدَانُ : ثُمَّ لَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ لِي مِثْلَ مَا قَالَ لِي ثَوْبَانُ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کوئی ایسا عمل بتایئے، جس کی بنیاد پر مجھے جنت میں داخلہ نصیب ہو؟ ثوبان رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ پوچھا، جواب ندارد۔ تیسری مرتبہ سوال کیا، تو کہنے لگے: یہی بات میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: رضائے الٰہی کے لیے بہ کثرت سجدے کیا کریں، اللہ کے لئے ایک سجدہ کریں گے، تو اس کے عوض آپ کا ایک درجہ بڑھا دیا جائے گا اور ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔ معدان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعد میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، ان سے یہ سوال کیا، تو انہوں نے وہی جواب دیا، جو سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔''

(صحیح مسلم : 488)

سوال: کیا فضائل کی احادیث میں جھوٹ بولنا حرام ہے؟

جواب: احادیث کا تعلق احکام ومسائل سے ہو یا فضائل ومستحبات سے، ہر ایک میں جھوٹ بولنا حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ احکام کی طرح فضائل بھی دین ہیں۔

دین کے کسی مسئلہ میں جانتے بوجھتے احادیث گھڑنا یا من گھڑت روایات بیان کرنا

سنگین جرم ہے، اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

اہل سنت والجماعت کے مطابق جانتے بوجھتے خلاف واقعہ بات کی خبر دینے پر بھی جھوٹ کا اطلاق ہوتا ہے، البتہ نادانی وغفلت کی صورت میں گنہگار نہیں ہوگا، جبکہ قصد وعمد کی صورت میں گنہگار رہوگا۔

❀ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنا لے۔''

(صحيح البخاري: 1291، صحيح مسلم: 4)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ فِي تَحْرِيمِ الْكَذِبِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَا كَانَ فِي الْأَحْكَامِ وَمَا لَا حُكْمَ فِيهِ كَالتَّرْغِيبِ وَالتَّرْهِيبِ وَالْمَوَاعِظِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ فَكُلُّهُ حَرَامٌ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ وَأَقْبَحِ الْقَبَائِحِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ يُعْتَدُّ بِهِمْ فِي الْإِجْمَاعِ.

''احادیث کا تعلق احکام سے ہو یا ترغیب، ترہیب اور وعظ ونصیحت وغیرہ سے، ہر صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کی حرمت برابر ہے، یہ حرام ہے، کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ اور قبیح امور میں سے سب سے قبیح کام ہے۔ اس پر ان مسلمانوں کا اجماع ہے، جو اجماع کے منعقد ہونے میں معتبر ہیں۔''

(شرح مسلم: 1/56، 70)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شوہر نے بیوی کو حیض میں طلاق دی، کیا اس حیض کو عدت میں شمار کیا جائے گا؟

جواب: مطلقہ کی عدت تین حیض ہے۔ جس حیض میں طلاق دی گئی، وہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا۔ اس کے بعد تین حیض عدت شمار ہوں گے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾(البقرة: ٢٢٨)

''طلاق یافتہ عورتیں تین حیض نکاح سے رکی رہیں۔''

❀ علامہ قزوینی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ لَا يَحْسَبُ بَقِيَّةَ الْحَيْضِ قُرْءً.

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے، تو وہ حیض کے باقی ایام کو (عدت کا) ایک حیض شمار نہیں کرے گا۔''

(شرح مُسند الشّافعي: 414/3)

سوال: مذاح میں دی گئی طلاق کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہنسی مذاح میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ طلاق ان تین اُمور میں سے ہے، جن کی حقیقت بھی حقیقت ہے اور مذاح بھی حقیقت ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ؛ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ .

”تین امور ایسے ہیں، جو قصداً کیے جائیں یا ہنسی مذاق میں کیے جائیں، واقع ہو جاتے ہیں: ١۔ نکاح ٢۔ طلاق ٣۔ رجوع۔“

(سنن أبي داوٗد : 2194، سنن التّرمذي : 1184، سنن ابن ماجه : 2039، المُنتقٰی : 772، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن غریب“، امام ابن الجارود رحمہ اللہ نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (١٩٨/٢) نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

(التّلخیص الحبیر : 210/3)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (٣١٩ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، عَلٰى أَنَّ جِدَّ الطَّلَاقِ وَهَزْلَهٗ سَوَاءٌ .

”جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں، ان کا اجماع ہے کہ حقیقت میں دی گئی طلاق اور ہنسی مذاح میں دی گئی طلاق کا حکم ایک جیسا ہے (یعنی دونوں صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے)۔“

(الأوسط : 230/5، الإجماع : 406)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (٥١٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ طَلَاقَ الْهَازِلِ يَقَعُ، وَإِذَا جَرٰى صَرِيحُ

لَفْظِ الطَّلَاقِ عَلٰى لِسَانِ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ لَا يَنْفَعُهُ أَنْ يَقُولُ : كُنْتُ فِيهِ لَاعِبًا أَوْ هَازِلًا، لِأَنَّهُ لَوْ قُبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ، لَتَعَطَّلَتِ الْأَحْكَامُ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ ہنسی مذاح میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جب کسی عاقل بالغ انسان کی زبان پر طلاق کے صریح الفاظ جاری ہوں، تو اس کی یہ بات قبول نہ کی جائے گی کہ میں نے تو یہ طلاق ہنسی مذاح میں دی ہے، کیونکہ اگر اس کا یہ بہانہ قبول کر لیا جائے، تو شرعی احکام معطل ہو کر رہ جائیں گے۔''

(شرح السّنة : 220/9)

۞ علامہ ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ مَنْ طَلَّقَ هَازِلًا أَنَّ الطَّلَاقَ يَلْزَمُهُ .

''اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے ہنسی مذاح میں طلاق دی، تو اسے طلاق لازم ہو جائے گی۔''

(تفسير القرطبي : 157/3)

سوال: مرنے والے کے ذمہ کچھ نمازوں کی قضا تھی، کیا میت کے ورثا اس کا کفارہ ادا کریں گے؟

جواب: کسی زندہ یا فوت شدہ کی طرف سے نمازوں کی قضا دینا جائز نہیں، یہ بدعت ہے، کیونکہ اس کی اصل کتاب وسنت میں نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف دلائل موجود ہیں۔

۞ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَّلَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلٰكِنْ يُطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مُدًّا مِّنْ حِنْطَةٍ .

”کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے، نہ روزہ رکھے، بلکہ (روزے کی جگہ) اس کی طرف سے مستحقین کو ہر روز گندم کا ایک مد کھلائے۔“

(السّنن الکبرٰی للنّسائي : 2918، وسندہٗ صحیحٌ)

اسی طرح میت کی فوت شدہ نمازوں کا کفارہ دینا بھی ثابت نہیں، کتاب وسنت میں اس پر کوئی دلیل نہیں، لہٰذا فوت شدہ نمازوں پر کفارہ مقرر کرنا بے اصل بدعت ہے۔

❀ علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰی أَنَّ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَاةٌ، فَلَا كَفَّارَةَ لَهَا .

”اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس پر نماز کی قضا دینا لازم تھا، تو (مرنے کے بعد) اس نماز کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔“

(شرح الطِّیبي : 1603/5)

کفارہ صرف میت کے روزہ کا ادا کیا جائے گا، نماز کا نہیں، البتہ ورثا اور اعزہ واقربا کو چاہیے کہ میت کے لیے استغفار کریں۔

سوال: جس نے اذان کہی، کیا اقامت بھی وہی کہے گا؟

جواب: مؤذن کے علاوہ شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

جَائِزٌ أَنْ يُقِيمَ غَيْرُ الَّذِي أَذَّنَ؛ لِأَنَّهٗ لَمْ يَأْتِ عَنْ ذٰلِكَ نَهْيٌ يَّصِحُّ .

”یہ جائز ہے کہ مؤذن کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اقامت کرے، کیونکہ اس بارے میں کوئی ممانعت ثابت نہیں۔“

(المحلّٰی : 184/2، الرقم : 329)

❁ علامہ حازمی رحمہ اللہ (۵۸۴ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ غَيْرُهُ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ، وَاخْتَلَفُوا فِي الْأَوْلَوِيَّةِ، فَذَهَبَ أَكْثَرُهُمْ إِلٰى أَنَّهُ لَا فَرْقَ، وَأَنَّ الْأَمْرَ مُتَّسِعٌ، وَمِمَّنْ رَأَى ذٰلِكَ؛ مَالِكٌ، وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْحِجَازِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ، وَأَكْثَرُ أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَأَبُو ثَوْرٍ.

''اہل علم کا اس پر تو اتفاق ہے کہ اذان کہنے والے کے علاوہ دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے، البتہ اولویت اور بہتر بات میں اختلاف ہے، اکثر اہل علم کا موقف یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں، اس مسئلہ میں وسعت ہے۔ جن اہل علم کی یہ رائے ہیں، ان میں امام مالک، اکثر اہل حجاز، امام ابوحنیفہ، اکثر اہل کوفہ اور امام ابوثور رحمہم اللہ شامل ہیں۔''

(الاعتبار، ص 66)

جن روایات میں ہے کہ مؤذن ہی اقامت کہے، وہ ساری کی ساری روایات اُصول محدثین کی روشنی میں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔ ان سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ بِلَالًا رَأٰى فِي مَنَامِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ لَهُ: مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ، أَمَا اٰنَ لَكَ أَنْ تَزُورَنِي يَا بِلَالُ؟ فَانْتَبَهَ حَزِينًا وَّجِلًا خَائِفًا، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَقَصَدَ

الْمَدِينَةَ، فَأَتٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يَبْكِي عِنْدَهٗ، وَيُمَرِّغُ وَجْهَهٗ عَلَيْهِ، وَأَقْبَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، فَجَعَلَ يَضُمُّهُمَا وَيُقَبِّلُهُمَا، فَقَالَا لَهٗ : يَا بِلَالُ، نَشْتَهِي نَسْمَعُ أَذَانَكَ الَّذِي كُنْتَ تُؤَذِّنُهٗ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّحَرِ، فَفَعَلَ، فَعَلَا سَطْحَ الْمَسْجِدِ، فَوَقَفَ مَوْقِفَهُ الَّذِي كَانَ يَقِفُ فِيهِ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، ارْتَجَّتِ الْمَدِينَةُ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، زَادَ تَعَاجِيجُهَا، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، خَرَجَ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُورِهِنَّ، فَقَالُوا : أَبُعِثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا رُئِيَ يَوْمٌ أَكْثَرَ بَاكِيًا وَّلَا بَاكِيَةً بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ .

”سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے خواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے بلال! یہ کیا بے رُخی ہے؟ کیا تمہارے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو؟ اس پر سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے۔ انہوں نے اپنی سواری کا رخ مدینہ منورہ کی طرف کرلیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پہنچے اور اس کے پاس رونا شروع کردیا۔ اپنا چہرہ اس پر ملنے لگے۔ سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما ادھر آئے، تو سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں سینے سے لگایا اور ان کو بوسہ دیا۔ ان دونوں نے سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم آپ

کی وہ اذان سننا چاہتے ہیں، جو آپ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے لیے کہا کرتے تھے۔ انہوں نے ہاں کر دی۔ مسجد کی چھت پر چڑھے اور اپنی اس جگہ کھڑے ہوگئے جہاں دورِ نبوی میں کھڑے ہوتے تھے۔ جب انہوں نے اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ کہا، تو مدینہ (رونے کی آواز سے) گونج اٹھا۔ پھر جب انہوں نے أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہا، تو آوازیں اور زیادہ ہوگئیں۔ جب وہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ پر پہنچے، تو دوشیزائیں اپنے پردوں سے نکل آئیں اور لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: کیا رسول اللہ ﷺ دوبارہ زندہ ہوگئے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نے مدینہ میں مردوں اور عورتوں کے رونے والا اس سے بڑا دن کوئی نہیں دیکھا۔''

(أخبار وحكايات للغسّاني : 75، تاريخ ابن عساكر : 137/7)

جواب: روایت من گھڑت ہے۔

① ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن سلیمان بن بلال مجہول ہے۔

❀ اسے حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(تاريخ الإسلام : 67/17)

❀ نیز فرماتے ہیں:

فِيهِ جَهَالَةٌ . ''یہ نامعلوم راوی ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 64/1، ت : 205)

❀ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا شَيْخٌ لَّمْ يُعْرَفْ بِثِقَةٍ وَّأَمَانَةٍ، وَلَا ضَبْطٍ وَّعَدَالَةٍ، بَلْ هُوَ

مَجْهُولٌ غَيْرُ مَعْرُوفٍ بِالنَّقْلِ، وَلَا مَشْهُورٍ بِالرِّوَايَةِ، وَلَمْ يَرْوِ عَنْهُ غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَيْضِ، رَوٰى عَنْهُ هٰذَا الْأَثَرَ الْمُنْكَرَ .

''یہ ایسا راوی ہے، جس کی امانت ودیانت اور ضبط وعدالت معلوم نہیں۔ یہ مجہول ہے اور نقل روایت میں غیر معروف ہے۔ یہ روایت میں بھی مشہور نہیں۔ اس سے محمد بن فیض کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی اور اس نے بھی یہ منکر قصہ اس سے روایت کیا ہے۔''

(الصّارم المُنكي، ص 314)

② سلیمان بن بلال بن ابی درداء مجہول الحال ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَلْ هُوَ مَجْهُولُ الْحَالِ، وَلَمْ يُوَثِّقْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ، فِيمَا عَلِمْنَاهُ .

''یہ مجہول الحال ہے۔ ہمارے مطابق کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔''

(الصّارم المُنكي، ص 314)

③ سلیمان بن بلال کا سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا سے سماع بھی ثابت نہیں۔

❁ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ لَهٗ سَمَاعٌ مِّنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ .

''اس کا سیّدہ ام دردا رضی اللہ عنہا سے سماع بھی معلوم نہیں ہوسکا۔''

(الصّارم المُنكي، ص 314)

اس روایت پر کئی اہل علم نے نقد کیا ہے اور اسے بے اصل قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ أَثَرٌ غَرِيبٌ مُّنْكَرٌ، وَإِسْنَادُهٗ مَجْهُولٌ، وَفِيهِ انْقِطَاعٌ .

''یہ روایت غریب اور منکر ہے، اس کی سند مجہول ہے، نیز انقطاع بھی ہے۔''

(الصّارم المُنكي، ص 314)

۞ نیز فرماتے ہیں:

هٰذَا الْأَثَرُ الْمَذْكُورُ عَنْ بِلَالٍ؛ لَيْسَ بِصَحِيحٍ .

''سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے منسوب مذکورہ روایت ثابت نہیں۔''

(الصّارم المُنكي، ص 314)

۞ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُه لَيِّنٌ، وَهُوَ مُنْكَرٌ .

''اس کی سند کمزور ہے اور یہ روایت منکر ہے۔''

(سِيَر أعلام النُّبَلاء :358/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ قِصَّةٌ بَيِّنَةُ الْوَضْعِ .

''یہ داستان واضح طور پر کسی کی گھڑنتل ہے۔''

(لسان الميزان :108/1)

۞ علامہ ابن عراق کنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هِيَ قِصَّةٌ بَيِّنَةُ الْوَضْعِ .

''یہ قصہ مبینہ طور پر گھڑا ہوا ہے۔''

(تنزيه الشّريعة : 59)

تنبیہ:

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ، مَا فِيهِ ضَعِيفٌ، لٰكِنْ إِبْرَاهِيمُ هٰذَا مَجْهُولٌ.

''اس کی سند جید ہے۔اس میں کوئی ضعیف راوی نہیں، البتہ یہ ابراہیم نامی راوی مجہول ہے۔''

(تاريخ الإسلام: 373/5)

یہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا علمی تسامح ہے۔جس روایت کی سند میں دو راوی ''مجہول'' ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ''انقطاع'' بھی ہو، وہ جید کیسے ہو سکتی ہے؟

نیز خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے دوسری جگہ اسے کمزور اور ''منکر'' بھی قرار دیا ہے۔

(سِيَر أعلام النُّبَلاء: 358/1)

سوال: کیا نجومیوں اور کاہنوں کا خاتمہ کرنا ضروری ہے؟

جواب: شرک، کفر، بدعت، جادو ٹونے اور کئی خرافات کا سبب نجومی اور کاہن وغیرہ ہیں، لوگ ناجائز طریقوں سے اپنی کام نکلواتے ہیں، اپنی قسمت جاننے کے لیے نجومیوں اور کاہنوں کا رخ کرتے ہیں۔

کاہن، نجومی اور عراف اپنے دنیوی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے لوگوں کے ایمان پر حملہ آور ہوتے ہیں، ان سے حرام کا ارتکاب کرواتے ہیں، شیطانی حیلوں و بہانوں سے شرک و کفر کا شکار کر دیتے ہیں، جس سے ان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔لوگ ایمان میں اتنا کمزور ہو چکے ہوتے ہیں کہ وہ رب تعالیٰ سے مانگنے کے بجائے ان کاہنوں اور جادوگروں کا رخ کرتے ہیں، ایک دوسرے کے خلاف جادو کراتے ہیں، اپنا ایمان، مال، وقت اور حتی

کہ عزت تک کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

ان خطرات کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے کاہن، عراف اور جادوگر کے پاس جانے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور ان کی تصدیق کرنے کو کفر قرار دیا ہے۔

حاکم وقت اور علاقے کے صاحب اختیار لوگوں پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کے مال وجائیداد کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان کی حفاظت کا بھی بندوبست کریں، لوگوں میں شعور اور آگہی پیدا کرنے کے لیے گراں قدر اقدامات کریں اور معاشرے سے کاہنوں اور جادوگروں جیسے ناسور کا خاتمہ کریں، انہیں کڑی سے کڑی سزا دیں، ان پر قانون کا شکنجہ سخت کریں۔ ایسے لوگوں کا زیادہ تر اڈا دربار اور درگاہیں ہوتی ہیں، ان کا خاتمہ کیا جائے۔ یہی صاحب اختیار لوگوں کا مذہبی اور قانونی فریضہ ہے۔ اگر وہ اپنا فریضہ ادا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر پائیں گے، ورنہ دنیا اور آخرت میں رسوائی ان کا مقدر ٹھہرے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صاحب اختیار اور اولی الامر بنایا تھا، جس کا انہوں نے صحیح استعمال نہیں کیا۔

کاہن، نجومی، عراف اور جادوگر معاشرے کی خرابی کی بڑی وجہ ہیں، یہ زمین میں بہت بڑا فساد ہیں، ان کا خاتمہ ازحد ضروری ہے، نوجوان نسل کی بقا اسی میں ہے، معاشرے، ملک وقوم کی ترقی اسی میں ہے، اگر ان کا بروقت ازالہ نہ کیا جائے، تو اس کی برائی پورے معاشرے کو تباہ کر دے گی، اللہ کی رحمتیں اٹھ جائیں گی، برکتیں ختم ہو جائیں گی، عام آفات کا سامنا کرنا پڑے گا، معیشت تباہ ہو جائے گی اور ترقی سے تنزلی کا سفر شروع ہو جائے گا۔

❀ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ،

فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي، وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي، الصِّدْقُ أَمَانَةٌ، وَالْكَذِبُ خِيَانَةٌ، وَالضَّعِيفُ فِيكُمْ قَوِيٌّ عِنْدِي حَتّٰى أُرِيحَ عَلَيْهِ حَقَّهٗ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَالْقَوِيُّ فِيكُمْ ضَعِيفٌ عِنْدِي حَتّٰى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، لَا يَدَعُ قَوْمٌ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا ضَرَبَهُمُ اللّٰهُ بِالذُّلِّ، وَلَا تَشِيعُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ، أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ، قُومُوا إِلٰى صَلَاتِكُمْ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ.

''امابعد! اے لوگو! مجھے تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے، جبکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کروں، تو میری مدد کرنا اور اگر غلط جاؤں، تو مجھے درست کر دینا۔ سچ امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ جو آپ میں کمزور شخص ہے، وہ میرے نزدیک قوی ہے، ان شاء اللہ میں اسے اس کا پورا پورا حق دوں گا اور جو آپ میں قوی ہے، وہ میرے نزدیک کمزور ہے، ان شاء اللہ میں اس سے (شرعی) حق وصول کروں گا۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے رسوا کر دیتا ہے اور جس قوم میں فحاشی عام ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں رہوں، میری اطاعت کرتے رہنا اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں، تو آپ پر میری اطاعت نہیں ہے۔ اب آپ نماز کے لیے

کھڑے ہو جائیں، اللہ آپ سب پر رحم کرے۔''

(سيرة ابن هشام : 318/4، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو''صحیح'' کہا ہے۔

(البداية والنّهاية : 415/9)

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

الْوَاجِبُ عَلٰى وَلِيِّ الْأَمْرِ وَكُلِّ قَادِرٍ أَنْ يَسْعٰى فِي إِزَالَةِ هٰؤُلَاءِ الْمُنَجِّمِينَ وَالْكُهَّانِ وَالْعَرَّافِينَ وَأَصْحَابِ الضَّرْبِ بِالرَّمْلِ وَالْحَصٰى وَالْقَرْعِ وَالْفَالَاتِ، وَمَنْعِهِمْ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْحَوَانِيتِ وَالطُّرُقَاتِ، أَوْ يَدْخُلُوا عَلَى النَّاسِ فِي مَنَازِلِهِمْ لِذٰلِكَ، وَيَكْفِي مَنْ يَعْلَمُ تَحْرِيمَ ذٰلِكَ وَلَا يَسْعٰى فِي إِزَالَتِهٖ، مَعَ قُدْرَتِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ، قَوْلُهٗ تَعَالٰى : ﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾(الْمَائِدَة : ٧٩) وَهٰؤُلَاءِ الْمَلَاعِينُ يَقُولُونَ الْإِثْمَ وَيَأْكُلُونَ السُّحْتَ، بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''حاکم وقت اور ہر صاحب استطاعت پر واجب ہے کہ وہ نجومیوں، کاہنوں، عرافوں اور ریت، کنکری، کدو اور تیروں کے ذریعے مستقبل کی خبریں دینے والوں کا خاتمہ کرے اور انہیں پارکوں اور عام شاہراہوں میں بیٹھنے سے منع کرے، نیز لوگوں کو ان کے گھروں میں بھی مت جانے دے، جو شخص اس کام کی حرمت جانتا ہے اور استطاعت کے باوجود اس کا خاتمہ نہیں کرتا، اس کے

لیے یہی فرمان الٰہی کافی ہے:﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾(الْمَائِدَة : ٧٩)''وہ لوگ برائیوں سے باز نہیں رہتے تھے، یقیناً ان کے کام بہت برے تھے۔'' یہ لعنتی لوگ برائی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور حرام کھا رہے ہیں، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح الطّحاوية، ص 504)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَظَاهَرَتِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ بِالنَّهْيِ عَنْ إِتْيَانِ الْكُهَّانِ وَتَصْدِيقِهِمْ فِيمَا يَقُولُونَ وَتَحْرِيمِ مَا يُعْطُونَ مِنَ الْحُلْوَانِ وَهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ وَقَدْ نَقَلَ الْإِجْمَاعَ فِي تَحْرِيمِهٖ جَمَاعَةٌ .

''صحیح احادیث میں واضح طور پر کاہنوں کے پاس جانے اور ان کی باتوں کی تصدیق کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، نیز انہیں (کہانت کرنے پر) جو اجرت دی جاتی ہے، اس کے حرام ہونے کی صراحت ہوئی ہے۔ اس کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اس کی حرمت پر علما کی ایک جماعت نے اجماع نقل کیا ہے۔''

(نُخَب الأفکار : 39/7)

❀ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

اِتْيَانُهُمْ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ .

''ان کاہنوں وغیرہ کے پاس آنا حرام ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(حاشية السّندي علي النّسائي : 15/3، فتح الوُدود :551/1)

ملت اسلامیہ کی معیشت اور معاشرت کی بگاڑ کی اصل وجہ یہی بدعقیدہ اور بدمذہب لوگ ہیں، جو اپنی گمراہی کے ساتھ ساتھ کئی لوگوں کی گمراہی کا سامان ہیں، ان کے ایمان، مال اور عزت کے درپے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ فرمائے، آمین!

سوال: ایک شخص پہلے کافر تھا، بعد میں مسلمان ہو گیا، کیا اس کی روایت قبول ہے؟

جواب: اسلام قبول کرنے کے بعد حالت کفر کے تمام گناہ منہدم ہو جاتے ہیں، مسلمان ہونے کے بعد اگر وہ سچا اور عادل ہے، تو اس کی روایت اور شہادت معتبر ہے، خواہ اس روایت اور شہادت کا تعلق قبول اسلام سے پہلے کسی واقعہ کے ساتھ ہو یا قبول اسلام کے بعد والے واقعہ کے ساتھ ہو، کیونکہ اعتبار اس وقت کا ہوگا، جب وہ روایت کر رہا ہے، اگر وہ حالت ایمان اور حالت اسلام میں روایت کر رہا ہے، تو عادل وثقہ ہونے کی صورت میں معتبر ہے، اس کی روایت بھی قبول کی جائے گی اور شہادت بھی۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا عَلٰى صِحَّةِ رِوَايَةِ مَنْ كَانَ كَافِرًا فَأَسْلَمَ وَأَكْثَرُ الصَّحَابَةِ كَانُوا بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَأَجْمَعُوا عَلَى قَبُولِ شَهَادَتِهٖ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الشَّهَادَةِ وَالرِّوَايَةِ فِي هٰذَا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ اس شخص کی روایت صحیح (معتبر) ہے، جو کفر کے بعد اسلام قبول کر لے۔ اکثر صحابہ ایسے ہی تھے۔ نیز اجماع ہے کہ ایسے شخص کی شہادت بھی قبول کی جائے گی، اس معاملہ میں شہادت (گواہی) اور روایت میں کوئی فرق نہیں، واللہ اعلم!''

(شرح مسلم :70/1)

سوال: حدیث طیر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: بعض روایات میں ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کے پاس ایک (بھنا ہوا) پرندہ تھا۔ آپ ﷺ نے دعا کی: اللہ! مخلوق میں سے اپنے محبوب ترین بندے کو بھیج، وہ میرے ساتھ کھائے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے، تو انہیں بھی واپس بھیج دیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔''

حدیث طیر سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو سب سے محبوب تھے، جبکہ حدیث الطیر ضعیف و غیر ثابت ہے، اس کا کوئی طریق اور سند ثابت نہیں، نیز ائمہ علل نے اس حدیث کو مجروح اور ضعیف بھی قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے محبوب ترین ہونے پر کئی صحیح احادیث ہیں، نیز گھرانۂ رسول اللہ ﷺ کی گواہیاں بھی ہیں۔

❁ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ (٦٦١ھ) فرماتے ہیں:

نَحْنُ وَإِنْ كُنَّا لَا نَجْهَلُ ـبِحَمْدِ اللّٰهِـ فَضْلَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَقِدَمَهٗ وَبَلَائَهٗ وَسَوَابِقَهٗ فِي الْإِسْلَامِ وَاخْتِصَاصِهٖ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَرَابَتِهِ الْقَرِيبَةِ، وَمُؤَاخَاتِهٖ إِيَّاهُ فِي الدِّينِ، وَنَتَمَسَّكُ مِنْ حُبِّهٖ بِأَقْوٰى وَأَوْلٰى مَا يَدَّعِيهِ الْغَالُونَ فِيهِ، فَلَسْنَا نَرٰى أَنْ نَضْرِبَ عَنْ تَقْدِيرِ أَمْثَالِ هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ فِي نِصَابِهَا صَفْحًا، لِمَا نَخْشٰى فِيهَا مِنْ تَحْرِيفِ الْغَالِينَ،

وَتَأْوِيلِ الْجَاهِلِينَ، وَانْتِحَالِ الْمُبْطِلِينَ، وَهٰذَا بَابٌ أُمِرْنَا بِمُحَافَظَتِهِ، وَحِمًى أُمِرْنَا بِالذَّبِّ عَنْهُ، فَحَقِيقٌ عَلَيْنَا أَنْ نَنْصُرَ فِيهِ الْحَقَّ، وَنُقَدِّمَ فِيهِ الصِّدْقَ، وَهٰذَا حَدِيثٌ يَرِيشُ بِهِ الْمُبْتَدِعُ سِهَامَهُ، وَيُوَصِّلُ بِهِ الْمُنْتَحِلُ جَنَاحَهُ فَيَتَّخِذُهُ ذَرِيعَةً إِلَى الطَّعْنِ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الَّتِي هِيَ أَوَّلُ حُكْمٍ أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَأَقْوَمُ عِمَادٍ أُقِيمَ بِهِ الدِّينُ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقُولُ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ ـ : هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يُقَاوِمُ مَا أَوْجَبَ تَقْدِيمَ أَبِي بَكْرٍ وَالْقَوْلَ بِخَيْرِيَّتِهِ مِنَ الْأَخْبَارِ الصِّحَاحِ مُنْضَمًّا إِلَيْهَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ، لِمَكَانِ سَنَدِهِ، فَإِنَّ فِيهِ لِأَهْلِ النَّقْلِ مَقَالًا، وَلَا يَجُوزُ حَمْلُ أَمْثَالِهِ عَلٰى مَا يُخَالِفُ الْإِجْمَاعَ، وَلَا سِيَّمَا الصَّحَابِيُّ الَّذِي يَرْوِيهِ مِمَّنْ دَخَلَ فِي هٰذَا الْإِجْمَاعِ وَاسْتَقَامَ عَلَيْهِ مُدَّةَ عُمْرِهِ، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ خِلَافُهُ، فَلَوْ كُتِبَ عَنْهُ هٰذَا الْحَدِيثُ، فَالسَّبِيلُ أَنْ يُؤَوَّلَ عَلٰى وَجْهٍ لَا يَنْتَقِضُ عَلَيْهِ مَا اعْتَقَدَهُ، وَلَا يُخَالِفُ مَا هُوَ أَصَحُّ مِنْهُ مَتْنًا وَإِسْنَادًا، وَهُوَ أَنْ يُقَالَ : يُحْمَلُ قَوْلُهُ : «بِأَحَبِّ خَلْقِكَ» عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ : ائْتِنِي بِمَنْ هُوَ أَحَبُّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ، فَيُشَارِكُهُ فِيهِ غَيْرُهُ، وَهُمُ

الْمُفَضَّلُونَ بِإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ، وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهِمْ : فُلَانٌ أَعْقَلُ النَّاسِ وَأَفْضَلُهُمْ أَيْ مِنْ أَعْقَلِهِمْ وَأَفْضَلِهِمْ، وَمِمَّا يُبَيِّنُ لَكَ أَنَّ حَمْلَهٗ عَلَى الْعُمُومِ غَيْرُ جَائِزٍ هُوَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُمْلَةِ خَلْقِ اللّٰهِ، وَلَا جَائِزَ أَنْ يَكُونَ عَلِيٌّ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْهُ فَإِنْ قِيلَ : ذٰلِكَ شَيْءٌ عُرِفَ بِأَصْلِ الشَّرْعِ، قُلْنَا : وَالَّذِي نَحْنُ فِيهِ عُرِفَ أَيْضًا بِالنُّصُوصِ الصَّحِيحَةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ، فَيُؤَوَّلُ هٰذَا الْحَدِيثُ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ، أَوْ عَلٰى أَنَّهٗ أَرَادَ بِهٖ أَحَبَّ خَلْقِهٖ إِلَيْهِ مَنْ بَنِي عَمِّهٖ وَذَوِيهِ؟، وَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْلِقُ الْقَوْلَ، وَهُوَ يُرِيدُ تَقْيِيدَهٗ وَيَعُمُّ بِهٖ، وَهُوَ يُرِيدُ تَخْصِيصَهٗ فَيَعْرِفُهٗ ذَوُ الْفَهْمِ بِالنَّظَرِ إِلَى الْحَالِ أَوِ الْوَقْتِ أَوِ الْأَمْرِ الَّذِي هُوَ فِيهِ .

''الحمد للہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت، اسلام میں پیش قدمی، خدمات، اور آزمائشوں، رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہونے اور آپ ﷺ کے ساتھ دینی بھائی چارہ ہونے سے بے بہرہ نہیں ہیں۔ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس سے کہیں مضبوط اور زیادہ محبت کرتے ہیں، جس محبت کا غالی لوگ (روافض) دعویٰ کرتے ہیں۔لہٰذا ہم نہیں سمجھتے کہ ہم ان جیسی احادیث کو ان کے اصل معنی سے ہٹا دیں، کیونکہ اس میں ہمیں غالی لوگوں کی تحریف، جاہلوں کی تاویل اور اہل باطل کی بددیانتی کا خدشہ ہے۔یہ ایسا دروازہ ہے، جس کی حفاظت کا ہمیں

حکم دیا گیا ہے اور ایسی چراگاہ ہے، جس کے دفاع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس بارے میں حق کو فروغ دیں اور حق سچ کو مقدم کریں۔ اس حدیث (طیر) کو اہل بدعت نے اپنی دلیل بنایا ہے اور اسلام کے نام لیواؤں نے اس حدیث کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طعن کا ذریعہ بنایا ہے، خلافت ابی بکر وہ پہلا حکم تھا، جس پر اُمت کے مسلمانوں نے اجماع کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ پہلا مضبوط ستون تھا، جس کے ذریعہ دین کو قائم کیا گیا۔ لہٰذا اللہ کی توفیق سے ہم کہتے ہیں: اس حدیث (طیر) کا موازنہ اور مقابلہ ان احادیث صحیحہ اور اجماع صحابہ کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا، جن میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سب سے مقدم اور بہتر ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس حدیث (طیر) کی سند پر محدثین نے نقل کیا ہے۔ اس جیسی (کمزور) روایات کو اجماع کے مخالف بات پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ خاص طور پر جس صحابی نے بھی یہ حدیث (طیر) روایت کی ہے، وہ بھی (خلافت ابی بکر پر ہونے والے) اس اجماع میں داخل ہے اور ساری زندگی اس پر قائم رہا ہے اور اس کے مخالف بات بھی اس سے منقول نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس صحابی سے یہ حدیث منقول ہوئی ہے، تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ اس حدیث کا وہ معنی بیان کیا جائے، جو صحابی کے نظریہ کے خلاف نہ ہو اور وہ معنی ان احادیث کے خلاف بھی نہ ہو، جو اس حدیث (طیر) سے متن اور سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہیں۔ وہ معنی یہ ہے کہ فرمان نبوی: ''تیری مخلوق میں محبوب ترین'' سے مراد یہ ہوگی کہ (اے اللہ!) میرے پاس اس شخص کو لے آ، جو تیری محبوب ترین لوگوں

میں سے ہو، یوں اس میں دوسرے لوگ بھی شریک ہوں گے اور اُمت کا اجماع ہے کہ وہ افضل ترین لوگ ہیں۔ مثال کے طور پر کہا جاتا ہے: ''فلاں شخص لوگوں میں سب سے عقل والا اور سب سے افضل ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص عقل منداور افضل لوگوں میں سے ہے۔ ایک اور وجہ کہ جس سے واضح ہو جائے گا کہ اس حدیث (طیر) کو عموم پر محمول کرنا جائز نہیں، وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی من جملہ تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں، اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ بات (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ محبوب ہونا) شریعت کی اصل (حدیث) سے ثابت ہوئی ہے، تو ہم کہیں گے کہ جو ہمارا عقیدہ ہے کہ (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل اور محبوب ہیں) وہ بھی نصوص صحیحہ اور اجماع اُمت سے ثابت ہوا ہے، لہٰذا اس حدیث (طیر) کی وہ تاویل کی جائے گی، جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد ہو کہ آپ ﷺ کے چچا کے بیٹوں اور ذوی الارحام میں سے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ رسول اللہ ﷺ کئی دفعہ مطلق بات کر کے مقید مراد لیتے تھے اور عمومی بات کر کے خاص بات مراد لیتے تھے، جس کو اہل بصیرت موجودہ حالت، وقت اور زیر بحث معاملہ میں غور کر کے سمجھ جاتے تھے۔''

(المُیسّر: 1326/4، مرقاة المَفاتیح للقاري الحنفي: 3939/9)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھی کوئی معصوم ہے، کہ اس کی ہر بات واجب الاتباع ہو؟

جواب: اس اُمت میں رسول اللہ ﷺ واحد ہستی ہیں، جنہیں ہر قول وفعل میں عصمت حاصل ہے، آپ ﷺ کو ہر شرعی حکم اور عمل قابل اتباع ہے، کیونکہ آپ ﷺ وحی سے نطق فرماتے تھے، کسی اور کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔

نبی کریم ﷺ کے علاوہ ہر صحابی، تابعی، ولی، امام اور عالم قابل قدر ہے، ان کی بڑی عظمت اور مقام ہے، مگر ان کے ہر ہر بات یا ہر ہر عمل واجب الاتباع نہیں، ان سے غلطی کا امکان ہے، کیونکہ انہیں وہ عصمت حاصل نہیں، جو نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے۔

لہٰذا روافض کا یہ کہنا کہ ہمارے بارہ ائمہ معصوم ہیں، ان سے غلطی نہیں ہوسکتی اور ان کی ہر بات اور ہر فعل قابل اتباع ہے، محض غلو ہے، یہ مقام صرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے، آپ ﷺ کے بعد کسی صحابی یا امام کو یہ رتبہ حاصل نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾(الحشر : ۷)

”تمہیں جو چیز رسول دیں، اسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں، اس سے

رک جاؤ، اللہ سے ڈر جاؤ، یقیناً اللہ دردناک عذاب دینے والا ہے۔''

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلٰى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (التَّغابُن: ١٢)

''اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر تم نے اس سے انحراف کیا، تو ہمارے رسول پر کھول کھول کر بیان کرنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت فرض کی ہے، دوسرے کسی فرد بشر کی اطاعت واجب نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کو معصوم نہیں بنایا گیا۔

❀ امام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ (١٠١ھ) نے لوگوں کی طرف یہ خط لکھا:

لَا رَأْيَ لِأَحَدٍ مَّعَ سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''طریق رسول ﷺ کی موجودگی میں کسی اور کی پیروی درست نہیں۔''

(التّاريخ الكبير لابن أبي خيثمة : 9335، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَهْلُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ كُلَّ شَخْصٍ سِوَى الرَّسُولِ فَإِنَّهٗ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ وَيُتْرَكُ، إِلَّا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهٗ يَجِبُ تَصْدِيقُهٗ فِي كُلِّ مَا أَخْبَرَ، وَطَاعَتُهٗ فِي كُلِّ مَا أَمَرَ، فَإِنَّهُ الْمَعْصُومُ الَّذِي لَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى، وَهُوَ الَّذِي يُسْأَلُ النَّاسُ عَنْهُ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ﴾(سُورَةُ الْأَعْرَافِ : ٦) وَهُوَ الَّذِي يُمْتَحَنُ بِهِ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ، فَيُقَالُ لِأَحَدِهِمْ : مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ وَيُقَالُ : مَا تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ، فَيَقُولُ : هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ، جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَآمَنَّا بِهٖ وَاتَّبَعْنَاهُ .

''اہل سنت والجماعت کے اہل علم کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی شخص کی بات لی بھی جاسکتی ہے اور چھوڑی بھی جاسکتی ہے، مگر رسول اللہ ﷺ کی بات چھوڑی نہیں جاسکتی، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جو بھی خبر دی ہے، اس کی تصدیق کرنا اور ہر حکم کی تعمیل کرنا واجب ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ ہی وہ معصوم ہستی ہیں، جو خواہش سے کلام نہیں کرتے، بلکہ وحی کی روشنی میں کلام کرتے ہیں، یہی وہ ہستی ہیں، جن کے بارے میں روز قیامت لوگوں سے سوال ہوگا، فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ﴾(سُورَةُ الْأَعْرَافِ : ٦) ''ہم یقیناً ضرور بالضرور ان لوگوں سے سوال کریں گے، جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے۔'' آپ ﷺ ہی وہ ہستی ہیں، جن کے بارے میں قبروں میں لوگوں سے سوال کیا جائے گا، پوچھا جائے گا : تیرا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تمہارا نبی کون ہے؟ یہ بھی پوچھا جائے گا : تم اس ہستی کے بارے میں کیا

کہتے ہو، جنہیں تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم کر دے گا اور وہ کہے گا: وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جو ہمارے پاس نشانیاں اور ہدایت لے کر تشریف لائے، تو ہم ان پر ایمان لے آئے اور ان کا اتباع کیا۔''

(مِنہاج السّنّة : 6/190-191)

اتباع رسول ﷺ ہی کامیابی کا معیار اور محبت رسول ﷺ کی دلیل ہے، اس سے انسان کے اندرونی رجحانات واحساسات کا تعین ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والا اور صدق دل سے آپ کی عظمت وجلالت کو تسلیم کرنے والا آپ کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کر سکتا، اعمال کی قبولیت کا مدار بھی اسی پر ہے۔

سوال: کیا دنیا میں کوئی اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے؟

جواب: دنیا میں کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، احادیث صحیحہ اور اجماع اس پر دلیل ہیں، اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے، تو وہ جھوٹا ہے۔ روز قیامت مؤمن اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، دنیا میں دیدار الٰہی ممتنع ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَعَلَّمُوا أَنَّهُ لَنْ يَرٰى أَحَدٌ مِنْكُمْ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَمُوتَ .

''جان لیں کہ آپ میں سے کوئی بھی موت سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتا۔''

(صحیح مسلم :2931)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ موت سے پہلے رب تعالیٰ کو دیکھنا محال اور ناممکن ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ مَنْ ادَّعَى أَنَّهٗ رَأَى رَبَّهٗ بِعَيْنَيْهِ قَبْلَ الْمَوْتِ فَدَعْوَاهُ بَاطِلٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ؛ لِأَنَّهُمْ اتَّفَقُوا جَمِيعُهُمْ عَلٰى أَنَّ أَحَدًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا يَرٰى رَبَّهٗ بِعَيْنَيْ رَأْسِهٖ حَتّٰى يَمُوتَ.

''جو شخص بھی دعویٰ کرے کہ اس نے موت سے پہلے رب تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، تو اس کے دعویٰ کے باطل ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، کیونکہ تمام کے تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ مؤمنوں میں سے کوئی بھی شخص موت تک اپنے رب کو اپنی حقیقی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 389/3)

سوال: نماز میں رونا کیسا ہے؟

جواب: نماز انتہائی خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری، توجہ اور حضور قلبی سے ادا کرنی چاہیے، اگر نماز کے کلمات اور قرآن کریم کی قرائت پر توجہ مرکوز کی جائے اور معانی میں غور وخوض کیا جائے، تو دل میں تقویٰ اور خشیت پیدا ہو جاتی ہے، کبھی کیفیت رونے اور سسکیوں تک پہنچ جاتی ہے، ایسی کیفیت پیدا ہو جائے، تو کیا ہی بات ہے! اس کی نتیجہ میں اگر آنسو نکل آئیں، یا سسکیاں پیدا ہو جائیں، تو کوئی حرج نہیں۔

نماز میں رونا جائز ہے، بسا اوقات انسان کا اس پر بس بھی نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ، صحابہ اور اسلاف اُمت کو بھی نمازوں میں، بالخصوص نماز تہجد میں رونا آجاتا تھا۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ إِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ۞ وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ۞ وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾ (بني إسرائيل: ١٠٧-١٠٩)

”وہ لوگ، جنہیں اس (قرآن) سے پہلے علم دیا گیا، ان پر جب یہ (قرآن) تلاوت کیا جاتا ہے، تو وہ ٹھوڑیوں کے بَل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہو گا، وہ ٹھوڑیوں کے بَل گرتے ہیں اور روتے ہیں، اس (قرآن کی تلاوت) سے ان کا خشوع وخضوع بڑھ جاتا ہے۔“

❀ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى جَوَازِ الْبُكَاءِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ خَوْفِ اللّٰهِ تَعَالٰى، أَوْ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ فِي دِينِ اللّٰهِ، وَأَنَّ ذٰلِكَ لَا يَقْطَعُهَا وَلَا يَضُرُّهَا .

”یہ آیت دلیل ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے یا اپنی دینی کوتاہی یاد کر کے رونا جائز ہے، نیز اس سے نہ نماز ٹوٹتی ہے اور نہ فاسد ہوتی ہے۔“

(تفسير القُرطبي : 342/10)

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا كَانَ فِينَا فَارِسٌ يَوْمَ بَدْرٍ غَيْرُ الْمِقْدَادِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا فِينَا قَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي تَحْتَ شَجَرَةٍ وَيَبْكِي حَتّٰى أَصْبَحَ .

”بدر کے دن ہمارے پاس گھڑ سوار صرف مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ تھے اور مجھے پوری طرح یاد ہے کہ (بدر کی رات) میں میں سے کسی نے قیام نہیں کیا، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے صبح تک نماز پڑھتے تھے اور (نماز میں) روتے رہے۔“

(مسند الإمام أحمد : 125/1، مسند أبي يعلٰى : 280، السنن الكبرٰى للنسائي : 805، أخلاق النّبي لأبي الشّيخ : 571، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۸۸)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۵۷) نے صحیح اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۹۴/۳) نے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَلِصَدْرِهٖ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ.

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے ایسے آواز آرہی تھی، جیسے ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز ہوتی ہے۔''

(الزُّهد للإمام عبد اللّٰه بن المبارك : 109، مسند الإمام أحمد : 26,25/4، سنن أبي داوٗد : 904، سنن النسائي : 1214، الشّمائل المُحَمّدية للتّرمذي : 305، أخلاق النّبي لأبي الشّيخ : 570، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۹۰۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦٦٥) نے ''صحیح'' امام حاکم رحمہ اللہ (۲۶۴/۲) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 497/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''قوی'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 206/2)

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ مِنَ الْفِقْهِ أَنَّ الْبُكَاءَ فِي الصَّلَاةِ لَا يُفْسِدُهَا .

”اس حدیث میں فقہی مسئلہ ہے کہ نماز میں رونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔“

(مَعالم السُّنن :215/1)

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي قَالَ : مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ : فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ : وَاللّٰهِ، مَا بِي إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ يَتَشَاءَ مَ النَّاسُ، بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ : فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ : لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو آنسوؤں پر کنٹرول نہیں رہتا۔ کسی اور کو حکم دے دیں، تو اچھا ہو۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر سب سے پہلے کھڑے ہونے والے کے بارے میں بدشگونی کریں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تین بار تکرار کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ نماز

پڑھائیں، آپ تو صواحب یوسف علیہ السلام جیسی ہو۔‘‘

(صحيح البخاري : 679، صحيح مسلم : 418، واللفظ لهٗ)

❁ اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ’’متواتر‘‘ کہا ہے۔

(مَجموع الفتاوىٰ : 424/4، الفتاوى الكبرىٰ : 443/4)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ .

’’اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔‘‘

(شرح السّنة : 424/3)

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مُتَوَاتِرٌ .

’’یہ حدیث متواتر ہے۔‘‘

(تاريخ الخلفاء، ص 52)

❁ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْبُكَاءَ فِي الصَّلَاةِ لَا يَقْطَعُهَا .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ نماز میں رونے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔‘‘

(التّمهيد : 134/22، الاستذكار : 355/2)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْبُكَاءَ فِي الصَّلَاةِ جَائِزٌ فِيهَا وَغَيْرُ مُفْسِدٍ لَهَا .

’’یہ حدیث دلیل ہے کہ نماز میں رونا جائز ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔‘‘

(إكمال المُعلم : 325/2)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ .

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رونے والے انسان تھے، جب وہ (نماز میں) قرآن کریم کی قرأت کرتے، تو اپنی آنکھوں پر قابو نہیں پا سکتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 476)

❁ عبداللہ بن شداد مدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوفِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَهُوَ يَقْرَأُ : ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾(يوسُف : ٨٦)

''نماز فجر میں آخری صف میں تھا اور مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہچکی کی آواز سنائی دے رہی تھی، آپ رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: ﴿إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللّٰهِ﴾ ''میں تو اپنی بے قراری اور پریشانی وغم کی شکایت صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري معلقًا، قبل الحديث : 684، مصنّف ابن أبي شيبة : 3565، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام :498/1)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجَازَ الْعُلَمَاءُ الْبُكَاءَ فِي الصَّلَاةِ مِنْ خَوْفِ اللّٰهِ .

”کئی علما نے نماز میں خوف الٰہی کی وجہ سے رونے کو جائز قرار دیا ہے۔“

(شرح صحيح البخاري : 343/2)

سوال: نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیان نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: نماز مغرب اور نماز عشاء کے درمیان نوافل پڑھنا جائز ہے، اس کی ممانعت یا کراہت نہیں، نہ یہ ممنوع اوقات میں سے ہے۔

سوال: باپ کا بیٹے کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بیٹے کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے، خواہ باپ قرأت اور علم میں بیٹے سے فائق بھی ہو۔

❀ سیدنا ابو یزید جرمی عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا بِحَضْرَةِ مَاءٍ مَّمَرِّ النَّاسِ فَكُنَّا نَسْأَلُهُمْ مَا هٰذَا الْأَمْرُ؟ فَذَكَرَ بَعْضَ الْحَدِيثِ قَالَ : انْطَلَقَ أَبِي بِإِسْلَامِ أَهْلِ حِوَانَا قَالَ : فَأَقَامَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يُقِيمَ قَالَ : ثُمَّ أَقْبَلَ فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ تَلَقَّيْنَاهُ فَلَمَّا رَأَيْنَاهُ قَالَ : جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا ثُمَّ قَالَ : إِنَّهٗ يَأْمُرُكُمْ بِكَذَا وَكَذَا وَيَنْهَاكُمْ عَنْ كَذَا وَكَذَا وَأَنْ تُصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا وَكَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا فَنَظَرَ أَهْلُ حِوَانَا فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا أَكْثَرَ مِنِّي

قُرْآنًا لِلَّذِي كُنْتُ أَحْفَظُ مِنَ الرُّكْبَانِ قَالَ : فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ فَكُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتِّ سِنِينَ .

''ہم لوگوں کی گزرگاہ پر موجود پانی کے پاس رہتے تھے، چنانچہ ہم ان سے پوچھتے رہتے تھے کہ یہ دین کیسا ہے؟ انہوں نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: میرے والد اپنے محلے کے لوگوں کی طرف سے اسلام کی معلومات لینے گئے، تو جب تک اللہ تعالی نے چاہا نبی کریم ﷺ کے پاس رہے، پھر جب واپس آئے، تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ وہ ہمیں دیکھ کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں ایک سچے رسول کے پاس سے آرہا ہوں۔ پھر فرمایا: وہ آپ کو فلاں فلاں کاموں کا حکم دیتے ہیں اور فلاں فلاں کاموں سے روکتے ہیں، نیز یہ حکم دیتے ہیں کہ آپ فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں، جب نماز کا وقت ہو، تو ایک آدمی اذان کہے، پھر وہ امامت کرائے، جو آپ میں سے قرآن زیادہ جانتا ہو، ہمارے محلے والوں نے غور کیا، تو مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا کسی کو نہ پایا، کیوں کہ میں قافلے والوں سے قرآن یاد کرتا رہتا تھا، چنانچہ انہوں نے مجھے آگے (کھڑا) کر دیا، میں چھ برس کی عمر میں انہیں نماز پڑھاتا رہا۔''

(صحيح البخاري : 4302، المُنتقٰى لابن الجارود : 309)

❀ سیدنا منذر بن ابی اُسید انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبِي يُصَلِّي خَلْفِي، فَرُبَّمَا قَالَ لِي : يَا بُنَيَّ، طَوَّلْتَ بِنَا الْيَوْمَ .

''میرے والد گرامی (سیدنا ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ) میرے پیچھے نماز پڑھتے

تھے، کبھی کبھی تو مجھے فرماتے: بیٹا! آج آپ نے نماز زیادہ ہی لمبی کر دی ہے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 6117، وسندهٗ حسنٌ)

تنبیہ:

❀ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ أَبَاهُ.

''کوئی شخص اپنے والد کو امامت نہ کرائے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 6118)

سند باطل ہے۔ ابراہیم بن یزید مکی ضعیف و متروک ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے توبہ کرتے وقت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آل رسول کے وسیلہ سے دعا کی تھی، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: قرآن کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سیدنا آدم علیہ السلام کی دعا کے کلمات بیان کیے گئے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾(البقرة : ٣٧)

''آدم علیہ السلام نے اپنے ربّ سے کچھ کلمات سیکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔''

یہ کلمات کیا تھے؟ خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں انہیں بیان فرمایا ہے:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾(الأعراف : ٢٣)

”دونوں نے کہا: ہمارے رب! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں۔تُو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا،تو ہم خسارہ والوں میں شامل ہو جائیں گے۔“

آدم وحواء علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کو اس کی صفتِ مغفرت ورحمت کا واسطہ دیا۔

یہ تو تھا قرآن کا بیان، لیکن بعض حضرات اس قرآنی بیان کے خلاف جھوٹے، بدکردار، بدعقیدہ، بددین اور نامعلوم ومجہول لوگوں کی بیان کردہ نامعقول اور باہم متصادم داستانیں بیان کرتے اوران پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھتے ہیں۔کسی داستان میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیا،کسی میں ہے کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد کا واسطہ دیا اور کسی میں ہے کہ انہیں سیدنا علی وسیدہ فاطمہ،سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کے طفیل معافی ملی۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت کی شان میں غلو ہے، جو کہ سخت منع ہے۔یہی بات نصاریٰ،سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں۔ان کا نظریہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی غلطی عیسیٰ علیہ السلام کے طفیل معاف ہوئی۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا نبیط بن شریط رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَّمَنِي جِبْرِيلُ دُعَاءً فِي الدَّيْنِ، فَقَالَ مَنْ أَصَابَهٗ دَيْنٌ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُصَلِّ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَّلْيَقْرَأْ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ وَ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ وَّآيَةَ الْكُرْسِيِّ فَإِذَا سَلَّمَ قَالَ : ﴿اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ : ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ثُمَّ يَقُولُ : يَا فَارِجَ الْهَمِّ يَا كَاشِفَ الْغَمِّ يَا

مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ، يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيمَهُمَا، ارْحَمْنِي رَحْمَةً تُغْنِينِي بِهَا عَنْ رَّحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ وَاقْضِ دَيْنِي، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْضِي عَنْهُ دَيْنَهُ وَفِيهَا اسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ .

''جبریل نے مجھے قرض کی دعا سکھلائی اور کہا: جسے قرض کی پریشانی ہو، وہ سورج ڈھلنے کے بعد وضو کر کے چار رکعت ادا کرے، ہر رکعت میں سورت فاتحہ، سورت اخلاص اور آیۃ الکرسی پڑھے، سلام پھیرنے کے بعد پڑھے: ﴿اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ ..... بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾، پھر کہے: 'اے پریشانیاں دور کرنے والے، غم ٹالنے والے، مصیبت زدہ کی پکار سننے والے، دنیا و آخرت میں رحمٰن و رحیم! مجھ پر رحم فرما، تو اپنے علاوہ ہر ایک کی رحمت سے مستغنی کر دے، میرا قرض چکا دے۔' آپ ﷺ نے فرمایا: 'اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کے لیے ادائیگی قرض کے اسباب مہیا فرمائے گا، اس میں اسم اعظم بھی ہے۔''

(ذيل اللآلي المصنوعة للسّيوطي، ص 201، تنزيه الشّريعة لابن عراق الكنّاني : 330/2)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① ابوحسن احمد بن القاسم بن کثیر بن صدقہ بن ریان لکی ضعیف ہے۔

❁ اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(المؤتلف والمُختلف : 1073/2)

❁ ابومحمد حسن بن علی زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِالْمَرْضِيِّ .

”پسندیدہ نہیں۔“

(سؤالات السّهمي، ص 149، الرقم: 152)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَهُ جَزْءٌ سَمِعْنَاهُ فِيْهِ مَا يُنْكَرُ.

”اس کا ایک جز ہے، ہم نے اس میں منکر روایتیں سنی ہیں۔“

(سِيَر أعلام النّبلاء: 113/16)

② احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نبیط بن شریط کذاب ہے۔ اس نے اپنے والد اور دادا کی سند سے کئی منکر و بے اصل روایات نقل کی ہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ بِنُسْخَةٍ فِيْهَا بَلَايَا ...... سَمِعْنَاهَا مِنْ طَرِيْقِ أَبِي نُعَيْمٍ عَنِ اللُّكِيِّ عَنْهُ: لَا يَحِلُّ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ، فَإِنَّهٗ كَذَّابٌ.

”اس کے باپ اور دادا کی سند سے ایک نسخہ تھا، جس میں مصیبتیں تھیں، اس کا ہم نے ابونعیم عن اللکی کے طریق سے سماع کیا، اس سے دلیل پکڑنی جائز نہیں ہے، یہ جھوٹا ہے۔“

(ميزان الاعتدال: 82/1، المُغني في الضّعفاء: 72/1)

❀ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي إِسْنَادِهٖ كَذَّابٌ.

”اس کی سند میں جھوٹا راوی ہے۔“

(الفوائد المَجموعة، ص 59)

سوال: کیا نابالغ بچوں کو مسجد لے جانا جائز ہے؟

جواب: تعلیم وتربیت کا بنیادی مرکز مساجد ہیں، ان کی ضرورت سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں، مرد، خواتین، بچے، بوڑھے سبھی مساجد میں جا سکتے ہیں، شریعت نے انہیں منع نہیں کیا، بلکہ عام اجازت دی ہے۔

عہد نبوی میں نابالغ بچے بھی مسجد میں آ جاتے تھے، بلکہ خود نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ بچوں کو لے آتے تھے، انہیں نماز میں اٹھا لیتے تھے، ان کی وجہ سے سجدہ کو لمبا کر دیتے،، صحابہ وصحابیات بھی بچوں کو مسجد لے آتے تھے۔ کسی بچے کی رونے کی آواز آتی، تو نبی کریم ﷺ نماز کو ہلکا کر دیتے۔

اس لیے کہ اگر بچوں کو بچپن ہی سے نماز کی عادت ڈالی جائے گی، تو وہ بلوغت کے بعد پکے نمازی بن جائیں گے، وہ لوگوں کی نماز سے سیکھتے ہیں۔

کئی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ بچوں کو مسجد میں لایا جا سکتا ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ.

”کئی بار میں نماز شروع کرتا ہوں، ارادہ ہوتا ہے کہ لمبی نماز پڑھاؤں، اسی اثنا میں مجھے بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے، تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے احساس ہے کہ بچے کے رونے سے ماں بے تاب ہو جاتی ہے۔“

(صحيح البخاري: 709، صحيح مسلم: 470)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّبِيَّ يَجُوزُ إِدْخَالُهُ الْمَسْجِدَ وَإِنْ كَانَ الْأَوْلَى تَنْزِيهُ الْمَسْجِدِ عَمَّنْ لَا يُؤْمَنُ مِنْهُ حَدَثٌ .

”چھوٹے بچے کو مسجد میں لانا جائز ہے، مگر بہتر ہے کہ ایسے افراد کو مسجد سے دور رکھا جائے، جن کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کا خدشہ ہو۔“

(شرح صحيح مسلم : 187/4)

❁ علامہ ابن سید الناس، یعمری رحمہ اللہ (۷۳۴ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ إِدْخَالِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمَسَاجِدِ مَعَ أَنَّ الصَّبِيَّ لَا يُؤْمَنُ مِنْهُ الْحَدَثُ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ بچوں کو مساجد میں لے جانا جائز ہے، حالانکہ بچے کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کا خدشہ رہتا ہے۔“

(النَّفح الشذي شرح جامع التّرمذي : 272/4)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

جَوَازُ إِدْخَالِ الصِّبْيَانِ الْمَسَاجِدَ .

”اس حدیث میں دلیل ہے کہ بچوں کو مساجد لے جانا جائز ہے۔“

(التّوضيح لشرح الجامع الصّحيح : 574/6)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ إِدْخَالِ الصِّبْيَانِ الْمَسَاجِدَ .

”یہ حدیث میں دلیل ہے کہ بچوں کو مساجد میں داخل کرنا جائز ہے۔“

(نَيل الأوطار : 164/3)

سوال: کیا بچوں اور عورتوں پر جمعہ فرض ہے؟

جواب: نابالغ بچوں اور عورتوں پر جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا فرض نہیں۔ اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ لَا جُمُعَةَ عَلَى النِّسَاءِ .

"جن اہل علم کو ہم جانتے ہیں، سب کا اجماع ہے کہ عورتوں پر جمعہ واجب نہیں۔"

(الأوسط: 4/16، الإجماع: 53)

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلَى الصَّبِيِّ، وَهٰذَا إِجْمَاعٌ، وَكَذٰلِكَ أَجْمَعُوا أَنَّهُ لَا جُمُعَةَ عَلَى النِّسَاءِ بِحَالٍ .

"بچے پر جمعہ واجب نہیں، یہ اجماعی مسئلہ ہے، اسی طرح فقہا کا اجماع ہے کہ عورتوں پر بھی کسی حال میں جمعہ واجب نہیں۔"

(المَسالك: 2/435)

علامہ قزوینی رافعی رحمہ اللہ (۶۲۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا جُمُعَةَ عَلَى النِّسَاءِ بِالْاِتِّفَاقِ، وَلَا عَلَى الصِّبْيَانِ وَالْمَجَانِّينَ .

"اتفاق ہے کہ عورتوں، بچوں اور مجنون افراد پر جمعہ واجب نہیں۔"

(شرح مُسند الشافعي: 1/480)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ (۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَئِمَّةُ الْفَتْوٰى عَلٰى أَنَّهٗ لَا جُمُعَةَ عَلَى النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ .

''ائمہ فتویٰ کا اجماع ہے کہ عورتوں اور بچوں پر جمعہ فرض نہیں۔''

(التّوضيح : 459/7)

سوال: اسلام کی نظر میں شرافت کا کیا معیار ہے؟

جواب: شرافت کا معیار دین داری ہے، جو دین میں جتنا پختہ ہوگا، وہ شرافت میں اتنا اعلیٰ ہوگا، عام طور پر لوگ شرافت دنیوی رتبہ وجلال اور امیری وکبیری لیتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔ شریف وہی ہے، جو دین دار ہے اور اپنے عقائد واعمال اور نظریات کو کتاب وسنت اور اجماع اُمت کے مطابق اپناتا ہے۔

خاموش طبع اور کم گو کو شریف نہیں کہتے، اگر چہ یہ خصوصیات بھی شرافت میں شامل ہیں، مگر اسے شرافت کا معیار بنالینا درست نہیں، کئی بدعقیدہ اور بدعمل لوگ ہوتے ہیں، جو کم بولتے ہیں، یا نرم لہجے میں بولتے ہیں، لوگ انہیں شریف کہنے لگتے ہیں، یہ درست نہیں۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَسَبُ الْمَرْءِ دِينُهٗ وَمُرُوءَ تُهٗ خُلُقُهٗ، وَأَصْلُهٗ عَقْلُهٗ .

''آدمی کی شرافت اس کی دین داری ہے، آدمی کی مروءت (شخصیت) اس کے عمدہ اخلاق ہیں اور آدمی کی اصل اس کی عقل وسمجھ ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 25944، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 329/10، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(السّنن الكبرىٰ : 329/10)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۴۷۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص امام کی اقتدا میں نماز پڑھ رہا ہے، دوران نماز اسے یاد آیا کہ اس کی پچھلی نماز رہ گئی تھی اور وہ اسے نہیں پڑھ سکا، تو اس صورت میں وہ کیا کرے؟

جواب: اگر دوران نماز کوئی چھوٹی ہوئی نماز یاد آئے، تو وہ نماز جاری رکھے اور سلام پھیرنے کے بعد جو نماز چھوٹ گئی تھی، اسے ادا کر لے۔ قضا نماز میں ترتیب مستحسن ضرور ہے، مگر واجب نہیں، لہٰذا وہ چھوٹی ہوئی نماز کو ترتیب میں مؤخر کر دے۔ قضا نماز کو فی الفور ادا کرنا واجب نہیں، بلکہ تھوڑی بہت تاخیر جائز ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ثابت ہے، تو جب بلا وجہ تاخیر جائز ہے، تو دوران نماز یاد آنے کی صورت میں قضا نماز کو مؤخر کرنا بھی جائز ہے۔ بہر حال اس رائے کے مطابق نماز میں ترتیب واجب نہیں۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ اگر جماعت کے دوران یاد آئے کہ پچھلی نماز ابھی پڑھنا باقی ہے، تو امام کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کو نفل بنا لے، سلام پھیرنے کے بعد گزشتہ نماز ادا کرے، پھر جو نماز امام کے ساتھ پڑھی تھی، وہ نماز ادا کرے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلَمْ يَذْكُرْهَا إِلَّا وَهُوَ مَعَ الْإِمَامِ، فَإِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ، فَلْيُصَلِّ الصَّلَاةَ الَّتِي نَسِيَ، ثُمَّ لِيُصَلِّ بَعْدَهَا الْأُخْرٰى .

”جو شخص کوئی نماز پڑھنا بھول گیا، جب یاد آیا، تو وہ امام کے ساتھ (کوئی

دوسری) نماز پڑھ رہا ہے، تو اسے چاہیے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد بھولی ہوئی نماز ادا کرے، پھر اس کے بعد دوسری (جو وہ امام کے ساتھ پڑھ رہا تھا، وہ) نماز ادا کرے۔''

(موطأ الإمام مالك :168/1، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

یہ روایت مرفوع بھی بیان ہوئی ہے، مگر اس کا مرفوع ہونا خطا اور وہم ہے۔

درست بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توسع اور رخصت ہے، یہ اجتہادی مسائل ہیں، ان میں سختی نہیں، جو رائے دلائل کے قریب معلوم ہو، اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

سوال: ایک شخص نے وقت داخل ہونے سے پہلے نماز ادا کر لے، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کی ادائیگی کے لیے وقت کا داخل ہونا ضروری ہے، الا یہ کہ دو نمازوں کو جمع کیا جائے، تو اس صورت میں جمع تقدیم، جمع تاخیر اور جمع صوری سب جائز ہے، کتب احادیث میں ان تینوں طریقوں پر دلائل موجود ہیں۔

بہر کیف اگر غلطی سے وقت داخل ہونے سے پہلے نماز ادا کر لی، تو وقت داخل ہونے کے بعد نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء : ١٠٣)

''یقیناً نماز مومنوں کے لئے وقت مقررہ پر فرض ہے۔''

ہر نماز کا وقت مقرر ہے، اسے وقت مقررہ سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

أَعَادَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِجَمْعٍ فِي يَوْمٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِذَا هُوَ قَدْ صَلَّى بِلَيْلٍ، ثُمَّ أَعَادَهَا، فَإِذَا هُوَ قَدْ صَلَّى بِلَيْلٍ، ثُمَّ أَعَادَهَا الثَّالِثَةَ .

''آپ رضی اللہ عنہ نے مزدلفہ میں نماز فجر ایک دن میں تین دفعہ ادا کی، (ایک مرتبہ نماز ادا کی، تو) پتہ چلا کہ رات میں نماز پڑھ لی ہے، پھر دوبارہ پڑھی، پھر ظاہر ہوا کہ رات میں ہی ادا کر لی ہے، تو پھر تیسری دفعہ (فجر طلوع ہونے کے بعد) دوبارہ ادا کی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7202، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نماز کا وقت ہونے سے پہلے اس نماز کے لیے وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز کا وقت ہونے سے پہلے اسی نماز کے لیے وضو کرنا جائز ہے، جب ایک وضو کے ساتھ کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں، تو ایک نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا اور اسی وضو سے وہ نماز ادا کرنا بالاولیٰ جائز ہے، کئی صحیح احادیث وآثار اس پر دال ہیں، نیز اس پر اُمت کا اجماع ہے، استحاضہ والی عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّ مَنْ تَطَهَّرَ بِالْمَاءِ لِلصَّلَاةِ قَبْلَ دُخُولِ وَقْتِهَا أَنَّ طَهَارَتَهٗ كَامِلَةٌ وَلَهٗ أَنْ يُصَلِّيَ بِهَا مَا لَمْ يُحْدِثْ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے نماز کے لیے وقت داخل ہونے سے پہلے وضو کیا، تو اس کی طہارت مکمل ہے اور جب تک وہ بے وضو نہیں ہو جاتا، اس کے لیے اسی وضو کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔''

(الأوسط : 61/2، الإجماع : 19)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی جَوَازِ الْوُضُوءِ قَبْلَ دُخُولِ وَقْتِ الصَّلَاةِ.

”اہل علم کا اجماع ہے کہ نماز کو وقت داخل ہونے سے پہلے وضو کرنا جائز ہے۔“

(المَجموع: 466/1)

سوال: مسجد میں کھانا پینا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں کھانا پینا جائز ہے، ممانعت یا کراہت پر کوئی دلیل نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ مسجد کی صفائی ستھرائی اور نمازیوں کا خیال کرنا چاہیے، مساجد کو دعوت سرائے نہیں بنا لینا چاہیے۔ عہد نبوی میں اصحاب صفہ کا قیام مسجد نبوی میں ہوتا تھا، ان کی رہائش، کھانا پینا سب مسجد میں ہوتا تھا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء زبیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَأْكُلُ عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم مسجد میں روٹی اور گوشت کھالیا کرتے تھے۔“

(مسند الإمام أحمد: 190/4، سنن ابن ماجه: 3300، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (١٦٥٧) نے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ جَيِّدٌ.

”یہ سند جید (حسن) ہے۔“

(فتح الباري: 162/3)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ .

''یہ سند حسن ہے۔''

(مِصباح الزُّجاجة : 4/15)

❁ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''بھوک کی وجہ سے میری اور میرے ساتھیوں کی سماعت اور بینائی متاثر ہو چکی تھی، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بات چیت کی، مگر کوئی ہماری مہمان نوازی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ان کا دودھ دوہا جائے، ہم میں سے ہر ایک نے آدھا دودھ خود پیا اور آدھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اسی طرح ہوتا رہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سونے والے کی نیند خراب نہ ہوتی اور جاگنے والے کو سلام سنائی دیتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے جا کر نوافل ادا کرتے، بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حصے کا دودھ نوش فرما لیتے، ایک رات جبکہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا، تو شیطان میرے پاس آیا اور بولا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو انصار کے پاس تشریف لے جاتے رہتے ہیں اور انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف پیش کرتے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں سے کھا پی لیتے ہوں گے، آپ کو اس تھوڑے سے دودھ کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے حصے کا دودھ پی لیا، جب وہ میرے پیٹ میں چلا گیا، تو محسوس ہوا کہ اس کی گنجائش نہیں تھی، پھر شیطان نے مجھے نادم کرنا شروع کر دیا اور بولا: تم نے جو کچھ کیا اس پر افسوس ہے، کیا تم نے محمد (ﷺ) کے حصے کا دودھ پی لیا ہے؟ انہیں دودھ نہ ملا، تو وہ تمہارے لئے دعائے ضرر کریں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک چادر تھی، میں اسے پاؤں پر ڈالتا تھا، تو سر باہر آ جاتا تھا، سر پر ڈالتا، تو پاؤں باہر نکل آتے تھے، مجھے نیند نہیں آ رہی تھی، میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے، انہوں نے وہ حرکت نہیں کی تھی، جو میں نے کی تھی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے سلام کیا، جائے نماز کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ نوافل ادا کرنے کے بعد اپنا مشروب حاصل کرنے کے لیے آئے، آپ ﷺ نے برتن کا ڈھکن اُٹھایا، تو اس میں کچھ نہیں تھا، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنا مبارک سر اُٹھایا، تو میں نے سوچا کہ آپ ﷺ میرے لیے دعائے ضرر کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا، لیکن آپ ﷺ نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي، وَأَسْقِ مَنْ أَسْقَانِي .

''اللہ! جس نے مجھے کھلایا تُو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تُو اسے پلا۔''

یہ سن کر میں نے چادر مضبوطی سے باندھی اور چھری پکڑ کر بکریوں کی طرف بڑھا تا کہ سب سے صحت مند بکری کو نبی کریم ﷺ کے لیے ذبح کر دوں، لیکن اس بکری کے تھن بھرے ہوئے تھے، میں نبی کریم ﷺ کے مخصوص برتن کی

طرف بڑھا اور اس میں آپ ﷺ کے لیے دودھ دوہ لیا، یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر بھر گیا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا آپ نے رات کو اپنے حصے کا دودھ پی لیا تھا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نوش فرمایئے، نبی کریم ﷺ نے اسے پی لیا اور پھر میری طرف بڑھا دیا، جب مجھے اندازہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ سیر ہو گئے ہیں اور اب مجھے آپ کی دعا نصیب ہو جائے گی، تو میں ہنس پڑا، اتنا کہ ہنستے ہوئے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مقداد! آپ کی یہ عادت بہت بری ہے، عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا اور میں نے یہ کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دودھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملا ہے، آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا دیتے اور وہ بھی اس رحمت میں شریک ہو جاتے۔'' سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جب آپ نے اُسے پی لیا اور آپ کے ہمراہ میں نے بھی پی لیا، تو اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کسی اور نے پیا ہے یا نہیں۔''

(صحیح مسلم: 2055)

سوال: نماز فجر کے بعد سونا کیسا ہے؟

جواب: بہتر یہی ہے کہ نماز فجر اور تلاوت واذکار سے فارغ ہو کر کام کاج کیا جائے، کیونکہ اس وقت کام کرنا بہت آسان ہوتا ہے اور انسان چست اور ہشاش بشاش ہوتا ہے، تو جس سے کام کاج جلد نمٹ سکتا ہے، بعد میں آرام کر لے۔

اگر کسی پر نیند کا غلبہ ہے، تو وہ نماز فجر کے بعد سو بھی سکتا ہے، فجر کے بعد سونے کی ممانعت یا کراہت نہیں ہے، بلکہ سونا جائز ہے۔ یہ ہر انسان کی طبیعت اور مصروفیت پر ہے۔

❀ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا صَلَّيْتُمُ الْغَدَاةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَنَامُوا فَإِنَّ النَّائِمَ سَالِمٌ.

”جب آپ نماز فجر پڑھ لیں، تو طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں، اگر ایسا نہیں کر سکتے، تو سو جائیں، کیونکہ سونے والا (کئی گناہوں سے) بچ جاتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7769، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: مسجد میں آوازیں بلند کرنا کیسا ہے؟

جواب: مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کرہ ارض کی سب سے افضل اور محبوب جگہیں ہیں، انہیں عام گھروں کی طرح نہیں سمجھنا چاہیے، کئی ایسے جائز اُمور ہیں، جو یہاں ممنوع یا مکروہ ہوتے ہیں۔ انہیں نماز، تلاوت، ذکر الٰہی، درس ووعظ، تبلیغ ودعوت اور اصلاح معاشرے کی غرض سے بنایا جاتا ہے، ان کے آداب ہیں، جنہیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

مساجد میں اونچی اونچی بولنا، لڑائی جھگڑا کرنا، آوازیں لگانا درست نہیں، بالخصوص جب نماز، تلاوت اور ذکر واذکار میں خلل کا باعث بنے۔ مساجد میں آوازیں بلند کرنے سے اس لیے بھی روکنا چاہیے کہ اگر روکا نہ گیا، تو لوگ اس سے آگے بھی بڑھ سکتے ہیں اور کئی حرام اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا شروع کر دیں گے، جو کہ ہر اعتبار سے مسجد کے آداب

کے منافی ہے۔

مثال کے طور پر کئی سرکاری مساجد میں جب فلموں اور ڈراموں کے لیے شوٹنگ کی اجازت دی گئی، جو کہ سراسر غلط اور آداب مسجد کے خلاف ہے، مگر وہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے اور لڑکیوں کے رقص پر مبنی شوٹ کرنے شروع کر دیے۔

اس لیے مساجد میں بلا ضرورت آوازیں بلند نہیں کرنی چاہئیں اور ایسا کرنے والے کو روکنا چاہیے۔

❁ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ: مَنْ أَنْتُمَا ـأَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ـ قَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی نے میری طرف کنکری پھینکی، اچانک کیا دیکھا کہ وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دو شخصوں کو میرے پاس لائیں، میں انہیں لے کر آیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کون ہو، یا کہاں سے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم طائف سے ہیں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ یہاں (مدینہ) کے رہائشی ہوتے، تو میں آپ کو سزا دیتا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آوازیں بلند کر رہے ہو۔“

(صحيح البخاري: 470)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلٰى نَادٍ فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ: إِيَّاكُمْ وَاللَّغَطَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب مسجد میں بیٹھی کسی مجلس کی طرف جاتے، تو فرمایا کرتے: شور وغل سے پرہیز کرنا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7908، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: مسجد میں شعر وشاعری کی مجلس لگانا کیسا ہے؟

جواب: اشعار نثر ہی کی طرح ہیں، شاعرانہ کلام شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو، تو ایسا کلام پڑھنا جائز ہے، الفاظ میں غلو، جھوٹ اور خلاف حقیقت باتیں ہوں، تو ایسی شاعری اور ایسے شعراء کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شاعر نہ تھے، مگر غیر ارادی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دو اشعار کہے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کو شعر گوئی کا فرمایا کرتے تھے۔

بعض صحابہ کی تعریف وستائش بھی فرماتے تھے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشعار کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَقَبِيحُهٗ قَبِيحٌ .

''وہ کلام ہے، اچھا ہو، تو اچھا اور برا ہو، تو برا۔''

(مسند ابی یعلیٰ : 4760، وسندهٗ حسنٌ)

مذموم اشعار کی مذمت بھی فرمائی گئی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَمْتَلِءَ شِعْرًا .

''کسی شخص کے پیٹ کا پیپ اور فاسد مادوں سے بھرنا، شعر بھرنے سے بہتر ہے۔''

(صحیح البخاري : 6155، صحیح مسلم : 2259)

باطل اور غلو آمیز اشعار پڑھنا کسی صورت جائز نہیں، نہ مساجد میں نہ کسی اور جگہ، البتہ اگر حق پر مبنی اشعار ہوں، تو وہ مسجد میں بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور اس کے لیے مجلس بھی قائم کی جا سکتی، مگر یہ مجلس زیادہ طویل نہ ہو۔

شعر گوئی کی کوئی زیادہ تحسین نہیں کی گئی، اسے عموماً حسب ضرورت سراہا گیا ہے، مثلاً کفار کے رد میں، سفر میں طبیعت کو خوش کرنے کے لیے اور قافلوں کو ہانکنے کے لیے، جسے حُدی خوانی کہتے ہیں، یا کبھی کبھار خوش کلامی کے لیے۔

آئے روز مساجد میں مجالس پر مجالس قائم کرنا اور اس کے لیے ایسا ماحول بنا لینا کہ جو کسی طور پر اسلام کے مفاد میں نہیں، بالکل غلط روش ہے، جس پر نکیر ضروری ہے۔

کئی مساجد میں حمد و نعت کی مجالس قائم ہوتی ہیں، گراں قیمت شعراء کو مدعو کیا جاتا ہے، وہ ایسا ایسا کلام پڑھتے ہیں، جو عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، منہج اہل سنت کے خلاف ہوتا ہے، اپنے کلام کو مزین اور خوش نما بنانے کے لیے باطل تاویلات، ناجائز تشبیہات کا سہارا لیتے ہیں، کئی نعت خواں اہل بدعت بلکہ اہل شرک کا لکھا ہوا کلام بھی پڑھ دیتے ہیں، انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا سنا رہے ہیں؟ یہ سراسر خرافات ہیں، اس عمل کی بھرپور حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، ورنہ دوسروں کی طرح ہمارے عوام کے عقائد و نظریات تباہ ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ فرمائے، آمین!

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتُمُ الشَّيْخَ يُنْشِدُ الشِّعْرَ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَذْكُرُ أَيَّامَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاقْرَعُوا رَأْسَهُ بِالْعَصَا .

''جب آپ کسی شخص کو جمعہ کے دن مسجد میں شعر پڑھتا سنیں اور وہ جاہلیت کے قصے (شعروشاعری) میں سنا رہا ہو، تو ڈنڈا مار کر اس کا سر پھوڑ دیں۔''

(المَطالب العالية لابن حجَر : 363، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

(المَطالب العالية، تحت الرّقم : 363)

(سوال): جو شخص یہ کہے کہ جنت میں کھانا پینا نہیں ہوگا، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کتاب وسنت اور اجماع اُمت کے دلائل سے ثابت ہے کہ جنتی لوگوں کو جنت میں کھانا پینا دیا جائے گا، طرح طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، یہ دین کے اساسی و بنیادی عقائد میں سے ہے، اس پر متواتر احادیث ہیں۔ ان دلائل کو جانتے بوجھتے یہ کہنا کہ جنت میں کوئی کھانا پینا نہیں ہوگا، واضح کفر ہے، ایسے شخص سے توبہ کرائی جائے گی، توبہ کر لے، تو درست، ورنہ مرتد اور زندیق ہو جائے گا، کیونکہ اس نے قرآن کریم کی کئی نصوص، متواتر معنوی احادیث اور اجماع اُمت کا انکار کیا ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

الْأَكْلُ وَالشُّرْبُ فِي الْجَنَّةِ ثَابِتٌ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ وَإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ، وَهُوَ مَعْلُومٌ بِالْاضْطِرَارِ مِنْ دِينِ الْإِسْلَامِ .

''قرآن کریم، سنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جنت میں

کھانا اور پینا ہوگا۔ یہ اسلام کے بنیادی و اساسی عقائد میں سے ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 313/4)

سوال: ناک ڈھانپ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: مرد کو نماز میں ناک نہیں ڈھانپنا چاہیے، اسلاف اُمت نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

❁ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَرِهَ تَغْطِيَةَ الْأَنْفِ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (نماز میں) ناک ڈھانپنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7313، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ تابعی کبیر ابو العالیہ رفیع بن مہران رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَرِهَ أَنْ يُغَطِّيَ أَنْفَهٗ فِي الصَّلَاةِ .

''آپ رحمہ اللہ نماز میں ناک ڈھانپنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7314، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ حَمَّادًا، فَكَرِهَهٗ .

''میں نے حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے اس بابت پوچھا، تو انہوں نے اسے مکروہ قرار دیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7315، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُغَطِّيَ أَنْفَهُ وَفَمَهُ جَمِيعًا .

''آپ رحمہ اللہ (نماز میں) منہ اور ناک دونوں کو ڈھانپنا ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7316، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَتَلَثَّمَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ .

''آپ رحمہ اللہ نماز میں ڈھاٹا باندھنے (کپڑے سے منہ لپیٹ لینا) کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7309، وسندهٗ صحيحٌ)

فائدہ:

زکام، فلو، وباء، گرد وغبار یا کسی عذر کی وجہ سے ماسک پہن کر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ ناک ڈھانپنا اس صورت میں مکروہ ہے، جب بغیر عذر کے ڈھانپا جائے، عذر کی صورت میں جائز ماسک پہننا بہتر ہے۔

سوال: نماز میں خشوع وخضوع کتنا ضروری ہے؟

جواب: نماز میں خشوع اختیار کرنا ضروری ہے، جس نماز میں خشوع وخضوع نہ رہے، وہ نماز سکون واطمینان سے خالی ہو جاتی ہے، نماز کے تمام فوائد وثمرات سے محرومی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قرابت حاصل نہیں ہوتی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ، الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ (الماعون : ٣ـ٤)

''ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے، جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔''

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو نماز میں دھیان اور توجہ نہیں رکھتے، بلکہ دنیا کی سوچوں میں گم رہتے ہیں، زبان سے اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں اور دل و دماغ دنیاوی اُمور میں مشغول ہوتا ہے۔

مؤمن نماز میں خشوع اختیار کرتا ہے، اسے نماز میں سکون آتا ہے، اس کے اعضا، دل، دماغ سب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اسے نماز کا نور نصیب ہوتا ہے، وہ قرب الٰہی میں جگہ پاتا ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ، الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾

(المؤمنون: ١۔٢)

''یقیناً وہ مومن فلاح پا گئے، جو نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں۔''

اگر انسان اپنے خشوع وخضوع اور اخلاص کی جانچ کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لیے کئی موازین ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جس خشوع وخضوع سے لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے، اسی طرح یا اس سے بہتر کیفیت کے ساتھ اکیلے میں نماز پڑھتا ہو۔ اگر اس کا خضوع لوگوں کے سامنے تو بہت زیادہ ظاہر ہو، مگر جب اکیلے نماز پڑھے، تو اس کی نماز اخلاص اور خضوع سے خالی ہے، تو یہ اخلاص نہیں، بلکہ دھوکہ ہے، جو درست عمل نہیں، یہ بناوٹی خشوع ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ومنظور نہیں۔

اگر کوئی شخص اس رَوش پر ہے، تو اسے اپنی اصلاح کرنی چاہیے، خود کو اخلاص کی عادت ڈالنی چاہیے، بار بار شیطان کے وسوسوں کو دور کرے، رب تعالیٰ سے مدد مانگے، دعا کرے اور دل کو حاضر رکھنے کی کوشش کرے، ان شاء اللہ اخلاص پیدا ہو جائے گا۔

(سوال): دوسجدوں کے درمیان کون سی دعا پڑھی جائے گی؟

(جواب): سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنا سنت ہے، جب تکبیر سے فارغ ہوکر بیٹھ جائے، تو یہ مسنون دعا پڑھے:

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي .

”اے میرے رب! مجھے بخش دے، اے میرے رب! مجھے بخش دے۔“

(سنن أبي داود : 874؛ سنن النّسائي : 1070؛ وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام مکحول شامی رحمہ اللہ دوسجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي، وَاجْبُرْنِي، وَارْزُقْنِي .

”اللہ! مجھے معاف فرما، مجھ پہ رحم فرما، میرے نقصان کی تلافی فرما اور مجھے رزق عطا فرما۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 8838، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَقِلُّ طُعْمُهُمْ، فَتَسْتَنِيرُ بُيُوتُهُمْ .

”گھر والے کم مقدار میں کھانا کھائیں، تو ان کے گھر روشن رہتے ہیں۔“

(الجوع لابن أبي الدُّنيا : 71، المُعجم الأوسط للطّبراني : 5165)

(جواب): جھوٹی روایت ہے۔

① عبداللہ بن مطلب عجلی مجہول ہے۔

❁ اسے امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 360/4)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَجْهُولٌ، وَحَدِيثُهُ مُنْكَرٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''یہ مجہول راوی ہے، اس کی حدیث منکر اور غیر محفوظ ہے۔''

(الضّعفاء الكبير : 305/2)

② حسن بن ذکوان ضعیف و مدلس ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

''اسے اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(جامع المَسانيد والسّنن : 565/4، اللآلي المنثورة للزّركشي، ص 143)

③ یحییٰ بن ابی کثیر کا عنعنہ ہے۔

❁ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ كَذِبٌ .

''یہ جھوٹی حدیث ہے۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 360/4)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ نے ''منکر و غیر محفوظ'' کہا ہے۔

(الضّعفاء الكبير : 305/2)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔''

(المَوْضوعات: 35/3)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''منکر'' کہا ہے۔

(میزان الاعتدال: 506/2)

سوال: کسی ولی کی قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟

جواب: طواف عبادت ہے اور عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ اذن ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کا طواف کرنے کا حکم دیا ہے، اس کے علاوہ کسی شے کا طواف کرنے کی اجازت نہیں دی۔

جو لوگ بزرگوں یا ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں، ان کا یہ عمل واضح کفر اور الحاد ہے، جانتے بوجھتے ایسا کرنے والا کافر ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الطَّوَافُ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ فَحَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ؛ وَمَنِ اعْتَقَدَ ذٰلِكَ دِينًا فَهُوَ كَافِرٌ سَوَاءٌ طَافَ بِبَدَنِهِ أَوْ بِقَبْرِهِ .

''انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحا کا طواف کرنا حرام ہے، اس کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے، جس نے (جانتے بوجھتے) اسے دین سمجھا، تو وہ کافر ہے، خواہ وہ ان کے جسم کا طواف کرے یا قبر کا۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 308/2)

❀ علامہ آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ مَنْ يُّبِيْحُ مَا يَفْعَلُهُ الْجَهَلَةُ فِي قُبُوْرِ الصَّالِحِيْنَ مِنْ أَشْرَافِهَا وَبِنَائِهَا بِالْجِصِّ وَالْآجُرِ وَتَعْلِيْقِ الْقَنَادِيْلِ عَلَيْهَا وَالصَّلَاةِ إِلَيْهَا وَالطَّوَافِ بِهَا وَاسْتِلَامِهَا وَالْاِجْتِمَاعِ عِنْدَهَا فِي أَوْقَاتٍ مَّخْصُوْصَةٍ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مُحْتَجًّا بِهٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيْمَةِ وَبِمَا جَاءَ فِي بَعْضِ رِوَايَاتِ الْقِصَّةِ مِنْ جَعْلِ الْمَلِكِ لَّهُمْ فِي كُلِّ سَنَةٍ عِيْدًا وَّجَعَلَهٗ إِيَّاهُمْ فِي تَوَابِيْتَ مِنْ سَاجٍ ...... وَكُلُّ ذٰلِكَ مَحَادَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ، وَإِبْدَاعُ دِيْنٍ لَّمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ .

''میں نے لوگوں کو بزرگوں کی قبروں پر جہالت پر مبنی کام کرتے دیکھا۔ وہ انہیں اونچا کرتے، چونے اور اینٹوں کے ساتھ پختہ بناتے، ان پر قندیلیں لٹکاتے، ان کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے، ان کا طواف کرتے، انہیں چومتے اور مخصوص اوقات میں ان کے پاس جمع ہوتے ہیں، وغیرہ۔ دلیل اس آیت سے لیتے ہیں، نیز اصحابِ کہف کے قصہ سے لیتے ہیں جس میں ذکر ہے کہ بادشاہ ہر سال عید مناتا تھا اور اس نے انہیں لکڑی کے ایک تابوت میں رکھ دیا تھا۔۔۔ یہ سب کچھ اللہ و رسول کی مخالفت ہے اور ایسے دین کی ایجاد ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔''

(روح المَعاني : 239/15)

سوال: مسلمان کو گالی دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان کو ناحق برا بھلا کہنا، اس کی عزت نفس کو مجروح کرنا اور اسے گالی دینا حرام، گناہ کبیرہ اور فسق ہے۔

❁ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ .

”مسلمان کو گالی دینا فسق (نافرمانی اور کبیرہ گناہ) ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔“

(صحیح البخاري: 6044، صحیح مسلم: 64)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ .

”دو بندے اگر گالم گلوچ کر رہے ہیں، تو سارا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے، جب تک مظلوم حد سے نہ بڑھ جائے۔“

(صحیح مسلم: 2587)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

سَبُّ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ وَفَاعِلُهٗ فَاسِقٌ .

”مسلمان کو ناحق برا بھلا کہنا حرام ہے، اس پر اُمت کا اجماع ہے، ایسا کرنے والا فاسق ہے۔“

(شرح مسلم: 54/2)

❁❁❁❁❁❁❁